افکار حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ وار جلد: 1

ترتیب وتدوین:

میاں ذوالفقار احمد قادری

شہباز علی قادری

زیر اہتمام	ناشر
میاں محمد بخش اکیڈمی یو-کے/کھڑی شریف	مقصود پبلشرز جیلانی سنٹر، اردو بازار لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللّٰہ وعلی الک واصحابک یا حبیب اللّٰہ

اَللّٰھُمَّ افۡتَحۡ عَلَیۡنَا حِکۡمَتَکَ وَانۡشُرۡ عَلَیۡنَا رَحۡمَتَکَ یَا ذَاالۡجَلَالِ وَالۡاِکۡرَام

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ ہم پر علم وحکمت کے دروازے کھول دے اور ہم پر اپنی رَحمت نازل فرما ۔ اے عظمت اور بزرگی والے ۔(مُستطرَف، جلد ۱ صفحہ ۲۹)

رَبِّ یَسِّرۡ وَلَا تُعَسِّرۡ وَتَمِّمۡ بِالۡخَیۡرِ

نام کتاب : افکار میاں محمد بخش

ترتیب وتدوین : میاں ذوالفقار احمد قادری، شہباز علی قادری

بمقام پھرا کھٹانہ ڈاکخانہ فتح پور تحصیل وضلع گجرات

Ph:03006266240

سلسلہ وار اشاعت اول : 2025ء

کمپوزنگ : محمد سدھیر سائیں

زیر اہتمام : میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ اکیڈمی یو کے/کھڑی شریف

ناشر : مقصود احمد شرقپوری (0333-4320521)

ملنے کا پتہ : مقصود پبلشرز جیلانی سنٹر احاطہ شاہدریاں اُردو بازار، لاہور

قادری پرفیومر، دربار عالیہ کھڑی شریف (03465034356)

رضا بک شاپ، فوارہ چوک گجرات (03006203667)

آس امید پبلی کیشنز انڈس وزڈم، شاپ نمبر ۱۳

لوک ورثہ میوزیم، اسلام آباد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انتساب

اپنے جدِ امجد

حضرت میاں محمد بخشؒ کے برادرِ اصغر

حضرت میاں علی بخشؒ

کے نام

قطعہ تاریخ اشاعت

افکارِ میاں محمد بخش: مستی حسن

2025ء

آنکھ بینا ، دل اگر بیدار ہے — پڑھ! اسے پڑھنے کو تو تیار ہے
یہ کتاب ذوالفقار و شاہباز — کنز دانش ، مخزن اسرار ہے
معرفت ہے، علم ہے، ادراک ہے — یہ محبت ہے، ولا ہے، پیار ہے
رومی کشمیر کا ہے اعتراف — اور اُن سے عشق کا اظہار ہے
صوفیانہ فکر کی حامل ہے یہ — یہ تصوف کا حسیں مینار ہے
اس کا ہر ہر لفظ ہے روشن چراغ — صفحہ صفحہ جلوہٴ انوار ہے
ایسی تصنیفات کا لکھنا عروسؔ — کیا بتاؤں کس قدر دشوار ہے
سال کے بارے میں کرتے ہو سوال — سال اس کا "مظہرِ افکار" ہے

1447ھ

صاحبزادہ محمد نجم الامین عروسؔ فاروقی

مونیاں شریف (گجرات) پاکستان

فہرست

	عنوان	مصنف	صفحہ
☆	پیش لفظ	ادارہ	07
	اکابرین کے کلام سے حضرت میاں محمد بخشؒ کے کلام کی مماثلت	میاں ذوالفقار احمد قادری	09
☆	حضرت میاں محمد بخش صاحبؒ کی تصانیف کا مختصر تعارف	شہباز علی قادری	48
☆	عقیدہ ختم نبوت اور حضرت میاں محمد بخشؒ	شہباز علی قادری	95
☆	سالارِ تحریک پاکستان حضرت میاں محمد بخشؒ	کرنل سعادت علی جنجوعہ	139
☆	مثنوی ''سفر العشق'' ایک فکری جائزہ	ملک محمد یحییٰ اعوان	150
☆	تشریع وسیلہ وتردید منکرین اور تاجدارِ کھڑی شریف	مفتی عزیز اللہ جلالی	165

☆	عجائباتِ سیف الملوک	محمد زاہد اکرم	189
☆	قید اور قید خانہ، سیف الملوک کی روشنی میں	محمد زاہد اکرم	211
☆	حضرت میاں محمد بخشؒ اور حضرت قاضی سلطان محمود قادری قدس سرہ	سید محمد عبداللہ قادری	227
☆	میاں محمد بخشؒ کا فلسفۂ عشق	ڈاکٹر واصف لطیف	237
	فتنوں کی علمی سرکوبی میں حضرت عارفِ کھڑی محدث کشمیری میاں محمد بخشؒ کا کردار	مفتی حسن رضا یلدرم	244

پیش لفظ

"افکار حضرت میاں محمد بخش ﵀" کے عنوان سے یہ سلسلہ وار اشاعت کی کاوش قارئین کی خدمت میں حاضر ہے۔ جس میں علمائے کرام اور محققین کے تحقیقی مقالہ جات اور مختلف عنوانات پر مضامین شامل ہیں۔ اس شمارے کے حوالے سے چند ضروری گزارشات اور اصول وضوابط درج کیے جا رہے ہیں:

1- یہ شمارہ بغیر کسی تخصیص میعاد کے سلسلہ وار جاری کیا گیا ہے جس میں مدت کا کوئی تعین نہیں کیا گیا بلکہ جب بھی تحقیقی مضامین کا مجموعہ میسر ہو جایا کرے گا اگلے شمارے کی اشاعت سلسلہ وار ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ

2- اس شمارے کا بنیادی مقصد حضرت میاں محمد بخش ﵀ کی تعلیمات و افکار کو عوام الناس تک پہنچانا مقصود ہے۔

3- کچھ ایسے نایاب تحقیقی مضامین جو بہت پہلے کہیں نہ کہیں کسی شمارے وغیرہ میں شائع ہو چکے ہیں اور اب میسر نہیں ہو رہے، ایسے نادر و نایاب مضامین کی اشاعت نو کر کے عوام الناس کو مستفید کیا جا سکے گا۔

4- بعض محققین نے حضرت میاں محمد بخش ﵀ پر اپنے ذوق سے کام تو مکمل کیا ہوا ہے مگر اشاعت کی کوئی سبیل نہیں ہو سکی تو ایسے مضامین بھی سلسلہ وار شائع کیے جا سکیں گے۔

5- ہر قلم کار اپنی تحقیق اور دلائل کا خود ذمہ دار ہو گا۔

6- یہ شمارہ بطور فلاحی و اصلاحی بنیادوں پر شائع کیا جا رہا ہے جس کا مقصد محض فلاح انسانیت اور تعلیمات حضرت میاں محمد بخش ﵀ کو عام کرنا ہے۔

7- تمام پبلک اور گورنمنٹ کی لائبریریوں کے لیے فری ہو گا۔

8- اس شمارہ کا ایک بنیادی مقصد یہ بھی ہے کہ حضرت میاں محمد بخش ﵀ پر نئی جہتوں سے تحقیقی کام کا ابلاغ ہو سکے۔

9- اس شمارہ کی اشاعت پر تمام اخراجات میاں ذوالفقار احمد قادری صاحب نے اپنے ذمے لیے ہیں اس کار خیر پر اللہ تعالیٰ ان کی صحت، رزق و عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

میاں ذوالفقار احمد قادری
کھڑی شریف

اکابرین کے کلام سے حضرت میاں محمد بخشؒ کے کلام کی مماثلت

بابا جی حضرت میاں محمد بخشؒ کے کلام پر اہل علم، نظر، فکر و دانش کئی دیوان اور دفتر بھر سکتے ہیں کیونکہ اہل بصیرت کی عمیق نظری سخن فہمی کی گہرائیوں تک پہنچ سکتی ہے عارف کامل کے کلام کی تفسیر وتشریح حقیقتاً اسی پائے کی ہستی ہی کرسکتی ہے۔

میں شکرگزار ہوں ان حضرات (مفتی عزیز اللہ جلالی، مفتی حسن رضا یلدرم، ڈاکٹر واصف لطیف، مولانا زاہد اکرم اعوان، ملک محمد یحییٰ، کرنل سعادت جنجوعہ اور شہباز علی قادری) کا جنہوں نے اس پہلے ضمیمے میں اپنا اپنا حصہ نہایت احسن طریقے سے ڈالا ہے۔

میں اپنی کم علمی بے عملی کے باوجود اس خاندان کا فرد ہونے کی حیثیت سے اپنا فرض سمجھتے ہوئے بابا جی کی اس پاک محفل میں اپنے چند بے ربط جملوں سے حصہ ڈال رہا ہوں۔ ابتداء کر رہا ہوں سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی کتب (Pearls of Heart and Mukhtasar fi Ilm Din) سے:

جناب غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایمان کی تین اقسام ہیں:

پہلی قسم یہ ہے جب تمہیں خود تجربہ ہوتا جس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا دل اتنی مضبوطی سے ایمان پر یقین رکھتا ہے کہ اگر ساری دنیا بھی اس کے مخالف ہو

تب بھی تمہارے دل میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہوگا یہ حالت اسی وقت ہوگی جب تمہاری عبودیت کی خدمت کا صلے میں الوہیت کے نور کی شفاعتیں تمہارے دل کو روشن کر دیں گی۔

اس مجلس دا محرم ہو کے فیر نہ مڑدا کوئی
جو ایہ مست پیالہ پیندا ہوش کھڑاندا ہوئی

دوسری قسم استدلالی ہے یعنی دلیل کے ساتھ تم اللہ تعالی کی موجودگی کا اقرار کرو گے مثلاً یہ زمین، ستارے، سمندر، حیوان اور انسانوں کا خالق بھی تو کوئی ہوگا یعنی ان چیزوں کی موجودگی سے پتہ چلے گا یعنی الخالق القدیر موجود ہے اس قسم کا یقین بھی مضبوط ہے مگر پہلی قسم جتنا نہیں۔

صنعت دا کجھ انت نہ لبھدا نظر کرو جس جائی
دھن اوہ قادر سرجنہارا جس سبھ چیز بنائی

تیسری قسم تقلیدی ہے جس میں آپ بلا چوں چراں والدین معاشرے اور علماء کے بتائے ہوئے پر ایمان تو لے آتے ہو مگر خود کوئی علم حاصل کر کے تحقیق نہیں کرتے اس سے مشکل وقت یا موت کے وقت آپ کے ایمان خطرے میں ہوتا ہے یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔

ولایت:

"اللہ کے ولی لوگوں کے معاملے میں اندھے ہوتے ہیں جب ان کے دل اللہ کے قریب ہوتے ہیں اس وقت وہ کسی اور کی بات نہ سنتے ہیں نہ ان کی طرف دیکھتے ہیں اللہ کا قرب ان کو مسحور اور گرویدہ کر دیتا ہے اور اللہ کا خوف انہیں ان کے تمام نفس سے بلند کر دیتا ہے محبت انہیں اپنے محبوب کی موجودگی کے ساتھ

باندھ دیتی ہے۔ وہ اس وقت جلال کی صفت اور جمال کی صفت کے ظہور کے درمیان ایک مقام پر ہیں نہ دائیں جا سکتے ہیں اور نہ بائیں ان کے پاس ایک سامنے ہے جس کے اطراف میں کچھ نہیں انسان جن فرشتے اور دیگر تمام مخلوقات ان کی خدمت میں ہیں علم وحکمت ان کی سواری کے وسائل ہیں اور شریف اخلاق ان کی غذا قربت کی دوستی ان کی پیاس بجھاتی ہے وہ اللہ کے فضل سے کھاتے ہیں اور دوستی کی شراب سے پیتے ہیں عام لوگوں کی بات کی طرف توجہ نہیں ہوتی ہاں وہ ایک وادی میں ہیں جبکہ عام لوگ دوسری وادی میں ہیں وہ لوگوں کو وہی کرنے کا حکم دیتے ہیں جو اللہ نے حکم دیا ہے انبیاء کے نمائندے کی حیثیت سے وہ لوگوں کو ان کاموں سے منع کرتے ہیں جنہیں اللہ نے منع کیا ہے۔ حقیقت میں یہ انبیاء کے وارث ہیں ان کا واحد مشغلہ لوگوں کو حق کے دروازے کی طرف رہنمائی کرنا ہے وہ چیزوں کو صحیح جگہ پر رکھتے ہیں اور حکمت کے ساتھ عمل کرتے ہیں وہ نیک لوگوں کو ان کا حق دیتے ہیں اور کسی کو اس کے حق سے محروم نہیں کرتے اور اپنے لیے کچھ نہیں رکھتے وہ صرف اللہ سے محبت کرتے ہیں اور صرف اللہ کے لیے نفرت کرتے ہیں ہاں تمام چیزیں اللہ کے لیے ہیں اور کسی کے لیے نہیں۔

اگر یہ اعلیٰ خصوصیات جنہیں ہم نے اوپر بیان کیا ہے کسی میں مکمل ہو جائیں تو اس کے لیے اللہ کی قربت مکمل ہو جائے گی اور نجات اور کامیابی کے دروازے اس کے لیے کھول دیے جائیں گے انسان جن فرشتے زمین اور آسمان پھر اس سے محبت کرنے لگیں گے" (Pearls of Heart Page 07)

باباجی فرماتے ہیں:

صفت عشق دی کی کجھ دساں وس نہیں کجھ میرے
نال محبت فرماوے تم میرے ہم تیرے

صفت عشق دی وچ قرآنے رب سچے فرمائی
والذین امنو اشد حبا پکی مہر لگائی

غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اب تمہیں مخاطب کرتا ہوں اے منافق! اے بدبخت شخص! جو حق کے رب کو بھول گیا اور مخلوقات اور جاری وسائل کی خدمت میں مصروف ہے تمہارے اندر کی برائیوں کے باوجود جو تم اپنے باطن میں رکھتے ہو تو تم اولیاء کے مقام کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہو یہ کوشش بے کار ہے کیونکہ تمہارے اندر کوئی شرافت اور عزت نہیں تمہیں سب سے پہلے رب کے سامنے صحیح طریقے سے جھکنا ہوگا پھر توبہ کرنی ہوگی پھر ان خاص موضوعات کو سمجھنا ہوگا اور انہیں خلوص دل سے مکمل اپنانا ہوگا ورنہ تم صحیح راہنمائی حاصل نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو براہ راست وحی کے ذریعے ہدایت دیتا ہے جبکہ ولیوں کو اپنے الہام کے ذریعے تعلیم دیتا ہے۔ بلاواسطہ رابطہ سے مراد الہام ہے جو اولیاء کے دلوں میں پیدا کی جاتی ہے۔ اللہ کے ولی پیغمبروں کے وارثان اور نائب ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے ولی روحانی مقام پر اس کی موجودگی میں صحیح رویے کے مقام پر رہتے ہیں۔ وہ حق کے رب کی واضح اجازت کے بغیر کوئی حرکت نہیں کرتے اور ایک قدم نہیں اٹھاتے جب تک ان کے دلوں میں واضح اجازت نہ پیدا ہو" (Pearls of Heart Page 108)

کم نہیں انبر کردا سر اُسدے بدنائیں
سب کم مرد اللہ دے کردے حکم کریندا سائیں
قلم ربانی ہتھ ولی دے لکھے جو من بھاوے
مردے نوں رب قوت بخشی لکھے لیکھ مٹاوے

جناب غوث پاکؓ فرماتے ہیں:

اے میرے نوجوان بھائی! حق کے راستے کے مسافر جب تم صبر کے تکیے پر جھک گئے ہو اپنے اپ کو قناعت کی تلوار سے لیس کیا اور مکمل یقین کے ساتھ ان لمحوں کا انتظار کیا جو خوشی اور مسرت لائے ہیں تو اب تمہیں تقدیر کی سختیوں کے باوجود بغیر کسی تردد کہ عبادت گزار بندے کی سمجھ کے ساتھ سونا چاہیے یعنی آرام کرنا چاہیے۔ اگر تم اس درجے کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کثرت رحمت اور فضل سے جو سب کچھ مقدر کرتا ہے اور اپنی تقدیر میں کبھی غلطی نہیں کرتا تم پر ہر ایسی چیزیں نازل کرے گا جن کی تم خواہش بھی نہیں کر سکتے۔

اے میرے بھائی! عبدی خوشیوں کے امیدوار جب کوئی بیماری تمہیں آتی ہے تو تمہیں مہمان نوازی کے ساتھ اسے خوش آمدید کہنا ہے جب تک علاج نہ ملے تمہیں پرسکون اور پر امید رہنا چاہیے پھر جب علاج مل جائے تو تمہیں اسے شکر کے ساتھ قبول کرنا چاہیے یہ مت بھولو کہ اللہ ہی حقیقی شفا دینے والا ہے۔

جب تم اس روحانی حالت کے درجے پر پہنچ جاؤ گے تو تم عارضی زندگی سے نمٹنے کے صحیح طریقے کو حاصل کرلو گے" (Pearls of Heart Page 101)

صبر کریں نا اُمید نہ ہونویں پاسیں اجر جنابوں
مِٹھے کم ہونون رحمانی بہتر کارشتابوں
صبر کریں تاں اجر ملے گا آئی خبر کتابوں
صبر اوتارے قفل محمد ہر ہر مشکل بابوں

غوث پاکؓ فرماتے ہیں:

تقدیر کے حکم کے ساتھ قناعت

(1) اللہ کے احکامات کی بلا ہچکچاہٹ تعمیل کرنا۔

(2) ہر اس چیز سے بچنا جو اس نے حرام قرار دی ہے۔

(3) تقدیر کے فیصلے سے ہم آہنگی کا مظاہرہ کرنا۔

جی ہاں ایک حقیقی مومن کا طرز زندگی اور اپنے معاملات کو سرانجام دینے کا طریقہ ان تین اصولوں سے خالی نہیں ہوگا اس کا مطلب یہ ہے کہ سب سے صحیح راستہ یہ ہے کہ اپنی خواہشات کو اپنے دل اعضاء اور جسم کے ہر حصے کو ہر صورت اور ہر حالت میں ہر وقت اس کے فیصلے کے مطابق ہم آہنگ رکھا جائے۔

یہ حضرت علیؓ کا قول ہے اخلاص کے بغیر خلوص نہیں اور خلاصی کے بغیر لوگوں سے علیحدگی نہیں لہٰذا ہر ایک پر لازم ہے کہ وہ اپنے عمل اور نیت میں خلوص رکھے نیت عبادت کے اعمال کی روح ہے لہٰذا اگر نیت صحیح نہیں تو عمل بھی درست نہیں ہوگا جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے انہوں نے مزید فرمایا اللہ تمہاری ظاہری شکل وصورت کو نہیں دیکھتا نہ ہی تمہارے اعمال کو بلکہ وہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے انہوں نے مزید فرمایا ہر انسان کا اس کی نیت کے مطابق حساب لیا جاتا ہے۔

(Mukhtasar fi Elim ud Din Page 64)

کامل عشق خدایا بخشیں غیر ولوں مکھ موڑاں
ہکو جاناں ہکو تکاں ہکو آکھاں لوڑاں

اسی کتاب کا دوسرا حصہ روحانی راستے طریقت کے علم سے متعلق ہے جو کہ ایک خول کی حیثیت سے اس مقدس قانون یعنی قانون شریعت کو محفوظ اور صحیح سلامت رکھتا ہے اسی وجہ سے حضرت جنید بغدادی کا قول ہے تمام روحانی راستے بند ہیں سوائے ان کے جو اللہ کے رسول کے حکم کی پیروی کرتے ہیں۔

حضرت جنید بغدادیؒ کے مطابق دو قسم کے علم حقیقی ہیں۔

عبدیہ (عبودیت) کا علم اور ربوبیہ (ربوبیت) کا علم باقی سب نفس کی خواہشات کے سوا کچھ نہیں بندگی کا علم قانون شریعت کا علم ہے ربوبیت کا علم روحانی راستے کا علم ہے (Mukhtasar fi Elim ud Din Page 53)

علمے کارن آدم کیتا محرم یار یگاناں
آہے ملک عبادت جوگے کی حاجت انساناں
اٹھے پہر عبادت اندر رہندا نت کھلوتا
عشق حقیقی ہویا مجازوں ہر میلوں دل دھوتا

جناب غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اے میرے نوجوان بھائی! پوری زندگی دو اقوال پر مشتمل ہے ایک قدم اس دنیا میں دوسرا آخرت میں تمہارے ایک قدم کا تعلق تمہارے ساتھ ہے اور دوسرے کا تعلق تمہاری ساتھی مخلوق سے ہے تمہیں اپنا قدم اٹھانا ہوگا لیکن اس کی تکمیل اللہ کی طرف سے ہوگی ہاں آغاز تمہارے اختیار میں ہے لیکن منزل تک پہنچانا اللہ کے اختیار میں ہے:

دنیا کھیتی آخر سیتی خود حضرت فرماوے
جیسا اس وچ بیجے کوئی ویسا ہی پھل پاوے
دانشمنداں دا کم نائیں دنیا تے چت لاناں
اس وہٹی لکھ خاوند کیتے جو کیتا سو کھاناں

جناب غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ارے تم جو جہالت کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہو میرے پاس یہ بات تم سب کے لیے ہے تمہیں باعمل علماء کی مجلس میں آداب اور اچھے اخلاق کے ساتھ شریک ہونا چاہیے مجلس میں مکمل شائستگی کے ساتھ بیٹھنا چاہیے ایسا کرتے

ہوئے ان سے بحث کرنے سے گریز کرنا چاہیے ان سے سیکھنے ان کے علم سے فائدہ اٹھانے اور ان کی برکت حاصل کرنے کے لیے تمہیں مستقل طور پر ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

ان لوگوں کی مجلس میں جنہیں باطنی علم حاصل ہے باادب اور خاموشی اختیار کرتے ہوئے استفادہ حاصل کرنا چاہیے۔ زاہدوں کے ان عمدہ روحانی مقامات کی تمنا کرتے ہوئے تمہیں ان کی مجلس اختیار کرنی چاہیے۔ جب کوئی اللہ کو جان لیتا ہے تو وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں وہ اپنے نفس کی زبان اپنی فطری تخلیق کی زبان اپنی خواہشات کی اور آخر کار اپنی پوری ذات کی زبان سے بات کرتا ہے جہاں تک اُس کے دل کی گہرائیوں اور جوہر کی بات ہے وہ زبان ادب اور اطاعت کے ساتھ قابو میں رہتی ہے اور براہ راست مشاہدہ کے ذریعے گفتگو کرتی ہے:" (Pearls of Heart Page 109)

جے سوحیلے باجھ وسیلے کریئے نال دلیلے
بھار بیڑی دا پار نہ جاندا باجھ ملاح رنگیلے
نال ملاح صلاح ملائیں ٹھیل ندی وچ بیڑا
پیر بناں تدبیر نہ کوئی جھوٹا ایہو جھیڑا

خلوت کے روحانی معنی:

غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"خلوت کا مطلب تمام چیزوں سے الگ ہونا اور پاکیزگی کا عمل ہے جب تمہاری اندرونی دنیا پاک ہو جائے اور دنیاوی چیزوں سے الگ ہو جائے تو آخر کار تمہیں ایک روحانی حالت میں پہنچنا ہے جس کا اس دنیا آخرت اور اللہ کے سوا

کسی اور چیز سے تعلق نہیں یہ انبیاء اولیاء اور نیک کاروں کا اختیار کردہ پاکیزگی کا راستہ ہے۔

اپنے باطن کے کان سے سنو میری رائے میں نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اس عبادت گزار بندے کی مسجد میں صرف جسمانی طور پر قید سے بہتر ہے۔ اگر تم اپنے اخلاق اور رویے کو بہتر بنانے کے لیے تیار نہیں ہو تو تمہاری اللہ کے ساتھ اطاعت محض الفاظ پر مشتمل ہے اگر ایسا ہے تو تمہیں اعلیٰ اقدار اور رویے والے گھر سے ذلیل وخوار حقیر سمجھا جائے گا اچھے اخلاق کا مالک وہ ہے جو اپنے کردار اور رویے کو درست کرتا ہے اور اللہ کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے تو تب تمہیں اخلاق اور شائستگی کے ساتھ اس گھر میں عزت و وقار کے ساتھ بٹھایا جائے گا":

(Pearls of Heart Page 114)

کار کریں جو کہے کاریگر کریں انکار نہ کاروں
عملاں تے دھر آس نہ ذرہ فضل منگیں سرکاروں
بندگی دی پرواہ نہ اس نوں گھاٹا نہیں گناہوں
زہد عبادت تائیں ہوندے جاں کھلے درگاہوں

مقدس جدوجہد (نفس کے خلاف)

غوث پاک ﷜ فرماتے ہیں:

"اے حق کے رب کے دروازے پر بندے تمہیں اپنے نفس اور اس کی ناجائز خواہشات کو چھوڑ دینا چاہیے تمہیں وہ مٹی بننا چاہیے جیسے اولیاء کی جماعت کے قدم روندتے ہیں۔ جو اللہ کی وحدانیت کو تسلیم کرتا ہے وہ زندہ ہے۔ کافر جو اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے وہ مردہ ہے اللہ اسی جانب اشارہ کر رہا تھا جب اس نے

فرمایا: میری مخلوق میں سب سے پہلے مرنے والا ابلیس تھا:

نفس فسادی مارن کارن کس لے کمر جواناں
آسا دا پھڑ عاصا ہتھ وچ ہو جا شیر تواناں
ظالم نفس اپنے نوں جے کوئی قابو وچ لیاسی
خاک رلے وچ خاک محمد سونا قیمت پاسی

اے عالم دین! اس بات پر خوش ہونے سے بچو کہ تمہیں عالم علامہ مفتی کہا جائے اور عمل کے بغیر مطمئن رہو جب تم اپنے آپ کو عالم کہتے ہو لیکن علم پر عمل نہیں کرتے تو تم ایک قسم کا جھوٹ بول رہے ہو اس علم کا کیا فائدہ جو عمل کے دائرے میں نہ لایا جائے تمہارا ضمیر کسی ارادہ کرنے کا حکم دینے کی منظوری کیسے دے سکتا ہے جو تم خود نہیں کرتے یا کسی اور کو وہ کام کرنے کا حکم کیسے دے سکتا ہے جو تم خود کرنے کے قابل نہیں ہو۔" (Pearls of Heart Page 121)

اللہ نے فرمایا اے ایمان والو تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو تم نہیں کرتے یہ اللہ کے نزدیک نہایت ناپسندیدہ عمل ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔ (القرآن 61:2)

غوث پاک ﷜ فرماتے ہیں:

"ایک رات میں عاجزی انکساری سے یہ دعا مانگ رہا تھا میرے اللہ مجھے اس چیز سے محروم نہ رکھ جو میرے لیے فائدہ مند اور تیرے حکم کے باہر نہ ہو میں یہ جملہ دہراتے سوگیا تو خواب میں کسی نے مجھ سے یہ کہا تو تم بھی اس کام سے باز نہ آؤ جو تمہیں فائدہ پہنچاتا ہے اور اس کام سے ہوشیار ہو جو تمہیں نقصان پہنچاتا ہے" (Pearls of Heart Page 121)

اک علم دے زورں کردے سو بھی ظاہر دِسدا
جس پر ہوئے عطا الٰہی سخن نہ چھپدا تسدا
دور کیتے اس شہروں باہر پھردا عقل بے چارا
جس ایہہ سِرّ ذرہ اک لدھا ہر تھیں ہویا نیارا

عصر حاضر کے بعد نام نہاد پیر طریقت رہبر شریعت کے بارے میں یہ فرمایا:

سبز لباس فقیراں والا سر ٹوپی گل الفی
باہروں دسے بھیس اجالا اندر کالا کلفی

اخلاص:

حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

"اے میرے نوجوان بھائی! تمہیں اپنے تمام اعمال میں اپنی نیت کو پاکیزہ بنانا چاہیے کیونکہ نیت عبادات کے اعمال کی روح ہے اگر نیت دوست نہ ہو تو عمل بھی درست نہیں ہوگا نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے اعمال کا دارومدار صرف نیتوں پر ہے ہر انسان کو اس کی نیت کے مطابق بدلہ دیا جائے گا اور آگے مزید فرمایا اللہ تمہاری ظاہری شکل و صورت کو نہیں دیکھتا نہ ہی تمہارے اعمال کو بلکہ وہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے پھر فرمایا اعمال کی جزا نیتوں پر منحصر ہے":

ہک زاہد ہک صوفی مفتی بندے ہک نمازی
ہکناں روزے دار کہایا شیخی بے اندازی
شیخ شیوخ مربی مرشد پیر بنے ہک بھارے

ہکناں طلب بہشت ونجن دی ہک دوزخ ڈر مارے
ہکناں مدھ محبت والا پیتا پور پیالے
مست بیہوش وتن وچ گلیاں نہ ہوش سنبھالے

توبہ:

اے میرے نوجوان بھائی! تمہیں اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرنی چاہیے تمہیں توبہ کو مشغلہ بناتے ہوئے جلدی کرنی چاہیے کیونکہ توبہ روحانی راستے کا پہلا دروازہ ہے مسافروں کا پہلا قدم خوش نصیبوں کے نجات کا آغاز ہے۔توبہ کا مطلب گناہ چھوٹے ہوں یا بڑے دنیا میں انہیں دوبارہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرنا اور اللہ کے حضور شرمندگی کے ساتھ لوٹنا ہے۔نیک لوگوں میں سے ایک نے کہا ہے گناہ زخموں کی مانند ہے اور توبہ کے ذریعے ہی ان زخموں کا علاج ہے۔توبہ دل کا عمل ہے اور باطن کی ایک حالت ہے اللہ کے بندے کو زندگی بھر مسلسل توبہ کرتے رہنا چاہیے اور اسے اس بات سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے کہ وہ نیک اعمال کر رہا ہے اسے ہمیشہ اپنے نیک اعمال میں کسی کمی کے لیے اپنی نیتوں میں کسی عدم اخلاص کے لیے اور اپنے دل کو اللہ کی طرف سے ہٹانے والی کسی چیز کے لیے توبہ کرنی چاہیے۔

توبہ شیطان کے خلاف ایک ہتھیار ہے یہ دنیا اور آخرت دونوں میں خوشی کی کنجی ہے یہ غم اور دکھ کو دور کرتی ہے اور رحمت والے رب کے قریب لے آتی ہے":

میں غافل گمراہ تیرے تھیں بندہ پر تقصیراں
نہیں عبادت تیری کیتی مگر پھراں تصویراں
تیرا نام غفور سنی دا بخشیں میں خدایا
ملکہ خاتوں نوں لے جاواں دیو میرے ہتھیارا

اوکھی گھاٹی مشکل اندر تدھ بن کوئی نہ والی
آپ سبب نال سبباں غموں کریں خوشحالی

تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا جو لوگ میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔ (القرآن 60:40)

اس چیز کی خواہش نہ کرو جس کے ذریعے اللہ نے تم میں سے بعض کو دوسروں پر فوقیت دی ہے مردوں کو ان کے اعمال کے مطابق حصہ دیا گیا ہے اور عورتوں کو ان کے اعمال کے مطابق حصہ دیا گیا ہے اللہ سے اس کے فضل کی دعا کرو اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔(القرآن 32:4)

باغ چراغ عشق دا میرا روشن کر دے سینہ
دل دے دیوے دی روشائی جاوے وچ زمیناں
طبع میری دا نافہ کھولیں ملکیں مشک دھمائیں
سن سن مغز معطر ہونون بو عشق دی پائیں

نیک اعمال کی ترغیب:

جب تم کہتے ہو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم گواہی دے رہے ہو اگر تم سے پوچھا جائے اس کی دلیل اور ثبوت کیا ہے تو تم کیا جواب دو گے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں کی گواہی اور دلیل اللہ کو ماننا اور اللہ کے رسول اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو تسلیم کرنا۔(Pearls of Heart Page 139)

اوّل حمد ثناء الٰہی، جو مالک ہر ہر دا
اس دا نام چتارن والا، ہر میدان نہ ہردا

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْكَوْن، آیا شان اوہناں دے
جن انسان غلام فرشتے، دوئے جہان اوہناں دے

ایمان:

رستہ چھوڑ نبی دا ٹریاں کوئی نہ منزل پگدا
جے لکھ محنت ایویں کریئے کلر کول نہ اُگدا

گواہی کا ثبوت اللہ کی اطاعت اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور سنت کی پیروی میں ہے جب تک تم اس اقرار کے مطابق عمل نہیں کرتے صرف زبانی اظہار تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا اور حقیقت عمل کے بغیر تقریر علم اور اخلاص کے بغیر سنت قابل قبول نہیں۔ تمہارا ایمان تب مکمل ہو گا جب تم اللہ کے احکامات پر عمل کرو گے حرام چیزوں سے بچو گے تقدیر کے فیصلے قبول کرو گے یہ ایمان اور گواہی کا واضح ثبوت ہے:

خاص انسان انہاں نوں کہیئے جہناں عشق کمایا
سر دھڑ نال نہ آدم بن دا جاں جاں سر نہ پایا
شان انسان جوان بھلے دا ملکاں نالوں آگے
کھول نہیں ایہ گل محمد مت کوئی جھگڑا لگے

ظلم:

اے حق کے راستے کے مسافر! تمہیں نہ اپنے آپ پر ظلم کرنا چاہیے نہ کسی اور پر اس کی وجہ یہ ہے کہ ظلم دل کو سیاہ کر دیتا ہے چہرے کو آلودہ کر دیتا ہے قیامت کے دن اللہ کے حضور پیش کیے جانے والے اعمال نامے کو خراب کر دیتا ہے ظلم بدقسمت لوگوں کا ساتھی ہے ظلم کی تاریخی حالت افسوسناک ہے۔ تمہیں اپنی

مخلوقات کی نامناسب باتوں اور بداعمالیوں سے دور بھاگنا چاہیے تمہیں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ نہ تو ظلم کا شکار بنو اور نہ ہی ظالم بنو یہاں تک کہ جب تم طاقت کے کسی منصب پر ہو تب بھی تمہیں ظالم بننے سے بچنے کے لیے سخت محنت کرنی چاہیے مظلوم بن جاؤ ظلم برداشت کرلو مگر ظلم مت کرو یعنی ظالم نہ بنو:(Pearls of Heart (Page 149

بادشاہاں نوں پچھ ہووے گی مظلوماں دے حالوں
کبھی رب وڈیایا تینوں دے عزت اقبالوں
توں ڈاڈا ایہ لسے کیتے تیرا شان ودھایا
کیوں تدھ عدل انصاف ناں کیتا باطل حق رلایا

یونانی فلاسفر افلاطون کا بھی قول ہے کہ انسان کو ناپنے تولنے کا پیمانہ یہ ہے کہ وہ طاقت کا استعمال کیسے کرتا ہے۔

جناب غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نوافل نماز کا تعلق فرض نماز اور حب الٰہی کے درمیان واسطے کا ہے چونکہ مرشد کامل ہی عشق حقیقی کے راستے کا ساتھی اور رہنما ہے۔(Mukhtasar fi Ilm Din Page 32)

باباجی فرماتے ہیں۔

صحبت مجلس پیر میرے دی بہتر نفل نمازوں
ہک ہک سخن شریف اوہناں دا کردا محرم رازوں

حضرت پیرا شاہ غازیؒ کا نسب

حضرت پیرا شاہ غازیؒ کے نسب سے متعلق اکثر مجھ سے یہ سوال ہوتا ہے۔ کافی عرصہ سے مصنفین اس موضوع پر قیاس آرائیاں کرتے چلے آرہے ہیں

جیسا کہ خوشبوئے فقر کے مصنف خلیل ثاقب اپنی کتاب کے صفحہ 211 پر لکھتے ہیں:

"اس عرصہ میں ایک دن ایسا بھی آیا کہ آپ نے اپنے رب کے سچے عشق میں گھر بار اور اہل و عیال سب کچھ ترک کر دیا دین محمد جو ابھی بچا تھا اسے اپنا متبنّیٰ بنا لیا اس کی والدہ کو بلایا اور فرمایا دیکھ یہ تمہارا بیٹا اب ہمارا ہے یہ ہمارے ساتھ ہی رہے گا تم ہمارے بیٹوں کا خیال رکھو اور ہم تمہارے بیٹے کا خیال رکھیں گے۔"

قیاساً تین ممکن وجوہات ہوسکتی ہے۔

1) حضرت پیرا شاہ غازیؒ کی دو شریک حیات تھیں اور دین محمد ایک پھیلگ بچہ ہو۔

2) دین محمد کی والدہ آپ کی بھوا ہو اور دین محمد بھتیجا ہو۔

3) شاید دین محمد کی والدہ آپ کی ہمشیرہ اور دین محمد بھانجا ہو آگے تحریر کرتے ہیں کہ یہ میرا ذاتی قیاس ہے اور میرا اجتہاد ہے جیسے دلائل کے ساتھ پیش کیا ہے ورنہ مجھے اس بات کو منوانے پر کوئی ضد نہیں ہے اور اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ:

چپ محمد جس کس پایا اسے بھید چھپایا

البتہ یہ بات یقینی ہے کہ دین محمد آپ کا سلبی بیٹا نہیں بلکہ منہ بولا بیٹا تھا" یہی موصوف اپنی دوسری کتاب میں تحریر کر رہے ہیں کہ دین محمد کی والدہ کو کہا تمہارا بیٹا ہمارا متبنّیٰ ہوا یہ ہمارے ساتھ رہے گا ہمارا وارث یہی ہے تم ہمارے بچوں کا خیال رکھو یہی موصوف صفحہ 42/43 پر اپنی تحقیق کے متعلق فرما رہے ہیں کہ جتنی تحقیق راقم الحروف نے کی ہے اور کوئی شخص نہیں کرسکا تاہم میں اسے حرف آخر قرار نہیں دیتا۔

"اسی کتاب میں صفحہ 27 پر ایک نوٹ میں لکھتے ہیں کہ ہمارے یعنی میاں خاندان کی کسی مقتدر شخصیت نے انہیں بتایا کہ دین محمد بابا پیرا شاہ کے فرزند تھے ممکن ہے ایسا ہی ہو لیکن میری تحقیق تا حال یہ بات پایہ ثبوت تک نہیں پہنچ سکی۔"

میں (ذوالفقار احمد قادری) نے خاندان کے دو بزرگ ہستیوں کو بچپن میں دیکھا ہے جن کے بچپن کے وقت بابا جی میاں محمد بخش ؒ ظاہری حیات تھے ایک میاں محمد عارف صاحب مرحوم اور دوسرے میاں غلام علی صاحب مرحوم دونوں حضرات کی عمریں 10 / 12 سال کے لگ بھگ تھی جب بابا جی میاں محمد بخش ؒ اس دنیا سے پردہ فرما گئے جبکہ میں نے بذات خود بچپن میں میاں غلام علی مرحوم سے بابا جی دمڑی والی سرکار ؒ سے ہمارے خاندان کے متعلق سوال کیا تو ان کا جواب تھا بابا دمڑی والی سرکار کو بابا کہتے تھے شاید سید ہیں ہم گوجر ہیں ہمارا تعلق بابا کے ساتھ مرید اور روحانی وارث دین محمد سے ہے۔

موصوف خوشبوئے فقر کے صفحہ نمبر 201 پر فرما رہے ہیں کہ "پیرا شاہ غازی ؒ کے دو فرزند تھے ایک کا نام ساون جی اور دوسرے کو پھلگ قرار دیتے ہوئے ان کا نام میاں گوجر تھا بیان کر رہے اسی کے ساتھ یہ بھی دلیل پیش کر رہے ہیں کہ چونکہ نام کے ساتھ لفظ میاں ہے اس لیے فیملی نام میاں ہوگیا۔اس طرح صفحہ نمبر 207 ٹھٹھہ موسیٰ کا ذکر ہے اور ساتھ ہی ان کے عبداللہ نام کا ذکر کرتے ہوئے مذکور ہے کہ یوں تو ہر آدمی عبداللہ ہے مگر یہ کس طرح بگڑ کر پیرا شاہ بن سکتا ہے۔"

مقامات میاں محمد بخش ؒ کے مصنف طارق مجاہد جہلمی صفحہ 29,30 میں بجا طور پر تحریر کر رہے ہیں کہ ہمارا خاندان گجرات سے تعلق رکھتا تھا اور ہمارے جد امجد دین محمد دمڑی والی سرکار ؒ کے لے پالک تھے اصلی بیٹوں کے جگہ دین محمد روحانی وارث بھی قرار پائے اس بات کے ثقہ راوی (تذکرہ مقیمی صفحہ 28) میں

ایک ولی اللہ حضرت میاں محمد بخش ؒ خود ہیں خاندان کا تعلق گوجر پسوال کے قبیلہ سے ہے جسے شاہان گجر کے مصنف علامہ عبدالمالک لکھتے ہیں کہ پسوال اپنے آپ کو حضرت دحیہ قلبی کی اولاد کہتے ہیں ان کا مورث اعلیٰ ملک عرب سے ہند آیا یہی بات عرف عام میں اس وقت مشہور تھی اگر چہ کہ تحقیقی سند نایاب ہے sufi saints of kashmir کے مصنف سید اشرف شاہ صاحب صفحہ 39 پر رقمطراز ہیں حضور ﷺ کے دو صحابہ پہلی صدی ہجری میں کشمیر آئے اس کے بعد عرب Hameem نامی مسلم 97 ھ کی کشمیر آمد کا ذکر ہے گجر قبیلہ پسوال کا تعلق حضرت دحیہ قلبی سے ممکن تو ہوسکتا ہے مگر فی الحال اس کی تحقیق کا کوئی ثبوت میسر نہیں ہو سکا مگر Haris Author Rose in the glossary of the tribes and castes of Punjab and NWFP نے بھی یہی بات دھرائی ہے۔

(میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ ہمارا خاندان حضرت دحیہ کلبی کے نام
کا دم ابھی تک کرتا ہے کھانسی دمہ کے لیے) واللہ اعلم بالصواب

تذکرہ مقیمی میں درج ہے کہ دین محمد کے برادر خورد شہباز دمڑی والی سرکار ؒ کے مزار کے پاس بٹھا کر بیعت فرمایا واقعہ یوں ہے گلستانِ غازی قلندر کے مصنف مشہود الفاروق نے دیباچہ کے صفحہ اول پر تحریر کیا کہ یہ کتاب گلستانِ غازی قلندر میاں طارق مسعود اور میاں آفتاب احمد کی فرمائش پر تحریر کر رہے ہیں دوسرے پیرا گراف میں اپنی پشیمانی کا اظہار کر رہے ہیں۔اس کے بعد تذکرہ مقیمی میں حضرت میاں محمد بخش ؒ کے قول کا ذکر کرنے کے بعد یہ تحریر فرما رہے ہیں۔(گلستان غازی قلندر صفحہ 27،26)

"قارئین کرام اس حوالے سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت سرکار غازی قلندر کے احوال قلمبند کرتے وقت اگر میاں صاحب جیسی فاضل اور ولی کامل

ہستی نے آپ کی قومیت اور سن ولادت پر تبصرہ کرنے سے پرہیز فرمایا ہے تو کسی اور کی کیا مجال کہ وہ ایسا کرے"

مگر بدقسمتی سے مرحوم مصنف آگے جا کر اس پر عمل نہ کر سکے اور تحریر اور فعل کا تضاد صفحہ 33 پر میاں محمد بخش ؒ کے ہی خاندان کے دو افراد کو یکے از اولاد حضرت میاں پیرا شاہ غازی لکھ کر غازی قلندر کو ہمارے یعنی میاں خاندان کے جد امجد ثابت کر رہے ہیں جب میں نے استفسار کیا تو چونکہ مصنف اس دنیا میں نہیں ہے اس لیے اب میں ان کی مجبوری اور وضاحت کو اخلاقی طور امانت سمجھتے ہوئے اس کو افشاں کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت فردوس میں جگہ عطا فرمائے اور اس کی خاندان میاں محمد بخش ؒ کے ساتھ انتہائی عقیدت قبول فرمائے۔موصوف نے اسی کتاب کا مسودہ عزیزم معروف مرحوم کو بھیجا اس نے وہ میرے حوالے کیا تو اس میں موصوف مصنف کا مرشد کے در کی بجائے تذکرہ مقیمی کا ترجمہ کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ دین محمد اور شہباز صاحب دمڑی والی سرکار ؒ کے نسبی فرزند تھے۔ جب میں نے اسے بتایا کہ یہ ترجمہ غلط ہے تو پہلے یہ کہا کہ ان کے والد مرحوم محبوب علی پریشان نے ایسے ہی ترجمہ کیا ہے جب میں اسرار کیا کہ ترجمہ غلط ہے تو آخر کار یہ فقرہ تو اٹھا دیا مگر پھر بھی کچھ من گھڑت روایات میرے ہی تایا مرحوم میاں حاجی سلطان علی صاحب سے منسوب کی جو کہ اس وقت کم سنی عمر میں تھے کہ میاں محمد بخش ؒ کی محفل میں شرکت تو ہو سکتی ہے۔مگر سمجھ اور یاداشت کی ان کی عمر نہ تھی اس عمر کی صرف دو ہی ہستیاں جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے وہ میاں غلام علی صاحب اور میاں محمد عارف صاحب مرحوم تھے۔

مقامات میاں محمد بخش ؒ (طارق مجاہد) صفحہ 31 پر سبط الحسن ضیغم کی ان تحقیقات سے اختلاف کرتے ہیں کہ ملک محمد جہلمی نے میاں صاحب مرحوم کو

فاروقی النسل بنانے میں اپنا رانجھا تو راضی کر لیا مگر محققین کو مشکل میں ڈال دیا یہاں پر وہ میاں سکندر صاحب مرحوم کو اہل خانہ فرد ہونے کی وجہ سے یہ کہہ رہے ہیں کہ گھر کے بارے میں اہل خانہ کی بات کون جھٹلا سکتا ہے لیکن اس شخصیت کے متعلق آگے جا کر یوں رقم طراز ہیں جناب میاں سکندر نے جو بردہ شریف کا ترجمہ شامل اشاعت کیا وہ میاں محمد بخش ؒ کی تصنیف نہیں اگر میاں صاحب نے کوئی ترجمہ کیا ہے تو وہ یقیناً اس سے الگ ہوگا جو سامنے نہیں آیا مذکورہ قصیدہ شریف کا ترجمہ سید وارث شاہ صاحب کی تخلیق ہے۔

(الف) جناب ضیغم صاحب کی عبارت میں تضاد آ گیا اوپر کی عبارت میں میاں سکندر صاحب کو بطور دلیل پیش کر کے ضیغم صاحب نے اپنا رانجھا تو راضی کر لیا مگر نیچے کی دوسری عبارت میں اسی قول فیصل میاں سکندر کی تحقیق کو رد کر کے ان کے میاں صاحب کی تخلیقات پر نظر رکھنے کی کہانی کا ملیا میٹ کر دیا اور میاں صاحب کے احوال و آثار پر کام کرنے والے احباب کو مشکل میں ڈال کر میاں سکندر صاحب کو ثقہ راوی بنا دیا۔

"طارق مجاہد جہلمی مرحوم ایک اچھے نعت خواں اور مصنف تھے ان کی اکثر تصنیفات میں تحقیقات کا عنصر شامل ہوتا تھا جس کا مظاہرہ وہ اپنی ایک تصنیف تذکرہ غازی قلندر میں صفحہ 26 پر کرتے ہوئے ضروری بات کے عنوان کے نیچے لکھتے ہیں"

ملک محمد ٹھیکیدار قدس سرہ نے بلا شبہ تذکرہ مقیمی ترجمہ بوستان قلندری کے نام پر کیا ہے۔بہت عمدہ ہے مگر اس میں حضرت غازی قلندر قدس سرہ کہ فرزندان سے متعلق جو تذکرہ مقیمی میں ہے اس صفحے کا ترجمہ بوستان قلندری میں نہیں دیا:

وہ اپنی کتاب کے عنوان نسب نامہ پر یوں رقم طراز ہیں

"ابھی تک کوئی مکمل تحقیق معرض وجود میں نہیں آئی جس سے یہ یقین کیا جا سکے کہ حضرت دمڑی والی سرکارؒ کا تعلق فلاں خاندان سے ہے۔

1) ملک محمد ٹھیکیدار جہلمی نے بوستان قلندری حضرت دمڑی والی سرکارؒ کے تذکرہ کی ابتدا یوں کی ہے" دو ذکر حضرت سید پیر پیرا شاہ غازی دمڑی والاؒ" ممکن ہے ملک صاحب کے پیش نظر شجرہ شریف قادری قلندری کا مندرجہ ذیل ہو:

پیراں اندر پیر اُجالا حضرت پیراں شاہ جی دمڑی والا
باغ علی دا خوش گل لالہ دور کرے ڈر غفلت والا

اس کے علاوہ مقاماتِ محمود مؤلفہ نواب معشوق یار جنگ نے حضرت قاضی سلطان محمود آوانی کے حوالے سے بتایا کہ حضرت غازی قلندرؒ قاضی صاحب موصوف کے آباؤ اجداد سے تھے آپ کا نام عبداللہ ولد حفیظ اللہ ہے۔

مگر سبط الحسن ضیغم نے مقدمہ سیف الملوک میں مقامات محمود مؤلف کی اس تردید کر کے بتایا کہ حضرت غازی قلندر کا تعلق علوی قبیلہ سے ہے اس قوم کے افراد اپنے آپ کو علوی حضرت علی کی اولاد سمجھتے ہیں۔لیکن ہمارے نزدیک یہ شجرہ نسب کی بحث غیر مطئن ہے۔"

طارق مجاہد اسی کتاب تذکرہ غازی قلندر صفحہ 25 پر والد کے نام کے نیچے رقمطراز ہیں۔آپ کے والد کا نام نامی اسم گرامی دین گر ہے۔

مجھے ان کی مندرجہ ذیل تحریر سے تحقیق کی تشنگی اور اصل ماخذ تذکرہ مقیمی سے اختلاف کی وجہ سے اعتراض ہے۔

حضرت پیر سید ابوالکمال برق نوشاہی کے صرف مندرجہ ذیل اشعار:

کھڑی دیس اندر ضلع میر پور دے پیر شاہ غازی دمڑی والے
بابے دین گر دا لخت جگر سوہنا جام معرفت نال متوا لڑا اے

او شعاع حق بڑل تھیں نکل کے تے چک ٹھا کرے بن کے نور چمکی
دیس کھڑی دا نور و نور ہویا ایسی بن کے تجلی طور چمکی

بے شک عقیدت بھری رباعی ہے مگر بڑل اور دین گر کا نہ میں نے نہ ہمارے خاندان کے کسی فرد نے یہ ذکر پہلے کبھی سنا ہے نیز دین محمد مرید خاص اور ہمارے جد امجد کا نام ہے۔

حضرت پیر سید ابوالکمال برق نوشاہی کی رباعی کی تصدیق میں کوئی سند شامل نہیں اس طرح کافی مصنفین نے حضرت دمڑی والی سرکارؒ کے نسب کے متعلق قیاس آرائیاں کی ہوئی ہیں چونکہ بہت زیادہ تضاد اور کسی ثقہ راوی کی سند کی غیر موجودگی میں قارئین کسی حتمی فیصلے پر پہنچ نہیں سکتے آج کل کے سوشل میڈیا کے دور میں نہایت ہی متحرک میاں عمر اور مولانا شفیق جماعتی ہر دو حضرات کو تین مواقع دیے ہیں کہ اپنے مؤقف کا ثبوت پیش کریں دونوں قابل قبول ثبوت پیش نہیں کر سکے قارئین تذکرہ مقیمی صفحہ ۳۰۲ میں اصل حقائق پڑھ سکتے ہیں۔مولانا شفیق جماعتی نے ایک کتاب "نسب نامہ و احوال و آثار حضرت بابا پیرا شاہ غازی قلندر المعروف دمڑی والی سرکارؒ" بھی تحریر کی ہے جس میں چند اقتباسات میری تحریروں اور میاں افتخار احمد صاحب کی تصنیف "حقیقت" اور پیر سید ابو الکمال نوشاہی کی رباعی سبط الحسن ضیغم کے استدلال کے سوا کوئی ثبوت نہیں آج کل پیر طریقت رہبر شریعت بھی ہیں کہ ان کے دعوے زور و شور سے سوشل میڈیا پر وقتاً فوقتاً زیر بحث ہونے کی وجہ سے اکثر اوقات مجھ سے بھی کچھ حضرات رابطہ کر کے سوال کرتے ہیں اس تحریر کا مقصد ہر خاص و عام کو مطلع کرنا ہے جو کہ میرے علم میں ہے اور ساتھ ہی معذرت بھی ہے کہ بیماریوں اور پیران سالی کی وجوہات پر فرداً فرداً جواب مشکل ہے۔

مولانا شفیق جماعتی کی کتاب میں تحقیق کا یہ عالم ہے کہ دمڑی والی سرکارؒ سے متعلق تمام روایات لفظ بالفظ تذکرہ مقیمی اردو (جو بندہ ناچیز نے کروایا تھا اس کتاب کو قاری آن لائن www.kharisharif.org ویب سائیڈ سے فری ڈاؤن لوڈ کرسکتا ہے) سرکار میاں صاحب کی تصنیف سے لیا ہے ملاحظہ فرمائیں تذکرہ مقیمی صفحہ 243، 244، 248، 249، 250 اور موصوف کی کتاب "نسب نامہ و احوال و آثار حضرت بابا پیرا شاہ غازی قلندر المعروف دمڑی والی سرکارؒ" کا صفحہ 91 تا 120 اس طرح دمڑی والی سرکارؒ کے متعلق ان روایات کے اصل ماخذ تذکرہ مقیمی اور ثقہ راوی حضرت میاں محمد بخشؒ ہی کو تسلیم کیا ہے موصوف کی کتاب صفحہ 53 پر میاں فیملی بنام اوقاف میں تحریر کر رہے ہیں کہ مدعی میاں دیوان علی اور میاں فیملی تھے میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ ہمارے اس کیس کے وکیل خواجہ محمد صراف تھے جن سے میری ملاقات پرانے میرپور کے ڈگری کالج کے ایک مباحثہ میں حصہ لینے کے دوران ہوئی یہ غالباً 1964 کا واقعہ ہے کیونکہ 1965 کی جنگ کے دوران ہمارا کالج نئے میرپور میں شفٹ ہوگیا تھا حقیقت میں میاں دیوان علی مرحوم دس سال پہلے تقریباً 1956ء میں وفات پا چکے تھے جب کہ دربار کا انتظام و انصرام 1961ء تک تو میاں خاندان کے پاس تھا اس سے بھی موصوف کی تحقیق میں زیرک نظری کا فقدان نظر آتا ہے۔

Bernard Baruch کا قول ہے کہ ہر آدمی کو اپنی رائے میں غلط ہونے کا حق تو ہے لیکن کسی بھی آدمی کو اپنے حقائق میں غلط ہونے کا حق نہیں۔

سب سے پہلے خلیل ثاقب صاحب کے نظریے سے اختلاف کرتے ہوئے یہ کہوں گا کہ میں نے اپنی خاندانی روایات یا کسی بزرگ سے کبھی اشارتاً یا کنایتاً بھی ایسی بات نہیں سنی جیسے دمڑی والی سرکارؒ کا ہمارے گجر خاندان سے نسبی تعلق ہو

نہ خلیل صاحب یا میاں عمر کی کوئی قابل ذکر تحقیق سامنے آئی جو یہ ثابت کر سکے کہ دمڑی والی سرکارؒ کا تعلق گوجر خاندان سے تھا صرف subjective دلیلوں اور قیاس آرائیوں پر تحقیق مکمل نہیں ہوتی۔

بقیہ طارق مجاہد کا سید ابوالکمال برق نوشاہی کی ایک رباعی کو ایک مکمل تحقیق کے اصل ماخذ کے ذکر کے بغیر کسی طرح پورا نہیں ہوتا اور نہ ہی سبط الحسن ضیغم کا استدلال جو کہ کسی ثقہ راوی یا سند تحقیق کے بغیر من وعن قابل قبول ہوسکتا ہے۔تذکرہ غازی قلندر میں طارق مجاہد یوں رقم طراز ہے:

> "مقامات محمود از نواب معشوق یار جنگ نے جو تحریر کی حضرت قاضی سلطان محمود آوانی کی ہے جس میں حضرت پیرا شاہ غازی قلندر کے والد کا نام حفیظ اللہ بتایا ہے جناب سبط الحسن ضیغم نے حضرت صاحبزادہ پیر محبوب نوشاہی کے حوالے سے مقامات محمود کے مؤلف کا رد کر کے حضرت غازی قلندر کا شجرہ دیا ہے اور آپ کے والد صاحب کا اسم گرامی علی بابا عرف ڈھنگ تحریر کیا ہے اور حضرت غازی قلندر کو لاولد یعنی بے اولاد ثابت کیا ہے ہمارے نزدیک سبط الحسن ضیغم کی یہ تحقیق بالکل غلط ہے۔"
> (تذکرہ غازی قلندر صفحہ 77)

حضرت میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں:

> "اس کتاب میں بعض بزرگوں کا سن عمر اور قومیت بیان نہیں کریں گے کیونکہ میں نے اپنے پیر و مرشد سے سنا جو اپنے پیر کی زبانی حکایت بیان کر رہے تھے۔کہ ایک دن یا رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھ سے پوچھ رہا ہے کہ

تمھارے مرشد کی کیا عمر ہے، بوڑھے ہیں یا جوان ،میں نے اسے جواب دیا کہ میرے مرشد بوڑھے ہیں اسی اثنا میں ایک خوبصورت نوجوان جو دس یا بارہ سال کا معلوم ہوتا تھا میرے سامنے آبیٹھا اور گرم لہجے میں فرمانے لگا کہ " تو مجھے بوڑھا کہتا ہے اور (مجھ سے) کمزوری وضعف کی نسبت کرتا ہے میں ہی وہ تیرا مرشد ہوں غور سے دیکھ کہ میں بوڑھا ہوں یا جوان" یہ کہا اور چمکتی ہوئی بجلی کی طرح تیزی سے آسمان کی جانب چلا گیا یہ حکایت سننے کے باوجود بندہ کیونکر گستاخی کر سکتا ہے؟ (کہ ان کی عمر کا تعیّن کرتا پھرے)۔

(تذکرہ مقیمی صفحہ نمبر 240)

کسی صاحب علم و ادراک کا قول ہے کہ:

"عارف ہر چیز کو خیر ہو یا شر اللہ ہی کی طرف سے حکمت پر مبنی سمجھ کر کسی غیر کا خیال کبھی دل میں نہیں لاتا عارف ارادت الٰہی کا راز دان ہوتا ہے صدق دل سے تسلیم کرتا ہے کہ جو کچھ جیسے کہ ہونا چاہیے وہ سر سر حکمت پر مبنی ہے حکیم کا کوئی بھی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوتا اور یہ طریقت کا اہم مقام ہے ہر کسی کو اس پہ گز رحاصل نہیں اگر چہ ہر کوئی اس کا دعوی دار ہے"

مولانا عبدالرحمٰن جامی ﷫ فرماتے ہیں:

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ درین راہ فلان فلان چیزے نیست
چو غلام عشق گشتم سرو از نسب نہ نازم

مگر انژا جیلی شرف تبار دار
ھمچو این جاھلان جاہ طلب
کہ غلو کردہ در علّو نسب

نسب سے متعلق حضرت میاں صاحب ﷫ کا یہ نظریہ تو واضح ہے:

دنیا داراں دے گھر پیدا کردا بیٹے ولی الٰہی
ولیاں دے گھر پیدا کردا میرے وانگ گناہی
چنگیاں دے گھر پیدا کردے مندے کرماں والے
مندیاں دے گھر چنگے دیندا رب دے کم نیارے
نوح نبی دا گمراہ بیٹا بُوجہلے دا مومن
ہور اجیہے کم خدائی پیئے بتیرے ہوون

شرف المرء بالعلم و الادب
ولا باالمال والنسب

طوالت سے گریز کرتے ہوئے نہایت ادب کے ساتھ سابق مصنفین اور آئندہ آنے والے حضرات سے گزارش ہے کہ جب اللہ عزوجل اعمال صالح اور تقوی کی بنیاد پر اعلیٰ اور ارفع مقام عطا کرتا ہے اور ایک عارف باللہ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے اس کے متعلق بیان کو گستاخی کہے تو ہمیں بھی اس سے بحث نہیں کرنا چاہیے۔حسن ظن رکھتے ہوئے ان محققین کی تحریروں کے اغراض و مقاصد سے قطع نظر ایک ناقص تحقیق ہی کہنے پر اکتفا کرتا ہوں قاری اپنا فیصلہ خود کر لیں کیونکہ حقیقتاً اس سلسلے میں بنیادی ماخذ تذکرہ مقیمی ہے اس کے علاوہ باقی سب حضرات صرف اور صرف subjective استدلال اور قیاس آرائیوں سے کام لے رہے ہیں اس ضمن

میں میری گزارش ہے کہ آپ بابا جی میاں محمد بخشؒ اور دمڑی والی سرکارؒ سے حقیقی عقیدت رکھتے ہیں تو براہ کرم ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اپنی عقیدت کا اظہار کریں تا کہ آپ کے قارئین اور سامعین بھی اس کا اثر لیں۔

بادشاہ کو اللہ خواب میں حکم دیتا ہے کہ ابراہیم جو کہ میرے پیغمبر ہیں تمہارے لیے دعا کریں تا کہ تم زندہ رہ سکو(7Genesis) صالح انسان کی دعا بہت طاقت والی اور پرتاثیر ہے(James17-16:)

سینٹ فرانس سیلز کہتا ہے کہ:

عقیدت دراصل ایک خاص قدر ہے خدا کے ساتھ حقیقی سچی عقیدت کا مطلب اس سے بحث کرنا ہے اور حقیقت میں خدا کے ساتھ تعلقات اور روابط میں اضافے کی کوشش کرنا ہے بالخصوص سچی عقیدت کے ساتھ عجز و انکساری میں کی ہوئی دعائیں اس سلسلے میں ہماری مدد کرتی ہیں اس طرح ایک ولی اللہ سے عقیدت ان کی ولی اللہ کی قربت کا وسیلہ ہوتا ہے۔

کچھ عیسائی جو کہ زیادہ تر پروٹیسٹنٹس Protestants ہیں اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ تورات ولیوں کی عقیدت کی حمایت کرتی ہے لیکن حقیقت میں وہ غلط ہیں تاریخ گواہ ہے کہ نجدی فرقے کی ابتداء تو اٹھارویں صدی عیسوی میں ہوئی۔

بابا جیؒ ہدایت المسلمین کے آغاز میں ہی فرماتے ہیں:

نجد اندر اک پیدا ہویا باغی تے گم رستہ
بہت حریص طمع دا گھوڑا غفلت سنگل جستہ

مگر اس کی تشہیر عام اس وقت ہوئی جب برطانوی Protestants عیسائیوں کا موثر عمل دخل تھا اور وہ سیاسی طور پر عثمانی حکمران کو عرب سے ختم کرنے پر کام کر رہے تھے۔

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرہ
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دے کر فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال

بابا جیؒ نے ہدایت المسلمین کی تصنیف سے اہل سنت و جماعت کے مسلک کی مدلل وضاحت فرمائی ہے جس کی جھلک مفتی عزیز اللہ جلالی نے احسن طریقے سے تشریح فرمائی ہے۔

بہت سے مصنفین بابا جی کو رومی کشمیر اس وجہ سے کہتے سمجھتے ہیں کہ ان دو حضرات کے کلام میں کچھ قدر مماثلت ہے اکثر صوفیا میں اس قسم کی شراکت پائی جاتی ہے جیسا کہ علامہ اقبال اور حضرت امام احمد رضا خان بریلوی کا بھی کافی سا کلام بابا جی کے کلام سے مماثلت رکھتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ ہر فلاسفر، مفکر اور مصنف ایک دائمی اور ابدی حقیقت کو اپنے اپنے تخیل کے دائرے میں ڈال کر پھر اپنے الفاظ یا اشعار یا دعوؤں میں بیان کرتا ہے۔

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

شفیع الوریٰ خواجۂ بعث و نشر
امام الہدیٰ صدر دیوان حشر

بابا جی میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں:

صدر نشین دیوان حشر دا افسر وچ اماماں
کل نبی محتاج اوہناں دے نفراں وانگ غلاماں

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

شنیدم کہ در روز امید و بیم
بدان را بہ نیکان بخشد کریم

بابا جی میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں:

سنیا میں جد حشر دہاڑے نکا لیکھا پڑسی
بُریاں نوں رب نیکاں پچھے بخش جنت وچ کھڑسی
رَتی کھسرہ عملاں والا، جس وچ روہل نہ رتی
دِسدی تند محمد بخشا موٹی بنی کتی

امام غزالی کے بھائی احمد غزالی اپنی تصنیف سوانح کے آغاز میں فرماتے ہیں:

"یہ میرے چند الفاظ، فقرے، عشق کے معانی کے متعلق ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عشق لفظوں اور فقروں میں بیان نہیں کیا جا سکتا کیونکہ عبارت کے مختلف مفہوم سمجھے جا سکتے ہیں۔ تحریر و عبارت کی ضرورت ذوق و لگن سے عاری افراد کے لیے ہے۔ بہرحال اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک عبارت میں ظاہری اشارہ دوسرا عشق کے جذبے کو تقویت دینا یا راہبری کرنا۔ حقیقتاً لفظوں کے دل کی گہرائی میں تلوار کی تیز دار چھپی ہے۔ جو کہ صرف اہل بصیرت دیکھ اور سمجھ سکتے ہیں۔ اس کتاب کے کسی باب کی تحریر سمجھ سے بالاتر ہے تو جان لیں کہ اس سمجھ و ادراک کے لیے علم بصیرت ہونا لازمی ہے۔" Swanih, P-5

بابا جی نے کیا خوب لکھا ہے:

بات مجازی رمز حقانی، ون وناں دی کاٹھی
سفر العشق کتاب بنائی، سیف چھپی وچ لاٹھی

جناب احمد الغزالی فرماتے ہیں:

"ہر شے کا پوشیدہ چہرہ اپنے خالق سے رابطے میں خالق (اللہ) کے رُخ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ خالق کائنات کی نشانی مخلوق میں حُسن کی صورت میں ہوتی ہے۔" Swanih, P-33

The secret face of everything is the point of its connection (with the Creator). Moreover, there is a sign (of the Creator) concealed in the creation, and loveliness (husn) is that sign.

بابا جیؒ فرماتے ہیں:

محبوباں دی صورت اُتے اوسے دا چمکارا
عاشق دے دِل عشق محمد اوہو سِرّ نیارا

شیخ اکبرؒ فرماتے ہیں کہ وجہ تخلیق کائنات حضرت محمد ﷺ ہیں اور ان کی روح جب آدمؑ ابھی مٹی اور پانی کے درمیان تھا تو اس وقت موجود تھی اور ہر انسان کامل کی ناموس الٰہی اور حکم سے راہنمائی کرتی تھی جب حضرت محمد ﷺ کی بعثت ہوئی تو سورج کے مانند تھی جس کے سامنے سب روشنیاں مدھم پڑ گئی تھیں اور شریعت محمدی ﷺ کا نفاذ ہوا جس نے کچھ پہلی شریعتوں کے احکامات موجود رہے کچھ کو منسوخ کیا گیا اور کچھ نئے ڈال کر ایک مکمل شریعت محمدی ﷺ نافذ کی گئی۔

Ibn Arabi Al-Ftuh Al-Makkiya 1998Page 140 Vol III

شیخ سعدی فرماتے ہیں:

کلیمے کہ چرخ فلک طور اوست
ہمہ نور ہا پرتو نور اوست

بابا جی میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں:

نور محمد روشن آہا آدم جدوں نہ ہویا
اول آخر دونویں پاسے اوہو مَل کھلویا

اگر اس کی ذات کو اس طرح جان لیں جیسا کہ جاننا چاہیے تو ان کو معلوم ہو جائے کہ کائنات کی ہر چیز کا وجود باری تعالیٰ کی ذات کا مرہون منت ہے اور وجود حقیقی کی ہستی صرف اس کی ذات ہے اور جمیع عالم شہادات اس کی ذات کا ظاہری مظہر ہے جب کہ اس کی اصلیت مخفی ہے اس لیے یہ یقین کرنا واضح ہے کہ انسانِ کامل میں اس کی ذات پاک کی صفات ظاہری اور مخفی کا ظہور ہوتا ہے۔

(ABD ALRAZAQ ALKASHANI TAFSEER UL QURAN UL KARIM PAGE 386-387 VOL 1)

عبدالکریم الجیلی کے نزدیک صفات الٰہی کا انسان کامل میں ظہور کا تصور اسلام کو باقی مذاہب سے منفرد اور بہتر ہے صرف عیساءیئت میں تصور موجود تو ہے مگر عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کی حد تک اس طرح ذات باری تعالیٰ کی کچھ صفات کا انسان کامل میں ہونا ان مذاہب سے بہتر ہے جو (انسان کامل کے علاوہ) اشیاء میں صفات الٰہی کا ہونا مانتے ہیں۔

AL.Jili,AL. Insan AL.Kamil 1949.Page 81,82 Vol 11

عبدالکریم الجیلی صاحب مراتب الوجود کل موجود کے انسان کامل ہو یا شیخ اکبر کے کامل شخص کی تشریح مولانا عبدالرحمان جامی کر رہے ہوں یا عبدالغنی نابلسی کرتے ہیں اس طرح فلسفہ وحدت الوجود (بقول Richard Todd شیخ اکبر نے اپنے فلسفے میں وحدت الوجود کا لفظ خود کبھی استعمال نہیں کیا) یا وحدت الشہود کو بیان کرنے اور کس حد تک مختلف ہستیاں گئی ہیں ہر ایک کا اپنی اپنی حدود کا تعین

ہے یعنی کہ کسی کی حد ہمہ اوست ہے تو بعض کی ہمہ از اوست ہے کچھ تحلیل اور حلول کی جانب گئے کچھ وحدت الموجود کی طرف چلے گئے تب شیخ احمد سرہندی نے ان کی توجہ وحدت الشہود کی طرف دلائی ایک منصور حلاج انا الحق کہہ کر قربانی دے گے جبکہ دوسرے بایزید بسطامی (میں سبحان ہوں میری شان بلند ہے کہہ کر) بالکل محفوظ رہے جبکہ شاہ شمس نے قم باذنی کہنے کا نتیجہ بھگتا ان باریک نکات کو سمجھنے کے لیے شاید حضرت شمس تبریزی کا یہ قول مناسب ہو گا جو حضرات اس مقام کو پہنچنے کے اہل ہوں گے۔

"میری روح ایک مرحلے مقام پر رکی ہوئی تھی جہاں سے میں مزید آگے نہیں جا سکتا تھا اور مجھے لگتا تھا کہ یہ راستے کا اختتام اور انتہاء ہے اس نے (خدا نے) مجھے اس سے آگے ایک اعلیٰ مقام تک پہنچا دیا وہ خدا اپنی رحمت اور عظمت کی وجہ سے مزید رہنمائی کرتا ہے اب جب میں دوسروں سے کچھ کہتا ہوں تو وہ اس کا جو چاہیں مطلب نکال لیں"

(Teachings of Shamas Tebrezi Page 46)

آدم جزو ہک اوس تھی اوہ ہے آپے کُل
ایہہ اوکھی رمز محمدا کیونکر دساں کھُل
اوہ جمال کمال سی پڑدے میں مستور
آپے ناظر حسن دا آپے سی منظور

بابا جیؒ فرماتے ہیں:

ایہ اسرار نہ پھولیں ایتھے مت کوئی مار گوائی
شاہ شمس نے کہے سخنوں آہی کھل لہائی

منہ نکا تے گل وڈیری نہ کر مت کوئی ہسے
اعظم شافعی مالک حنبل ایہ مسئلے نہیں دَسے

غوث پاک رضی اللہ عنہ غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں۔

"جہاں تک فقراء کا تعلق ہے تمہیں ان کو اپنے آپ سے بہتر سمجھنا چاہیے کھانے پینے میں کپڑوں میں اور دیکھ بھال میں بلکہ ہر ضروری معاملے میں ان کا بہترین خیال رکھو اور ان کی خدمت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھو اپنے نفس کو ان سے کمتر خیال کرو اور کسی طرح بھی اپنے اپ کو فقراء سے بہتر نہ سمجھو۔"

(Suffieient Provision for seekers of the Path of Truth volume 5 P 48)

بابا جی اپنے بھتیجے (میرے دادا جی) میاں فرمان علی اور میاں حیات ،میاں غلام نبی اور میاں عطا محمد صاحبان کو اس طرح وصیت کرتے تھے۔

سنو پیارے سخن ہمارے کن کرو جند ساری
توڑے ہاں میں اوگنہگارا سخن تساڈی کاری
سیپیاں دا رنگ میلہ تک کے ہتھوں سٹ نا پائیے
انھاں دے وچ موتی سچے کڈھ کے کاری لائیے

پھر فرماتے ہیں:

جو صورت سیلانی آوے اُسدی الفت یاری
ہور عاجز مسکین مسافر سبھ دی کرنی داری
خادم طالب نال محبت غصہ زور نہ کرنا
جو طلب ملن دی آوے سر منگے تے تہر نان

(تحفہ رسولیہ صفحہ 175)

میں سمجھتا ہوں کہ بابا جی میاں علی بخش ؒ کے دو واقعات صفحہ قرطاس کے حوالے کر دوں تاکہ عقیدت مندوں کو میاں محمد بخش ؒ کے برادر اصغر کا تعارف جن کا عین جوانی میں انتقال ہوا تو بابا جی ؒ نے فرمایا:

اک اوہناں دا لعل پیارا خاک اندر رل ستا
دوجا کنبدا لُکدا پھردا جیوں کر پانول کتا
تریجے نوں رب بھاگ لگائے لکھاں شکر خدا دے
دولت عمر اقبال اسے دے دن دن ہون زیادے

شاعر جہاں پر پہلے شعر میں اپنے نوجوان 26 سالہ بھائی کی موت پر نوحہ خواں ہے تو دوسرے ہی شعر میں ایک اللہ کا ولی کامل ،خالق کائنات کا شکر ادا کر رہا ہے۔

بابا جی علی بخش ؒ کے متعلق روایات جو میں نے سنی تھی کہ آپ کو بقیہ خاندان کی طرح گھڑ سواری کا شوق تھا ایک دفعہ آپ اپنی گھوڑی کو لے کر گاؤں کے تالاب پر گئے تو عین اسی وقت مہاراجہ کشمیر اپنے قافلے کے ساتھ دربار شریف حاضری کے لیے آرہا تھا اس کے قافلے سے ایک گھوڑا تالاب کی طرف آ کر گھوڑی کے قریب آنے لگا تو غصے میں اونچی آواز میں فرمایا کہ یہ کس بدتمیز کا جانور ہے جس کو گھڑ سواری کے بنیادی آداب میں سے ایک کا علم تک نہیں کہ ہمیشہ ہر وقت اپنا گھوڑا تمہارے قابو میں ہونا لازمی ہے۔

آپ اپنی گھوڑی لے کر گھر آئے جب مہاراجا میاں محمد بخش ؒ کے پاس پہنچا تو اس نے یہ واقعہ کچھ یوں بیان کیا:

میاں صاحب آپ کے گاؤں کا ایک نہایت ہی خوب رو نوجوان ہے اور ایک اچھی نسل کی گھوڑی لے کر تالاب پر آیا تھا میرے قافلے کو دیکھا بھی تھا مگر

پھر بھی رعب دار اور جلال میں یہ الفاظ کہے جو کہ میں نے سن لیے جاننا چاہتا ہوں وہ کون نوجوان ہے مہاراجے کو جب یہ جواب ملا کہ وہ میرا چھوٹا بھائی میاں علی بخش ہی ہو سکتا ہے تو مہاراجے نے چپ رہنے میں ہی مصلحت سمجھی۔

یہی نوجوان ایک توڑے والی بندوق لیے مرغابی کے شکار میں ایک مرغابی کو زخمی کرتا ہے زخمی مرغابی بمشکل اڑتے اڑتے اپنے گھونسلے پر پہنچ جاتی ہے نوجوان جب زخمی مرغابی کو پکڑ کر ذبح کرنے جاتا ہے تو دیکھتا ہے کہ مرغابی اپنے دو نومولود بچوں کے پاس زخمی پڑی ہیں تو اس کا دل دھک جاتا ہے نوجوان شکار سے اسی وقت توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہے کہ اے مولا کریم! میرے بھی دو بچے ایک بیٹی اور ایک بیٹا اور ان دو مرغابی کے بچوں کو یتیم کرنے کا گناہ مجھ سے سرزد ہوا ہے بے شک میرے بچے بھی یتیم ہو جائیں مگر یا اللہ مجھے یہ گناہ معاف کر دے اور روز محشر مجھ سے اس کا حساب نہ لینا جب گھر تشریف لائے تو سخت بخار میں مبتلا تھے بخار کئی دن تک رہا۔ بابا جی علی بخش 26 سال کی عمر میں ہی اس دنیا سے پردہ فرما گئے تھے۔

بادشاہ وقت کو تو بخشا نہیں مگر ایک پرندے پر کیا ظلم خود سے برداشت نہ ہوا کیا شخصیت تھی کتنی بڑی ہستی تھی عارف کھڑی کے برادر خورد کی اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔آمین

یہاں ایک اور بات کی وضاحت کرتا جاؤں کا اکثر لوگ بابا جی میاں محمد بخش ؒ کو دمڑی والی سرکار ؒ دربار شریف کا سجادہ نشین لکھتے ہیں۔آپ نے ہمیشہ جاروب کش لکھا ہے۔

حضرت میاں بہاول بخش ؒ کا وصال حضرت میاں محمد بخش ؒ کی حیات مبارکہ کے دوران ہوا۔حضرت میاں محمد بخش ؒ نے دستار سجادگی اپنے حقیقی

بھتیجے میاں عطا محمد کے سر پر رکھی۔(حقیقت صفحہ 31)

جب حضرت میاں شمس دین ؒ نے اپنے فرزند (میاں محمد بخش ؒ) کو دستار سجادگی کے لیے منتخب فرمایا تو آپ ؒ نے اس منصب کو قبول کرنے سے ان الفاظ کے ساتھ معذرت چاہی جنہیں ملک محمد قادری صاحب نے اس طرح نقل فرمایا: ہمارے حق میں حضور (والد گرامی میاں شمس دین ؒ) کی فرمانبرداری میں سعادت دارین ہے حضرت قبلہ کی تعمیل ارشاد میں برکات کا خزینہ ہے لیکن برادر کلاں حضرت میاں بہاول بخش صاحب ؒ کی دل شکنی گوارا نہیں دوسرا امر قابل گزارش یہ ہے کہ منصب سجادگی میں شان امیری اور ریاست پائی جاتی ہے حکام اور امراء سے میل ملاپ رکھنے سے گویا ایک نمبرداری کی صورت ہے کاروبار دنیاوی کا بار گراں اور اس کے مشاغل اصلی مقصود کے حصول میں حائل ہو جاتے ہیں اس ناچیز فرزند کو بدیں وجوہات معذور جان کر سبکدوش فرمایا جاوے اور دولت فقر کی جدی میراث خزانہ الٰہی سے سے دلوائی جاوے حضرت قبلہ والد صاحب نے یہ تقریر سن کر اپنے پیارے فرزند کو سینہ سے لگا لیا اور کمال شفقت سے بآواز بلند جوش دلی سے فرمایا اے فرزند تیرے دونوں بازو پیر بغداد غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیے ہیں اور دعائیں دے کر آپ ؒ کو سرفراز فرمایا۔

(اقتباس سوانح عمری ۱۹۱۴ مع سیف الملوک صفحہ 460)

قارئین کی اطلاع کے لیے یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ بھی تحریر کروں کہ میں نے خاندان کے کسی بزرگ سے کبھی نہیں سنا ہے بابا جی کوئی مال و زر ترکہ چھوڑ کر دنیا سے پردہ فرما گئے جو کہ وہ ورثہ کے آپس میں تقسیم کیا ہو سوائے اپنی کتب کے ذخیرہ سے جو کہ میاں خاندان کے ہر گھر میں ایک لکڑی کے صندوق سے بھرا ہوا تقسیم کیا گیا بچپن میں ہم نے خود اس میں بڑی بڑی کتب دیکھی تھیں جو عربی کی

تھیں۔

''اسلامی شاہکاروں کے عالمگیر ہونے کو جھٹلایا نہیں جا سکتا ان شاہکاروں کو نہ وقت کی قید ہے نہ ہی وسعت کی پابندی ہے کربلا کی مسجد ہو یا سمرقند کے مدارس چاہے اسلامی مغرب میں کسی ولی اللہ کا مزار ہو یا چینی ترکستان میں کسی ولی اللہ کا روضہ مبارک ہو ان آرٹ کے شاہکاروں سے وہی روشنی پھوٹتی ہے۔''

Perennial Values in Islamic Art Studies in Camparative Religion

حضرت میاں صاحبؒ کا کلام بھی ایک اسلامی فن کا شاہکار ہے۔

بیک وقت اسلامی دنیا کے کسی بھی اوپر بیان کیے گئے مقام پر ہوتے ہوئے (الحمدللہ مجھے ان مقامات پر جانے کا اتفاق ہوا ہے) آپ اپنے آپ کو دنیا کے مرکز پر ہی کھڑا سمجھتے ہیں اسی طرح جب کوئی فلسفہ وحدت الوجود یا وحدت الشہود یا مولانا روم کی مثنوی۔ مولانا عبدالرحمان کی زلیخا حافظ شیرازی کا کلام یا یونس ایمری کا کلام یا احمد یسوی کی دیوان حکمت تفریح الخاطر شیخ محدث دہلوی کی مدارج النبوہ یا شیخ احمد کشمیری کی نجوم الشہابیہ یا مناقب غوثیہ ہو اور جناب غوث پاکؓ کے بقیہ تصانیف ہوں احادیث کی کتب ہوں یا سب سے افضل کتاب الٰہی قرآن حکیم ہو سب کے اسباق قاری کو باباجی کے کلام میں نا صرف ملتے ہیں بلکہ ان کو آسان اور عام فہم زبان پنجابی میں نہ صرف منتقل کیا ہے بلکہ اس شاعرانہ چابک دستی اور مہارت سے کیا ہے کہ انسان دنگ رہ جاتا ہے اور اشعار کا پُرتاثیر ہونا ایک حقیقت بن گیا ہے۔ بالخصوص اس وقت کی اکثر مسلمان آبادی فارسی اور عربی کے ساتھ ساتھ اردو کے علم سے بھی نابلد تھی۔

(G.W. Leitner History of Indigenious Education in Punjab ,JF

Bruce a History of University of Punjab)

۱۸۴۹ میں پنجاب کو برٹش انڈیا میں زعم کر دیا گیا تو پنجاب میں یورپین طرز کی تعلیم کو روشناس کیا گیا فارسی ریاستی اور کاروباری زبان جو کہ مکتب میں پڑھائی جاتی تھی اردو کو فارسی رسم الخط میں لکھ کر سکولوں کو تعلیم دینے کا حکم نامہ جاری ہوا۔ ۱۸۵۱ کی رپورٹ میں کہا گیا ہے پنجابی دن بدن کم ہو رہی ہے اور اردو کا رجحان درمیانی اور اعلیٰ درجہ کے لوگوں میں اضافہ ہو رہا ہے چونکہ مسلمانوں کی آبادی کا تناسب ۵۶ فیصد ہے اس لیے گورمکھی رسم الخط کی بجائے پنجابی کو فارسی اردو رسم الخط میں لکھا جائے۔

اس لیے حضرت میاں صاحبؒ نے یہ کلام پنجابی میں منتقل کر کے اور اکثر اوقات اضافے کے ساتھ نہایت خوش اسلوبی اور مہارت کے ساتھ مکمل کیا ہے۔

پریاں چار مراد کتاباں کیوں بھلاوا پاواں
نہیں تاں حکم میرا کد اتنا پریاں سد بہاواں
تھوڑی بات کتاباں اندر بہتی آپ بنائی
کیکر آپ بناوے عاجز سبھو دات خدائی
ظاہر دل بگلائی کارن قصہ عشق مجازوں
اندر خانے خبراں دیسی فقراواں دے رازوں
رمزاں نال پروتا سارا چاہییں سمجھن ہارے
ہمت اگے مشکل آساں ہمت مرد نہ ہارے

میاں صاحب ایک عارف کامل ولی اللہ، بزرگ اور درویش ہستی ہیں کلام معرفت کا پیام ادبی شعری محاسن اور خوبیوں سے مالا مال کر کے اپنی قادر کلامی تخیل کی بلندی کو نکھرے ہوئے عام فہم انداز میں بیان کیا ہے اس کلام میں نہ صرف

غیر معمولی تاثیر اور سوز و گداز کی کیفیت پائی جاتی ہے بلکہ یہ خلق خدا کے لیے حکمت و دانش، زہد، منبع رشد و ہدایت تا قیامت کرتا رہے گا۔

جناب واصف علی واصف سے منسوب قول ہے کہ علامہ اقبال کے شعر کی تشریح کرنے کے لیے ضروری ہے کہ بیان کرنے والا کم از کم قلندر ہو اور سننے والے رموزِ قلندری سے آگاہ ہوں۔ میاں صاحب کا کلام ایک عارف کامل کا ایسا کلام ہے۔ جس کے سُننے والے کو اس علمی صلاحیت کے معیار کی قید نہیں۔ آپ کا کلام ہر خاص و عام کے لیے عام فہم ہے۔

بابا جیؒ کا کلام لَے (سُر، ردھم) کے ساتھ پڑھنے اور سننے والوں کو بھی مسحور کرتا ہے۔ فقہ، حدیث، قرآن، روحانیت، معرفت، حقیقت اور فلسفہ عشق کو اس طرح بیان کیا ہے کہ آپ کا کلام ہمیشہ ایک نہایت مؤثر خطاب کی صورت میں پرلطف سبق دیتا رہے گا۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

طریقت بجز خدمت خلق نیست

طریقت، خدمت خلق کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔

میرے نزدیک سرکار میاں صاحبؒ شیخ سعدیؒ کے مذکورہ شعر کے حقیقی مصداق بھی ہیں۔

فرانسیسی فلاسفر Voltaire کا یہ قول مجھ پر بابا جی کے کلام میں صادق آتا ہے:

"جتنا میں پڑھتا ہوں اتنا ہی مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے
اس کلام کی گہرائی سے ناواقف ہوتے ہوئے کلام کا مکمل
ادراک حاصل کرنے کی صلاحیت سے محروم ہوں"

شہباز علی قادری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرت میاں محمد بخش صاحبؒ کی تصانیف کا مختصر تعارف

سن ولادت

(۱۲۴۶ھ بمطابق ۱۸۳۰ء) سفر العشق المعروف سیف الملوک کے شعر نمبر ۴۶۳ کے مطابق حضرت میاں محمد بخشؒ نے یہ کتاب ۱۲۷۹ھ میں لکھی جس وقت آپؒ کی عمر مبارک ۳۳ سال تھی جس کے مطابق آپؒ کا سن ولادت ۱۲۴۶ھ بمطابق ۱۸۳۰ء بنتا ہے اس بات کا اظہار آپؒ نے شعر نمبر ۴۶۵ میں اس طرح فرمایا ہے۔

465۔ عمر مصنف دی تد آہی، تن داہے تن یکے
بھین وَڈی فرماندی ایہو، پتے ربے نوں پکے

(و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

والد گرامی: حضرت میاں شمس الدینؒ (متوفی ۱۲۶۴ھ)۔
(تذکرہ مقیمی صفحہ ۳۴۵)

جائے پیدائش: علاقہ کھڑی شریف، چک ٹھاکرہ میں (نزد میرپور آزاد کشمیر)

466۔ جہلم گھاٹوں پَربت پاسے، میرپورے تھیں دَکھن
کھڑی مُلک وِچ لوڑن جیہڑے، طلب بندے دی رَکھن

کھڑی اندر چَک ٹھاکرہ، پنڈ وَڈا سَردار
جس وِچ وَسےّ محمداؔ، پیرا شاہ سچیار
(شیریں فرہاد صفحہ ۷۶)

چھ کوہ پربت جہلم گھاٹوں، کھڑی مُلک وچہ ڈیرا
پاک مقام اِک پیرا شاہی، اوہ ہے مولد میرا
(قصہ شیخ صنعان صفحہ 34)

ظاہری بیعت: سائیں غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کلروڑی (عرس مبارک ہر سال ا۳ مارچ کو کلر وڑی، پلیر شریف (نزد ڈڈیال آزاد کشمیر) میں منعقد ہوتا ہے)۔

9093۔ مَرد بھَلیرا مُرشد میرا، شاہ غلام محمدؔ
اہل شریعت اہل طریقت، وانگ امام محمدؔ
9094۔ محرم حال حقیقت کولوں، واقف سی عِرفانوں
پُر تقصیراں نوں تاثیراں، ہوندن اُس زبانوں
9096۔ صحبت مجلسِ پیر میرے دی، بہتر نفل نمازوں
ہِک ہِک سخن شریف اوہناں، دا کردا محرم رازوں

وصال مبارک: ۷ ذوالحج ۱۳۲۴ھ بمطابق ۱۹۰۷ء (سوانح عمری 1914ء)
اور اسلامی ہجری سن وصال کے مطابق ہر سال ۷ ذوالحج کو دربار عالیہ کھڑی شریف میں منعقد ہوتا ہے۔

معاصرین کی نظر میں

حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت مبارک کے متعلق مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ (صاحب حدائق الحنفیہ) نے تقریظ ہدایت المسلمین لکھتے ہوئے فرمایا کہ آپ ایک

فاضل اجل فقیر اکمل ہونے کے علاوہ ایک ولی کامل صاحب کشف و کرامات بھی ہیں ہر چند اس زمانہ میں بہت سے بزرگان دین صاحب سجادہ موجود ہیں لیکن مصنف کتاب ہذا کی لائف کچھ ایسی تھی کہ دیکھنے والوں کو ماننا پڑتا ہے کہ سچ مچ آپ ولی اللہ ہیں اور صحابہ کرام کا پورا جلوہ آپ میں نظر آتا ہے۔ آپ طمع دُنیا اور نفسانی لالچ سے بالکل پاک و صاف مبرّا اور معرّا تھے۔ سادہ لباس اور نان جویں پر گزارہ تھا۔ شب بیداری اور نفل گزاری گویا آپ ہی کا حصہ تھا۔ عبادت میں کھڑے ہوئے راتیں گزر جاتی تھیں اور قدم مبارک متورّم ہو جاتے تھے۔ آپ کو اپنے مُرشد حضرت پیرا شاہ قلندر دمڑی والا رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ ایسی عقیدت تھی کہ آپ کی خانقاہ پر اپنی ریش مبارک سے جھاڑو کیا کرتے تھے۔ (اقتباس تقریظ ہدایت المسلمین صفحہ 150)

ملک محمد قادری اپنے مرشد حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاقی اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آپ کریم النفس، حلیم الطبع، روشن دماغ، زیرک بلند خیال، بلند ہمت، طاقتور، دلیر، فصیح اللسان، عالم فاضل، عابد وزاہد، اہل درد و شوق سخن فہم، وفا شعار، خوشنویس، شاہسوار اور پہلوان تنومند تھے (سوانح عمری صفحہ 564)

ملک محمد قادری جہلمی نے حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں فرمایا:

آں نورِ حقیقت و طریقت
آں پیشروِ رہِ شریعت

اے حقیقت وطریقت کے نور۔ اے شریعت کے رہرو (دیوان ملک محمد جہلمی صفحہ 141)

علامہ کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ نے ہدایت المسلمین کی منظوم تقریظ لکھتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مدح سرائی فرمائی:

مصنف اس کا اِک کامل ولی ہے   جو غوثِ وقت اور قطبِ زماں ہے
میاں صاحب محمد بخش نامی   کہ روشن نام اُن کا در جہاں ہے
وہ عابد زاہد اور عاشق تھے صادق   سُخن سے اُن کے دردِ دل عیاں ہے
لکھا سیف الملوک افسانہء عشق   جو ہر اک شخص کے نوکِ زباں ہے
معارف کا خزینہ ہے وہ گویا   کہ ہر مصرع میں رمزِ صد نہاں ہے
ہوا کیسا ہے وہ مقبولِ عالم   بنا رکھا ہر اِک نے حرزِ جاں ہے
(اقتباس ہدایت المسلمین صفحہ 123)

تصانیف

قصہ سوہنی مہینوال	(سَن تالیف 1273 ھ)
قصہ شیخ صنعان	(سَن تالیف 1274 ھ)
تحفۂ میراں	(سَن تالیف 1274 ھ)
مثنوی نیرنگ عشق	(سَن تالیف 1275 ھ)
قصہ شاہ منصور	(سَن تالیف 1275 ھ)
شیریں فرہاد	(سَن تالیف 1276 ھ)
سیف الملوک	(سَن تالیف 1279 ھ)
تحفہ رسولیہ	(سَن تالیف 1281 ھ)
قصہ سخی خواص خان	(سَن تالیف 1282 ھ)
قصہ مرزا صاحباں	(سَن تالیف 1288 ھ)
ہدایت المسلمین	(سَن تالیف 1297 ھ)
پنج گنج	(سَن تالیف 1304 ھ)

چھٹی ہیر	(سَن تالیف 1315 ھ)
تذکرہ مقیمی	(سَن تالیف 1324 ھ)

گلزار فقر، سی حرفیاں، باراں ماہ، سسی پنوں

حضرت میاں محمد بخشؒ نے اپنی تصانیف کا ذکر خود اپنی تین کتابوں میں کیا ہے ایک قصہ شاہ منصور، قصہ سخی خواص خاں اور تیسری صاحباں مرزا قصہ میں۔ سخی خواص خان کے آخر پر اس طرح سے ذکر ہے:

ویکھو سیف ملوک دے وچ قصے رنگ رنگ دا شعر اظہار ہے جی
سوہنی بہت سوہنی دُکھوں مَن موہنی کیتا سخن جھڑا پہلی وار ہے جی
تحفہ پاک رسول تے تحفہ میراں،منصور شاہ دا اذکار ہے جی
پر غلط کیتا انہاں کاتباں نے،بندہ بہت اوتھوں شرمسار ہے جی
ہک بیت بھی غلط یقین گھٹ خالی، دُجی اُنہاں نوں عقل دی مار ہے جی
صنعان دا ذکر بیان کیتا،پر صنعتاں دا بازار ہے جی
فرہاد دے درد نوں یاد کیتا جیویں راویاں تھیں اخبار ہے جی
ہندی عشق نیرنگ نوں نظم کیتا نالے فقر والا گلزار ہے جی
ہن خان خواص دا ایہہ قصہ ہویا نظم دے وچ تیار ہے جی
دس گنج وڈے نہیں رنج ہوییئے اجے طبع نوں جوش بخار ہے جی
دوہڑے بیت سی حرفیاں غزل شجرے نہیں آوندا کجھ شمار ہے جی
(قصہ سخی خواص خان صفحہ 109)

معمولی سی تبدیلی کے ساتھ مذکورہ بالا اشعار مرزا صاحباں کے صفحہ 191 پر بھی موجود ہیں۔

قصہ سوہنی مہینوال (سَن تالیف 1273ھ)

سب سے پہلے لکھی جانے والی کتاب یہی ہے جو 1273ھ مطابق 57-1856ء میں مصنف نے تصنیف فرمائی تقریباً 1193 اشعار پر مشتمل ہے
ڈاکٹر غلام حسین اظہر اس تصنیف سے متعلق لکھتے ہیں:

سادگی بیان کے کئی من موہنے روپ اس تخلیق میں جا بجا دکھائی دیتے ہیں وہ مشکل سے مشکل فکری مسئلے نازک ترین گریز یا جزباتی حقائق کو اس خوبی کی بدولت بڑے دلنشین اور سیدھے سادے پیرائے میں بیان کرنے میں خاصے کامیاب رہے ہیں ۔(میاں محمد شخصیت اور فن صفحہ 55)

زبان و بیان کی متعدد خوبیوں کے علاوہ اس تصنیف کا اہم ترین وصف وحدت الوجود سے میاں صاحبؒ کا گہرا شغف ہے عشق مجازی کو عشق حقیقی کی ایک کڑی تصور کرنے کے علاوہ انہوں نے مظہرِ کائنات کو جمالِ حقیقی کا پرتو قرار دیا ہے:

ہکّو ذاتی نور سی، دُوہی نہ آہی مُول
میں توں والی گفتگو ناہی تدن قبول
اوہ جمال کمال سی پڑدے میں مستور
آپے ناظر حُسن دا آپے سی منظور
(میاں محمد شخصیت اور فن صفحہ 55)

رومی کشمیرؒ عشق کی اہمیت پر یوں لکھتے ہیں:

جس نے عشق نہ کھٹیا کیتی عمر زیان
جو دِل خالی عشق تھیں اُس تھیں بھلے حیوان

دُنیا جنگل چھڈ کے عشق شہر وِچ آء
دُوجا ثانی ایس دا گرم بازار نہ کاء
دِل تھیں درد پریم دا گھٹ نہ کرے خُدا
قصہ جس دِل اندر عشق نہ شالا ہووے فنا
سوہنی مہینوال صفحہ 44

اپنی اس کتاب کا سن تالیف اس طرح سے خود بیان فرمایا ہے

شاعر بھلے جہان تے کر کر گئے سُخن
لعل جواہر ساریاں چھنڈے دُرّ عدن
باراں سے تریتر ہجری اندر سن
رحمت میرے پیر دی کیتا سبز چمن
(سوہنی مہینوال صفحہ 48)

دُنیا فانی جگ ہے بے اعتبار وفا
شابا اُوہناں جو گئے اِس وِچ عشق کما
کی اساڈا آوناں چلے موت گما
جے ربّ دَیہہ محمدا سچا عشق لگا
(سوہنی مہینوال صفحہ 48)

قصہ شیخ صنعان (سَن تالیف 1274ھ)

یہ تیسری تصنیف بنام قصہ شیخ صنعان بھی آپؒ نے 1274ھ میں تصنیف فرمائی جس کا اظہار قصہ کے آخر پر اس طرح فرمایا:

تم ہویا صنعانی قصہ مرشد دے سنگ یاری
اینویں ہر ہر کارج میرا اوہا سدا سنواری
باراں سو چوہتر آہے سن تاریخ لکھانواں
نام محمد شاعر سندا عاجز شخص نتھانواں

دو تصانیف (تحفہ میراں اور قصہ شیخ صنعان) کا سن تالیف ایک (1274ھ) ہی ہے

شیخ صنعان اصفہانی (اصفہان ایران کا مشہور شہر تہران اور شیراز کی راہ میں واقع ہے) حضرت شیخ فریدالدین عطار (513-627ھ نیشاپور) آپ کے مریدوں میں شامل تھے پچاس حج پیدل کیے مگر حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے اعلان قدمی کے وقت اپنا سر جھکانے میں تردد کیا تو تمام حال سلب ہوگیا اور عیسائی لڑکی پر فریفتہ ہو گئے جس سے نکاح کی خواہش میں عیسائیوں کے خنزیر بھی چرانے پڑے مگر جب شیخ فریدالدین ؒ (جو شیخ صنعان کے مریدوں میں سے تھے اور اس وقت ہم سفر تھے) نے عین اسی وقت شہنشاہ بغداد رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں اپنے پیر کی معافی کی التجا کی تو پھر سے سلب شدہ حال واپس لوٹ آیا اور وہ لڑکی مسلمان ہو کر آپ کے عقد میں بھی آ گئی۔ حضرت میاں محمد بخش ؒ نے اپنی اس کتاب میں اس قصہ کو مختلف روایتوں سے نقل کیا ہے جیسے شیخ فریدالدین عطار ؒ کی کتاب منطق الطیر سے اور عبدالرحمٰن جامی کی کتاب نفحات الانس کا حوالہ بھی دیا ہے۔ منطق الطیر (مترجم) میں اس قصہ کو صفحہ 106 تا134 تک مفصل بیان کیا گیا ہے پھر خاص طور پر مناقب غوثیہ، تفریح الخاطر اور گلدستہ کرامات میں موجود روایات سے بھی کافی حد تک مماثلت پائی جاتی ہے ان کتب کے علاوہ اس قصہ کی تفصیل بہجۃ الاسرار، نزہۃ الخاطر الفاتر، قلائد الجواہر، تحفہ قادریہ، نفحات الانس، تفریح الخاطر اور

منطق الطیر وغیرہ میں بھی ہے۔

ڈاکٹر غلام حسین اظہر لکھتے ہیں کہ شیخ صنعان کی داخلی کشمکش اور سرگزشت کے علاوہ قصہ شیخ صنعان میں تجربات زندگی کو بھی سمویا گیا ہے:

باز اگے پرواز کبوتر کرسی کی دلیری
کی خرگوش بچارا کرسی نال ببر دے شیری
لِسّا ہو کے نال زور آور جو کوئی کردا پنجہ
ہو بے زور گرے کھا دھکا لُوں لُوں ہووے رَنجہ
زال عصا پھڑ ٹُرنے والا بیٹھا اُٹھ نہ سکے
رُستم نال کرے جا کُشتی جان دیوے اِک دَھکے

باز کے آگے پرواز کبوتر کیا کر سکتا ہے؟ خرگوش بیچارہ ببر شیر کے ساتھ کیا مقابلہ کرے گا؟ کمزور ہو کر جو زور آور کے ساتھ پنجا آزمائی کرے وہ بے زور ہو کر دھکا کھا کر رنجیدہ ہو کے گر پڑتا ہے وہ بوڑھا جو عصا پکڑے بغیر اٹھ نہ سکے جب رستم کے ساتھ کشتی کرے تو وہ ایک ہی دھکے میں جان بحق ہو جاتا ہے

(میاں محمد شخصیت اور فن صفحہ 68)

نمونہ کلام انتخاب قصہ شیخ صنعان

خدمت تھیں ہتھ آوے عظمت نال یقینے کریاں
سوہنی کد ملے مہینوالے باجھ چناواں تریاں
ایسے لوک گئے اس جگ توں اساں نہیں بہہ رہناں
ماتم کرو محمدؔ ایتھے کاہنوں ہس ہس بہناں
کان پری دے سیف ملوکے جری مصیبت بھاری
اک صورت دی مورت تک کے مال متاع جند واری

واہ واہ بھاگ اوہناں دے یارو اوہ جیہناں سنگ بولے
جے ایہہ دان کرے اوہ داتا جان محمدؔ گھولے
میں عاجز کی خدمت لائق کتا شاہ شہاندا
لکھوں لکھ دیوے اوہ داتا بے پرواہ کہاندا
شیخے سندی خدمت والی اوتھے لوڑ نہ ذرہ
کی خدمت چوراں تھیں ہوئی کیتے قطب مقرہ
لکھاں آس فضل دی رکھاں عرضی لِکھاں دوروں
مہر اپنی دی مُہر لگاوے کھڑے اندھیرا نوروں
دردوں جان لباں پر آئی یار نہیں میں لبھا
بے یاراں دا یار تیرے بن ہور نہ کوئی ربا
کج لیا اوہ سورج چہرہ بدلی خاک قبر دی
ٹُریا شیخ سجن کر ودعا قوت رکھ صبر دی
کُتا جاں اصحاب کہف دا مرداں دے سَنگ چلیا
وچ بہشتاں داخل ہویا نیکاں اندر رَلیا
سر دے پیر بناواں جانواں اَجے آداب نہ سَر دے
سردی گرمی نرمی سہہ کے سگ بنیئے اس گھر دے
میخ محبت نہیں پٹیوے شیخ جڑی وِچ سینے
دھوتے مول نہ جاندے دل تھیں ہر گز حرف نگینے
پانی بوند گری آسمانی اندر صدف سمانی
جیہناں نوں رب موتی کیتا پھیر نہ ہوندے پانی

لاء سندھور بنائے ٹھاکر پتھر ہونون سٹے
جنہاں نوں رَب لعل بنایا پھیر نہ ہوندے وَٹے
نیر مجازی اندر اوہ سی بوند سمند حقانوں
جا سمندر رَلی کی آکھاں ایہہ اسرار زبانوں

قصہ شیخ صنعان کے نسخہ جات کی طباعت

1۔ قصہ شیخ صنعان کو لکھے ہوئے 2024ء تک تقریباً 171 سال گزر چکے ہیں مگر طباعت کے حوالے سے گفتگو کی جائے تو اب تک دستیاب شدہ نسخوں میں سب سے قدیم نسخہ جو احقر کو مل سکا وہ ملک محمد قادری جہلمی صاحب کی زیر نگرانی شائع ہونے والا نسخہ ہے جسے مطبوعہ اسلامیہ پریس جہلم نے شائع کیا اس نسخہ کے کاتب منشی ایم حسن الدین ہیں جن کا تعلق سیالکوٹ سے ہے موصوف مولوی فقیر محمد جہلمی صاحب کے پریس سراج المطابع پر بطور منشی ڈیوٹی سرانجام دیتے رہے ہیں جس پر اگرچہ سن اشاعت تو لکھا ہوا نظر نہیں آتا مگر ٹائٹل پر لفظ مصنف مرحوم لکھا ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کی طباعت حضرت میاں محمد بخش کے وصال (1907ء) کے بعد ہی ہوئی ہے مزید براں ہم اس کی اشاعت کے سال سے متعلق یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ نسخہ 1923ء (وصال ملک محمد قادری) سے پہلے شائع ہوا تھا۔ اس نسخہ میں اشعار کی تعداد فارسی اور عنوان کے اشعار کے بغیر 564 ہے

2۔ دوسری اشاعت نظامت اوقاف مظفر آباد آزاد کشمیر سے ہوئی جس پر سن اشاعت تو نہیں لکھا ہوا مگر اسے ناظم اعلیٰ اوقاف سردار محمد اشفاق احمد

خان نے اپنی زیر نگرانی مولوی محبوب علی جہلم ٹاہلیانوالہ سے مدون کروائی جس کے ساتھ چٹھی ہیر کو بھی شامل کیا گیا

3۔ اس کتاب کا تیسرا نسخہ 2016ء میں مقصود پبلشرز جیلانی سنٹر احاطہ شاہدریاں اردو بازار لاہور نے شائع کیا ہے جسے پروفیسر ڈاکٹر سید اختر علی جعفری صاحب نے مرتب فرمایا ہے۔

4۔ ملک شہباز صاحب کی کتاب پنجابی کتابیات جلد اول کے صفحہ 391 پر قصہ شیخ صنعان کا ایک نسخہ کا ذکر کیا ہے جسے چراغ دین کتب فروش نے ۱۲۸۸ھ بمطابق 1971ء میں شائع کیا۔

تحفہء میراں (سَن تالیف 1274ھ)

حضور غوث اعظم الشیخ عبدالقادر جیلانی ؓ کے مناقب میں لکھی گئی کتاب تحفۂ میراں جو کہ پنجابی منظوم میں تقریباً 80 مناقب اور ۱۴۲۴ اشعار (جس میں سے پانچ اشعار فارسی اور ۱۴۱۹ اشعار پنجابی منظوم) پر مشتمل ہے۔حضرت میاں محمد بخشؒ نے ۱۲۷۴ھ بمطابق ۱۸۵۷ء میں یہ تصنیف فرمائی۔اس کتاب کا سَن تالیف اور وجہ تسمیہ کو آپ نے اپنی کتاب کے آخری صفحہ پر اس طرح ذکر فرمایا:

ہندی وِچ زبان مناقب لکھ کھڑے وَل میراں
اس نسخے دا نام اونہاں نے دَھریا تحفۂ میراں
شالا تَرے محمدؔ وَلوں ایہہ تحفہ اس جائے
میں عاجز وَل نظر کرم دی حضرت میراں پائے
سنہ مبارک ہجری آہا باراں سو چوہتر ۱۲۷۴ء
جاں تصنیف محمدؔ کیتا ایہہ مبارک دفتر

فارسی زبان کی کتاب" مناقب غوثیہ" جو علامہ صادق شہابی سعدی قادری احمد آبادیؒ نے اپنے مرشد سید عبدالقادر بن جلیل (احمد آباد) کے حکم پر ۹۰ کرامات (مناقب) پر مشتمل حضرت غوث پاک ؓ کی ۹۰ سال عمر مبارک کی نسبت سے لکھی ان مناقب کا تحفہ میراں میں موجود مناقب سے کافی حد تک مماثلت ہے۔اس کتاب کی اشاعت تقریبا دس دفعہ ہو چکی ہے حال ہی میں اس خاکسار کی تحقیق سے فرہنگ وحواشی کے ساتھ پہلی مرتبہ مقصود پبلشرز لاہور نے شائع کیا ہے۔

تحفہ میراں سے چند اشعار کا انتخاب بطور نمونہ

ایسا پیر جنہاں دا کامل، تنہاں نوں کی جھورا
تکیہ رکھ محمدؔ اُسدا، نہ کر خطرہ بھورا
جیکر قرب حقانی لوڑیں، بَن جا سگ میراں دا
شیراں اوپر شرف دہراندا، کتّا پیر پیراں دا
کرو نگاہ محمدؔ اوتے، صدقہ نام رسولی ﷺ
دوہیں جہانیں سایہ تیرا، سر میرے پر جھولی
چُماں چٹاں سر تے رَکھاں، جے لبھن اوہ نعلیناں
تلیوَں خاک اوتاراں، پاواں سرمہ اندر عیناں
نظر جنہاں دی پارس ہووے، سونا کردے وَٹاں
جیکر میراں ملے محمدؔ، سر صدقے کر سٹاں
دِیدے میرے کر نعلیناں، ناڑیں ہوون دھاگے
قدم تساڈے اُس وِچ آون، جاناں طالع جاگے

میں کجھ منگ نہ سکاں میراں آپے کرم کماہو
لائق شان اپنی دی مینوں خیر جنابوں پاہو
دم اوڑک دے کلمہ طیب کرے اسانوں یاری
کرے نصیب حیاتی مولی غفلت وِچہ نہ ماری

تحفہ میراں کی مختلف اوقات میں اشاعتیں

1۔ تحفۂ میراں (طبع اوّل) حضرت میاں محمد بخشؒ
در مطبع مصطفائی واقع لاہور طبع شد
سن طباعت ۱۲۹۶ھ بمطابق ۱۸۷۹ء

پنجابی کتابیات میں ملک شہباز صاحب نے بھی تحفہ میراں کے چھپے ہوئے نسخہ جات میں سب سے پہلے اسی نسخہ کا ذکر کیا ہے۔

2۔ تحفۂ میراں (سن ندارد) حضرت میاں محمد بخشؒ
در مطبع مصطفائی واقع لاہور طبع شد

مذکورہ بالا دونوں نسخوں (در مطبع مصطفائی واقع لاہور طبع شد) کے کاتب عبدالغنی ہیں

3۔ تحفۂ میراں (سن ندارد) حضرت میاں محمد بخشؒ
میاں سَید علی صاحب کا طبع کروایا ہوا نسخہ

4۔ تحفۂ میراں (۱۹۶۴ء) حضرت میاں محمد بخشؒ
ملک غلام نور اینڈ سنز تاجران کتب جہلم
سن طباعت 1964ء

5۔ تحفۂ میراں حضرت میاں محمد بخشؒ، شوکت بک ڈپو گجرات

6۔ تحفۂ میراں (سن ندارد) حضرت میاں محمد بخشؒ
میاں سکندر کھڑی شریف کا طبع کروایا گیا نسخہ

7۔ تحفۂ میراں (2010) حضرت میاں محمد بخشؒ چوہدری بک ڈپو دینہ

8۔ تحفۂ میراں حضرت میاں محمد بخشؒ
حضرت میاں محمد بخش ریسرچ انسٹیٹیوٹ

مثنوی نیرنگ عشق (سَن تالیف 1275ھ)

یہ کتاب اصل میں فارسی ادب کے مشہور شاعر غنیمت کنجاہی صاحب کی فارسی تصنیف نیرنگ عشق کا پنجابی منظوم ترجمہ ہے جو کہ ادب کا ایک شاہکار ہے مگر جہاں غنیمت کنجاہی صاحب نے حمد باری تعالیٰ، نعت رسالت ماب ﷺ اور مدح غوث پاک ؓ کے بعد اپنے مرشد صالح محمد قادری چک سادہ پھر اورنگ زیب عالمگیر کی منقبت لکھی ہے وہاں پر حضرت میاں محمد بخشؒ نے اپنے مرشد سائیں غلام محمد کلروڑی اور اپنے دوست سید باقر شاہ صاحب کا ذکر خیر کیا ہے فارسی ادب کی بلند پایہ اس تصنیف کو پنجابی قالب میں ڈال کر آسان پیرائے میں بات سمجھانا بڑی مہارت کا کام ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت میاں محمد بخشؒ کا فارسی ادب سے شغف اور اس زبان پر عبور حاصل تھا جو تقریباً 1301اشعار پر مشتمل ہے اور اس کی تاریخ تکمیل ۱۲۷۵ھ ہے جس کا اظہار خود مصنف نے فرمایا ہے:

محمد جاں ہویا ایہہ نسخہ اتمام
سنو نیرنگ عشق اس دا کیتا نام
لکھاں تاریخ آساں تاں نہ ہو رنج
ستر باراں سے اتے ہور بھی پنج
(مثنوی نیرنگ عشق صفحہ 108)

اس مجازی عشق کے قصہ کو بیان کر کے جو حقیقی عشق کی طرف سفر کا نتیجہ اخذ

کیا گیا اس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

ہوئے اس سرمیوں جاں نین روشن
کیتا تاں سیر اندر پاک گلشن
ڈٹھا پر یار اصلی دا عجب روپ
گیا سایہ لگی خورشید دی دھوپ
نہ پھر اس کو رہی پروائے شاہد
ہوا سر تا قدم خود جائے شاہد
خلیل آخر ہوا ملک یقین کا
مقر لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ٥☆ کا
ڈِٹھا روشن جمال اللہ واحد
ٹُٹا اوہ بُت جو ہے سی غیر شاہد
ترک فریاد زاری دی کیتی پھر
ہویا خاموش پردے وچ رہے سِرّ
(نیرنگ عشق صفحہ 106)

☆ مجھے خوش نہیں آتے ڈوبنے والے (سورہ الانعام آیت 6)

قصہ شاہ منصور (سَن تالیف 1275ھ)

اس کتاب میں اکابر صوفیاء میں سے مشہور صوفی بزرگ شیخ منصور الحاج (مزار بغداد) کا قصہ سی حرفی کی طرز پر تحریر کیا گیا ہے اور آخر پر اس کتاب سے پہلے کی تصنیف شدہ کتابوں کا ذکر بھی اس طرح سے کیا ہے:

اول آکھ قصہ مہینوال والا دُھواں عاشقاندا سلگایائے
تحفہ میراں دے وچہ جناب عالی فیر صدق دیناں پہنچایائے

قصہ آکھکے شیخ صنعاں والا دردمنداں دا درد جگایائے
فیر عشق نیرنگ دی مثنوی نوں وچہ ہندزباں سنایائے
(قصہ شاہ منصور صفحہ 15)

اس قصہ کا مقصد اور شیخ منصور الحاج کا تعارف حضرت میاں محمد بخش ؒ نے اس طرح سے فرمایا ہے:

ح

حق منصور حسین والی اگے عشقدی بات سناوساں میں
متے عاشقاں دی گل آکھنے تھیں ذرہ عشق حقانیوں پاوساں میں
کیتا ایہو سوال پیاریاں نے خاطر دوستاں دی جھٹ لاوساں میں
جتھے ہوگ محمدا چنگ ربی کھلاں پھوک کے خوب مچاوساں میں

میں منصور حسین کے عشق کی داستان بیان کروں گا شاید عاشقوں کی بات سنانے سے مجھے بھی عشق حقیقی کا ذرہ حاصل ہو جائے مجھے میرے پیاروں نے فرمائش کی ہے جن کی خاطر میں اس کام میں وقت لگاؤں گا جہاں پر عشق الٰہی کا ذکر ہو گا تو وہاں پر اسے کھول کر بیان کروں گا۔ (قصہ شاہ منصور صفحہ 2)

ث

ثابتی نال یقین سیتی میراں پاک تے عرض سلام رَکھاں
کل اولیا و اں دے کندھے قدم جیندا سیوک اوسدے کارن تمام رکھاں
جیہڑا چورا ں نوں قطب بناوندا ئے آس اُس دے کرم دی عام رکھاں
نہیں نیک محمداَ عمل کوئی اوسدے پاس دی آس غلام رَکھاں
(قصہ شاہ منصور صفحہ ۲)

محکم یقین کے ساتھ اپنے مُرشد میراں پاک رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں سلام

عرض کرتا ہوں۔ جن کا قدم مبارک تمام اولیاء کرام کی گردنوں پر ہے تمام تر خدمات ان کے لیے ہیں۔ جن کی بارگاہ میں چور آتے ہیں تو قطب بن کر جاتے ہیں۔ میں بھی اُن کے کرم کی امید رکھتا ہوں۔ اے محمدؔ کوئی ایسا نیک عمل نہیں جس کے بھروسہ پر امید کروں (بلکہ بھروسہ اس کے فضل پر اور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی نگاہ کرم پر ہی ہے)۔

شیریں فرہاد (سَن تالیف 1276ھ)

اس میں شیریں فرہاد کی رومانی داستان بیان کی گئی ہے اس کی تصنیف میں میاں صاحب نے نظامی گنجوی اور امیر خسرو کی مثنویوں سے استفادہ کیا ہے البتہ بعض تفصیلات سے صرف نظر کیا ہے۔ (دیباچہ سیف الملوک از شفیع عقیل صفحہ 23)

1017 اشعار پر مشتمل آپ نے رسالہ قصہ شیریں فرہاد لکھا (کھوج صفحہ 91)

مذکورہ بالا دو شخصیات کی کتب سے استفادہ کرنا آپ نے خود بیان کیا ہے

شیخ نظامی گنجوی، نالے خُسرو امیر
شیریں خُسرو دوہاں دے، نسخے ویکھ فقیر
قصہ جوڑ بنایا، عقلوں کر تدبیر
وانگن ہاشم شاہ دے، نہیں غیبی تقریر
(شیریں فرہاد صفحہ 168)

نمونہ کلام

رَل مل آؤ دوستو، بیٹھو مجلس لا
اَساں تُساں مر جاوناں، سر پر کھلی قضا

گھڑی غنیمت ملن دی، اوڑک ہون جدا
گزری عمر محمدا، فیر مڑ ہتھ نہ آ
(شیریں فرہاد صفحہ 46)

اے دوستو آئیں مل کر چند گھڑیاں بیٹھ جائیں موت سر پر کھڑی ہے ہم سب نے ایک دن اس دنیا کو چھوڑ کر چلے جانا ہے یہ مل بیٹھنا غنیمت ہے آخر جدائی ہے اے محمد! جو عمر گزر رہی ہے وہ دوبارہ واپس نہیں ملے گی۔

ہس ہس ملو پیاریو، کر کے لمے ہتھ
حُسنوں عشق خرید لو، دنیا کُوڑی تتھ
سجن وَکھ کر آوسن، فیر نہ کرسن کتھ
ہوروں ہور محمدا، اَگے پوسی ستھ

اے پیارے! اپنے بازو آگے بڑھا کر محبت اور پیار سے مسکرا کر ملاقات کریں حسن سے عشق کی خریداری کر لو یہ دنیا ایک دھوکا ہے اپنے ہی دوست اس دنیا سے علیحدہ کر کے قبر میں چھوڑ کر آ جائیں گے پھر کبھی جا کر وہاں سے بات چیت بھی نہیں کریں گے جب اگلے جہان چلا جائے گا تو وہاں کا علیحدہ نظام اور حساب و کتاب ہے۔ (شیریں فرہاد صفحہ 47)

عاشق سِدھے سادڑے، وَل چَھل جانن ناں
کُوڑاں نوں سچ من دے، شُبہہ لیانن ناں
سجن جانن وَیریاں، دغا پچھانن ناں
جھلن دُکھ محمدا، سے سُکھ مانن ناں

عاشق لوگ سیدھے سادھے ہوتے ہیں ٹیڑھا پن نہیں رکھتے ان کے سامنے اگر کوئی جھوٹ بول دے تو بغیر کسی شک کے وہ اسے سچ مان لیتے ہیں وہ

دشمنوں کو بھی اپنا دوست سمجھتے ہیں کسی کا مکر و فریب پہچان نہیں سکتے وہ دکھوں کو برداشت کرنے والے ہوتے ہیں انہیں سکھ عیش کی زندگی میسر نہیں آتی۔(شیریں فرہاد صفحہ 109)

سیف الملوک (سَن تالیف 1279ھ)

حضرت میاں محمد بخشؒ نے یہ کتاب اپنے بڑے بھائی بہاول بخشؒ کی فرمائش پر لکھی اگرچہ اس قصہ سیف الملوک کو پہلے بھی کئی زبانوں میں لکھنے کی مختلف شعراء نے کاوش کی ہے مگر جو مقبولیت عامہ آپ کی اس کتاب کو حاصل ہوئی ہے وہ صرف آپ ہی کا حصہ ہے یہ تصنیف آپ کی تمام تصانیف میں سے زیادہ مشہور ہوئی ہے۔

رومی کشمیر، عارف کامل، ادب کے بادشاہ، کشتہ عشق مصطفی کریم ﷺ حضرت میاں محمد بخش پنجابی صوفی شعراء میں بڑی مقبولیت کے حامل ہیں۔آپ تقریباً اٹھارہ تصانیف کے مصنف ہیں مگر ان تمام تر تصانیف میں سے سیف الملوک ایک ایسی شہرہ آفاق کتاب ہے جو آپ کا تعارف بن چکی ہے جو تقریباً 9249 اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب آپ نے 1863ء میں تقریباً 33 سال کی عمر مبارک میں تصنیف فرمائی۔

ڈاکٹر غلام حسین اظہر (قبر گجرات کے گاؤں فتح پور میں) نے اس کتاب کا تعارف اس طرح سے لکھا ہے:

انہوں نے محض داستان کے واقعات کو رقم نہیں کیا بلکہ اپنے خون جگر کی آمیزش سے اسے ذاتی تجربات و مشاہدات اور صوفیانہ رموز و معارف کا آئینہ بنا دیا ہے۔

میاں صاحب نے سوز و گداز اور معرفت کے رموز کو اس قصے میں سمونے کے ساتھ ساتھ اس کی دلچسپی اور شیرینی کا بھی بطور خاص خیال رکھا ہے انہوں نے مجاز کے پردے میں گہرے صوفیانہ حقائق کو بیان کیا ہے تاکہ خواص اور عوام دونوں ہی اس کتاب سے لطف اندوز ہوں۔

(میاں محمد شخصیت اور فن صفحہ 88،89)

سفرالعشق (قصہ سیف الملوک) لکھنے کا مقصد جہد مسلسل کر کے اپنے مقصد کو حاصل کرنا ہے:

689۔ قِصہ سیف ملوکے والا، اِس کارن ہُن کہناں
طالب ہمت کر کے چلے، رَوا نہ رکھے بہناں

اسی مقصد کے لیے اب یہ قصہ سیف الملوک والا کہنا ہے کہ اگر طالب ہمت کر کے اپنی (منزل) کی طرف (عزم) کیساتھ چلے اور بیٹھنا گوارا نہ کرے۔(تو وہ اپنی منزل کو پالے گا)

9128۔ اِسے ہِکسے مِصرے اندر، غرض قِصے دی ساری
جو ڈھونڈے سو پاوے بھائی، مُفت نہیں پَر یاری

اسی ایک مصرے (آدھے شعر) میں تمام قصہ کی غرض و غایت (مقصد) ہے کہ جو بھی (سچی) تلاش کرے گا پالے گا کیونکہ دوستی مفت میں حاصل نہیں ہوتی (محبت کے بھی کچھ تقاضے ہوتے ہیں)۔

حضور عارفِ کاملؒ نے قصہ سیف الملوک شروع کرنے سے پہلے جو عنوان دیا ہے اُس کا بھی یہی مفہوم نکلتا ہے:

"تمام قصہ دَر تفسیر این بیت مولوی نظامی (گنجوی)ؒ۔"

تمام قصہ مولوی نظامی (گنجوی)ؒ کے اس شعر (جو سکندر نامہ کے صفحہ ۸۰ پر

موجود ہے) کی تفسیر ہے۔

چنین زد مِثل شاہِ! گوئند گان

کہ یابندگانند جویندگان

ایسی مثال دی کہنے والوں کے شہنشاہ (یعنی سرکار دو عالم تاجدارِ انبیائے کرام ﷺ نے:

"کہ پا جاتے ہیں ڈھونڈنے والے" (سکندر نامہ صفحہ ۸۰)

نمونہ کلام

3646۔ احمق سجّن دی بھلیائی، وَیر ہوندا ستراناں
تَن دے سجّن دِلدے دُشمن، جنہاں زُہد نہ بھاناں

بیوقوف دوست کی بھلائی بھی انسان کے لیے دشمن سے بڑھ کر نقصان کا باعث بن جاتی ہے کہ وہ اپنی بیوقوفی کی وجہ سے نیکی بدی میں پہچان نہیں کرسکتا وہ ظاہری طور پر تو اپنی طرف سے بھلائی کر رہا ہوتا ہے مگر باطنی حقیقت سے نا آشنا ہونے کی وجہ سے وہ نقصان دہ ثابت ہو جاتی ہے۔

5719۔ سو داء کر کے سودا کریئے، سو دا ہے کی لیکھا
لکھ سودا لیئے دے ہوشاں، سر دی بھی کر ریکھا

اگر سو(عدد) طریقہ اختیار کر کے یہ خریداری کرنی پڑے تو پھر بھی یہ ایک سو کا عدد کوئی گنتی نہیں ہے بلکہ لاکھ مستی اس ہوش کو دے کے لے لی جائے تو پھر بھی سستا سودا ہے اگرچہ عشق حقیقی کی خریداری میں جان بھی چلی جائے تو سودا مہنگا پھر بھی نہیں ہے۔

6300۔ ویری دشمن موئے گئے دا، ساہ وساہ نہ کریئے
سپ موئے دا کنڈا چبھے، فر بھی دردیں مریئے

دشمن مرا ہوا بھی ہو تو پھر بھی اس پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے (کیا پتہ اس کا مکر تجھے نقصان دے جائے) اگر سانپ مرا ہوا بھی ہو اور اس کا کانٹا انسان کو کہیں چُب جائے تو پھر بھی اس کے درد سے انسان کو بہت تکلیف ہوتی ہے

6923۔ چَھولی پاء انگار محمدؔ، کوئی پچپا نہ سَکّے
عِشقاں مُشکاں تے دریاواں، کون چھپائے ڈَکّے

اپنی گود میں آگ کے انگار ڈال کر جلنے سے بچ نہیں سکے گا عشق اور خوشبو کوئی چھُپا نہیں سکتا اور دریا کو روکنا مشکل ہوتا ہے۔

6925۔ عشقے اندر صبر نہ رَچدا، سُورج میل نہ لگدی
سُکّا رُوں نئیں کر سکدا، پردہ پوشی اَگ دی

عشق کے اندر صبر نہیں رچتا بستا اور سورج کو میل نہیں لگتی اس کی مثال اسی طرح سے ہے کہ جیسے خشک روں (کپاس کی پیداوار جس سے دھاگے اور رضائیاں وغیرہ بنائی جاتی ہیں) آگ کی پردہ پوشی نہیں کرسکتا جیسے ہی آگ کے قریب جائے گا تو خود جل جائے گا پردہ کیسے کرے گا

7067۔ پتھر نال ٹھکور نہ شیشہ، کی کر لیسیں کھٹی
لے لے اَگ نہ آ دھگانے، داروگر دی ہٹی

پتھر کے ساتھ شیشے کو نہ ٹکرائیں کہ سوائے نقصان کے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ جس دُکان میں بارود پڑا ہو وہاں آگ لے کر جانے سے آگ بھڑک اُٹھے گی اور خسارے کا سامنا کرنا پڑے گا۔

تحفہ رسولیہ (سَن تالیف 1281ھ)

سیرت النبی ﷺ اور معجزات رسول ﷺ پر مشتمل حضرت میاں محمد بخش ؒ کی یہ کتاب ہے جو پنجابی منظوم میں تقریباً 2411 اشعار پر مشتمل ہے قرآنی آیات کی تفسیر اور احادیث مبارکہ کی شرح پنجابی نظم میں پیش کی گئی ہے سے اس کے بنیادی ماخذ ملا واعظ کاشفی کی کتاب معارج النبوہ اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی ؒ کی کتاب مدارج النبوہ ہیں جس کا اظہار خود مصنف نے فرمایا ہے

دھواں معجز سُن توں بھائی وچ معارج پایا
حضرت نوں خمیازہ مونہوں ہر گزے کدے نہ آیا
(تحفہ رسولیہ صفحہ 48)

اس کتاب کی قدیم ترین اشاعت 1884ء میں در مطبع وکٹوریا واقع لاہور سے ہوئی ہے بعد میں نظامت اوقاف مظفر آباد آزاد کشمیر نے بھی 1978ء میں شائع کیا ہے
یہ کتاب ۱۲۸۱ھ میں لکھی گئی جس کا بیان مصنف خود فرماتے ہیں

ہویا تم رسولی تحفہ روز قمر دے فجری
باراں سے اکاسی آہا سن مبارک ہجری

اس کتاب کے آخری صفحہ پر جو اشعار آپ نے بطور وصیت فرمائے ہیں جن کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ مخلوق خدا کی خدمت ہی اصل صوفیانہ فکر ہے جس کے حامی حضرت میاں محمد بخش ؒ ہیں جن میں سے چند یہاں پر درج کیے جاتے ہیں جو ہر خانقاہی نظام کے سجادہ نشین کو اختیار کرنے چاہییں۔

سنو پیارے سخن ہمارے کن دھرو جند ساری
توڑے ہاں میں اوگنہارا سخن تساڈے کارن

سپاں دا رنگ میلا تک کے ہتھوں سٹ نہ پایئے
وچ اوہناں دے موتی سچے کڈھ کے کاری لایئے
جتنے ہوون مجاور حجرے ادب اوہناں دا کرناں
دنیا دا کوئی کم نہ دَسناں خوف سدا چت دھرناں
جو صورت سیلانی آوے اُسدی الفت یاری
ہور عاجز مسکین مسافر سبھ دی کرنی داری
خادم طالب نال محبت غصہ زور نہ کرناں
جو کوئی طلب ملن دی آوے سر منگے تاں دھرناں
کار گزاری جو لاچاری بہت نہ دنیا داری
ناری نال نہ کرنی یاری فیض رہے تد جاری
جیکو اس نصیحت اوتے عمل نہ کرسی کائی
لائق نہ دستار مبارک آکھ سنایا بھائی
(تحفہ رسولیہ صفحہ 126)

قصہ سخی خواص خان (سَن تالیف 1282ھ)

سخی خواص خان شیر شاہ سوری کی کنیز کا بیٹا تھا جو ترقی کر کے اس کی فوج کا جرنیل بن گیا یہ کتاب اسی جرنیل کے بارے میں ہے اور اس میں اس کی بہادری، جرأت، انصاف پسندی اور زندگی کے حالات و واقعات ہیں یہ بھی سی حرفی کی صورت میں ہے۔(دیباچہ سیف الملوک از شفیع عقیل صفحہ 24)

آپ کی سخاوت اتنی بلند پایہ تھی کہ دشمنوں نے مکر و فریب سے سر مانگا تو اپنی جان حاضر کر دی اور شہادت کا جام نوش کیا سر مبارک قلعہ روہتاس (نزد دینہ) کے دروازے میں دفن ہوا اور دھڑ مبارک گاؤں خواص پور (نزد لالہ

موسیٰ) میں دفن ہوا ہر دو جگہ پر مزار مرجع خلائق ہے
سن تالیف سے متعلق خود ارشاد فرماتے ہیں

باراں دے بیاسی سن اندر قصہ میوہ خان خواص دا جوڑیائے
اُچے رُکھ اُتوں کنڈے جھاگ کے جی میوہ دوستاں واسطے توڑیائے
(سخی خواص خان صفحہ 106)

پھر ارشاد فرمایا کہ یہ سارا قصہ فقر کی رمز سے بھرپور ہے

سارا فقر دی رمز دے نال بھریا قصے سِپ موتی اسرار ہے جی
(سخی خواص خان صفحہ 107)

ترس ناہیں انہاں ظالماں نوں کوئی فکر نہ دین ایمان دا جے
سچے مرد نوں درد پچاوندے نے طمع رکھ کے جوٹھ دی شان دا جے
فانی جگ دی حرص تے ظلم کرنا ایہتاں کم ہے اصل نادان دا جے
بھلے نال محمدا کرن مَندا اوہناں ظالماں اثر شیطان دا جے
(قصہ سخی خواص خان صفحہ 66)

بعض کتب میں جو واقعہ لکھا ہوا ہے کہ ایک دفعہ حضرت نیک عالم شاہ صاحب کی عیادت کے لیے رومی کشمیر نے اشعار کی صورت میں خط لکھا اور پھر انہوں نے بھی اشعار کی صورت میں جواب تحریر کیا۔(خوشبوئے فقر 402)

وہ اشعار بھی اسی کتاب قصہ سخی خواص خان کے صفحہ 80 میں موجود ہیں:

ص

صابراں کم نہ بولنا جی ڈبا موتیاندا ویہڑے ڈوہلناں کی
جیہڑے نام خدائیدے خیر کیتے مائی ذکر اوہناں دا پھولناں کی

جدوں یار نے سیس تے بھار دِتا خبردار ہوئے مڑ ڈولناں کی
جوٹھا پاک امام دا جام پی کے رہیئے مست محمدا بولناں کی

سید نیک عالم شاہ صاحب نے جواباً یہ اشعار لکھ کر بھیجے جن سے ہر دو حضرات کی آپس میں محبت اور تعلق داری کا بھی پتہ چلتا ہے

ص

صابراں دل نہ عاشقاں دے پانی چھاننی وچ ٹھہراوانا کیہ
ہووے سیس تے بوجھ اٹھا لیئے بے سراں نوں بھار چکاونا کیہ
اے پر تیغ مسموم دے زخمیاں نوں زہر چپ دا گھول پلاونا کیہ
جوٹھا جام امام دا پاک پینا عالم جیہاں نوں مست بناؤنا کیہ
(خوشبوئے فقر 402)

خ

خاص ہوئے وچہ اُمتاں دے اُمت اوس رسول کریم ﷺ دے جیو
اوہدی آل دے قدم دی خاک چُماں رہندی اچھیا عرش عظیم دے جیو
جیندی آل وِچوں میراں پاک ہوئے دہیر دہیر غریب یتیم دے جیو
دستگیر محمدا ؒ ڈہٹھیاں دے جَدّ پاک جو شاہ مقیم دا جیو

د

دولتاں نعمتاں بخشدائے داتا دین ایمان مُراد دا جے
اوہدے دَر دے منگتے بادشاہ نے داد دین والا فریاد دا جے
سدا مان نمانیاں عاجزاں دا دِل شاد کرے ناشاد دا جے
طُوبیٰ رُکھ محمدا ؒ رَکھ ساڈی کگھ کگھ اوہدے بغداد دا جے

ذ

ذرہ جے مہر دی نظر ویکھے ہوون دُور سیاہیاں لو لگے
اوہناں لا تحف دا شان پایا دامن شاہ جیلان دے جو لگے محی الدین میراں
جنہاں یاد کیتا بنّے تَر طوفان تھیں سو لگے
ہیں چور محمدا رکھ آسان سیوا پیر دی ہا ن وَلوں ہو لگے
(قصہ سخی خواص خاں صفحہ ۳)

قصہ مرزا صاحباں (سَن تالیف 1288ھ)

حضرت میاں محمد بخشؒ کی اس تصنیف پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر غلام حسین اظہر لکھتے ہیں:

اعلیٰ اقدار و روایات کو تجسیمی صورت میں پیش کرنے کی کامیاب ترین کوشش مرزا صاحباں ہے۔مرزا صاحباں کا قصہ اس سے قبل کئی شعراء نے لکھا ہے لیکن میاں صاحب ان پر کئی اعتبار سے سبقت لے گئے ہیں دو امور کا ذکر انہوں نے خود کیا ہے:

مدح حسن دی وچ تے درد اندر میں تھیں جاوندے نہ ہدار کیتے

یہی دوخوبیاں اس قصہ کی جان ہیں لیکن اس کے علاوہ اس میں مروجہ روایت کے مطابق صناعی کا استعمال بھی ہے اکثر ظاہر بین حضرات نے اس کتاب کے اسی پہلو کی طرف دھیان دیا ہے مخصوص صنعت تجنیس کے استعمال پر صناعی کے بارے میں خود میاں صاحب کا ارشاد ہے:

بندہ زور جے لاوندا صنعتاں تے گھٹ لبھدا معنی پان والا
میرے قفل نوں لاوندا اوہ کنجی شاگرد ہوندا لقمان والا

ملک صاحب نے مرزا صاحباں کے بارے میں لکھا ہے

مرزا صاحباں کا قصہ پُرصنعت اور بدائع معنوی و لفظ تلازمات کے لحاظ سے بے نظیر ہے بعض دیگر شعراء کی طرح صرف تجنیس خطی پر زور نہیں دیا گیا۔(میاں محمد شخصیت اور فن صفحہ 141،142)

حکمت آمیز انداز اس پورے مجموعے میں جا بجا نظر آتا ہے باتوں ہی باتوں میں میاں صاحب حکمت اور دانائی کے موتی بکھیرتے چلے گئے ہیں

پنچھی پنجروں نکلے کد مڑن چڑھے گگن نہ مڑن بخار میاں
ڈگی تریل نہ ہتھ آوندی ہے ڈوہلی ریت تے کھنڈ خوار میاں
سوکے پت تھیں عرق نہ نکل دا اے توڑے گھت رمال نچوڑیئے جیو
لاڈیں لا محمدا عاشقاں نوں پھر جھڑک کے کیوں وچھوڑیئے جیو

پنجرے سے نکلے پنچھی واپس نہیں آتے آسمان کی طرف اُڑے بخارات نہیں لوٹتے گری ہوئی اوس ہاتھ نہیں آتی ریت پر گری چینی مٹی میں مل جاتی ہے سوکھے پتوں سے عرق نہیں نکلتا خواہ اُسے کسی طرح نچوڑیں اے محمد عاشقوں کو لاڈ پیار کا عادی بنا کے پھر ڈانٹ کر جدا نہیں کرنا چاہیئے (میاں محمد شخصیت اور فن صفحہ 55)

مذکورہ بالا کتاب سے حضور غوث اعظم کے مناقب میں اشعار:

رہاں صبح سلامت آفتاں تھیں ، پوے پیش نہ شَرر شَرّار سائیں
میراں پاک دے دَر دا سگ ہوواں سبھ جگ محمداؐ وار سائیں
میراں شاہ ہے تامیاں اولیاں دا ، محبوب جناب کریم داسائی
پوڑی پہلڑی اوسیدی بیٹھکے دی، اُچا سیس جو عرش عظیم دائی
سچا پیر امام اُمم دا جی ، بُرہان اوہ رحم رحیم دائی
زندہ کرن والا اِک آن اندر ہوئے خاک تے عظم رمیم دائی

جینوں خط امام دا اوہ دیوے ، اوہنوں خط نہ نار جحیم دائی
اوہدی طرف دی پاک ہوا اندر، حُلہ جنتی خاص نسیم دائی
اوہدی مَدح دی حد نہ مول کوءی، جدّ پاک جو شاہ مقیم دائی
اوہدے کرم دا جس نے گنج پایا ، محتاج نہ زَر تے سیم دائی
بے سیم عمیم نعیم دیوے ، کٹے بیم حکیم یتیم د ائی
میراں پاک محمدا ؒ اوٹ میری پھر خوف نہ چوٹ غنیم (دُشمن) دائی
(مرزا صاحباں صفحہ ۲)

ہدایت المسلمین (سَن تالیف 1297 ھ)

یہ کتاب عقائد پر مبنی واحد کتاب ہے جو عقیدہ اہل سنت جماعت کے عقائد کی تائید میں ۱۲۹۷ ھ کو لکھی گئی اس کا پہلا نام ردِ وہابیت تھا جو بعد میں ہدایت المسلمین کر دیا گیا۔اس تصنیف کا اصل مقصد جو رومی کشمیر کے پیش نظر تھا وہ عوام الناس کے عقائد کی اصلاح اور دین اسلام کی تعلیمات کو قرآن و احادیث کی روشنی میں بیان کرنا تھا نہ کہ کسی کے ساتھ بحث و جھگڑا جس کا اظہار انہوں نے خود فرمایا ہے:

قصد میرا اس نظم کرن تھیں ناہیں شعر وکھاون
ناں کوئی بحث جدال کسے سنگ ناں کجھ ویر کماون
(ہدایت المسلمین صفحہ 6)

اس تصنیف میں وہابی افکار کی تردید کی گئی ہے۔
(میاں محمد بخش احوال و آثار صفحہ 38)

ہدایت المسلمین میاں صاحب کے مذہبی اعتقادات کو جاننے کے لیے

ایک اہم ماخذ کی درجہ رکھتی ہے (میاں محمد شخصیت اور فن صفحہ 160)

نمونہ کلام

ختم نبیاں دا ایہہ معجز، اوہ معجز موسائی
نجدی فوج کھلووے کی کر، وار غضب دی آئی

وہ معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تھا اور یہ معجزہ حضور خاتم الانبیاء ﷺ کا ہے جس کے سامنے نجدی فوج کس طرح سے کھڑی ہو گی ان پر غضب کی ضرب لگنے کو آئی ہے۔(ہدایت المسلمین صفحہ 20)

سرور عالم ختم نبیاں، فرد آہے اک کامل
جو ہویا جو ہوناں سبھ تے، علم اونہاں دا شامل

سرور دو عالم ﷺ پر نبوت ختم ہو چکی ہے اور دین کی تکمیل آپ ﷺ پر ہوئی جو پہلے ہو چکا اور جو بعد میں قیامت تک ہو گا ہر چیز کا علم انہیں عطا کر دیا گیا ہے۔(ہدایت المسلمین صفحہ 95)

معجز اتے کرامت اندر، فرق پَوے پھر کِیویں
سُنو جواب دیاں اس گل دا، کہیا بزرگاں جینویں

معجزہ اور کرامت کے اندر فرق کس طرح سے ہو گا اس بات کا جواب سنیئے میں بتاتا ہوں جس طرح بزرگانِ دین فرماتے ہیں۔(ہدایت المسلمین صفحہ 77)

نبیاں وَلوں نبوت دعوٰی، ولی نہ کردے مولے
ایہو دعوٰی فارق بَس ہے، رَلا پوے کِت رُولے

نبوت کا دعوٰی انبیائے کرام کی طرف سے کیا جانا ضروری ہوتا ہے اور ولی کی طرف سے ولائت کا دعوٰی کرنا ضروری نہیں ہوتا۔یہی دعوٰی کا کرنا اور نہ کرنا ہی دونوں میں فرق کرتا ہے یہ دونوں الگ الگ مقامات ہیں ان کو ایک معنی میں استعمال

نہیں کیا جا سکتا۔(ہدایت المسلمین صفحہ 77)

ایہہ دعوٰی خود ممکن ناہیں، پچھے ختم رسولاں
جس کیتا اوہ جھوٹھا جانو، رلیا وِچہ مجہولاں

نبوت کا دعوٰی نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت کے بعد اب ممکن نہیں ہے جو بھی یہ دعوٰی کرے گا وہ کذاب ہو گا اور گمراہ ہو گا۔(ہدایت المسلمین صفحہ 77)

اندر شرح شفا دے لکھدا، قاری اہل فتوت
بعد نبی جس دعوٰی کیتا، میں ہاں اہل نبوت
اوس تھیں جیکو معجز منگے، اوہ بھی کافر ہوندا
کیونکہ نبی نہیں ہُن ممکن، ایہہ ظن اُس کیوں پوندا

شرح شفا کے اندر ملا علی قاری جو کہ اہل فتوی میں سے ہے لکھتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کے بعد جس نے بھی نبوت کا دعوٰی کیا تو اس سے اگر کوئی معجزہ مانگے گا تو وہ بھی کافر ہو جائے گا کیونکہ اب حضور خاتم النبیین ﷺ کے بعد نبی کا مبعوث ہونا ناممکن ہے لہذا معجزہ مانگنے والے کو اس کذاب سے معجزہ مانگنے میں کیوں شک گزرا؟۔(جب کسی نبی کا آنا ممکن ہی نہیں تو پھر کسی جھوٹے دعوے دار سے معجزہ کی طلب بھی نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس کا دعوٰی نبوت کرنا ہی جھوٹ پر مبنی ہو گا)۔(ہدایت المسلمین صفحہ 121)

بعد محمد ﷺ نبی نہ ہوناں، معلم نال ضروراں
لَیۡسَ یُمۡکِنُ مِثۡلَہٗ تک، اَصلوں چھوڑ غروراں

محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد کسی نبی کا مبعوث نہ ہونا، ضروریات دین سے متعلق بنیادی عقیدہ ہے جو ہر اہل علم کو معلوم ہے ۔آپ ﷺ کی مثل اصل میں ممکن ہی نہیں ہے تکبر کو چھوڑ دے ۔(ہدایت المسلمین صفحہ 121)

معتمد فی المعتقد دے، تور پشتی پایا
عقلی نقلی نال دلیلاں، خوب اُس نے دکھلایا

تورپشتی نے اپنی کتاب معتمد فی المعتقد میں عقلی اور نقلی طور پر یہ بات بڑے اچھے طریقے سے ثابت کی ہے ۔(ہدایت المسلمین صفحہ 121)

جے کوئی آکھے بعد پیغمبر، ممکن اس دا ثانی
اوہ منکر تنزیلوں ہویا، کافر اُس نوں جانی

اگر کوئی یہ کہے کہ پیغمبر اعظم محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کا کوئی ثانی ممکن ہے تو وہ ازل سے ہی منکروں میں لکھا جائے گا اسے کافر ہی جاننا۔(ہدایت المسلمین صفحہ 121)

کہیا رب نبیاں وِچوں، ختم محمد ﷺ آیا
منکر اُس دا کافر مطلق، جس نے حق چھپایا

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ہے کہ انبیائے کرام میں سے محمد ﷺ آخری نبی ہیں اس بات کا جو بھی منکر ہو گا وہ مطلق طور پر کافر ہو گا یہ بات کو چھپانے والا ہو گا۔(ہدایت المسلمین صفحہ 121)

ایہہ بیان اساں تھیں سنیو، چھڈ جھگڑے بے راہی
مَا خَلَقۡتُ مِنۡہُ اَکۡرَمۡ، کہیا آپ الٰہی

بے مقصد بحث و مباحث چھوڑ کر مجھ سے یہ بیان بغور سننا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے محبوب ﷺ سے فرمایا کہ میں نے آپ سے زیادہ عزت والا کسی کو نہیں بنایا۔(ہدایت المسلمین صفحہ 122)

پنج گنج (سَن تالیف1304ھ)

ویسے تو حضرت میاں محمد بخشؒ نے متعدد سی حرفیاں لکھیں ہیں جن میں سے پنج گنج (جو کہ پانچ سی حرفیوں پر مشتمل کتاب ہے) ہر سی حرفی (اَلف سے ی تک) تقریباً ۳۰ رباعیات پر مشتمل جو اہل محبت کے لیے ایک بہت بڑا ادب کاخزانہ ہے۔اس کتاب کے مختلف اوقات میں ایڈیشن شائع ہوئے ہیں جن میں سے چند کا ذکر یہاں کیا جارہا ہے۔

1۔ پنج گنج میاں محمد — میاں محمد بخشؒ
حسب فرمائش حافظ امین اللہ اینڈ سنز تاجران کتب
مطبع سراج المطابع جہلم ۱۹۰۶ء

2۔ پنج گنج میاں محمد — میاں محمد بخشؒ
حسب فرمائش حافظ امین اللہ اینڈ سنز تاجران کتب
لال سٹیم پریس لاہور ۱۹۲۱ء (بار دوم)

3۔ پنج گنج میاں محمد — میاں محمد بخشؒ
نور اینڈ سنز تاجران کتب جہلم)

سی حرفی اول میں بے ثباتی اور فنا کا ذکر ہے سی حرفی دوم کا موضوع فنا کے اثرات ہیں جدائی کے گہرے دکھ کے کئی دلگداز پہلو اسی سی حرفی میں یوں سامنے آتے ہیں کہ قاری کو جھنجھوڑ کے رکھ دیتے ہیں سی حرفی ثالث میں حضرت میراں کے حضور استدعا کی صورت میں ظہور پذیر ہوئی ہے سی حرفی چہارم میں جدائی کی اندوہ گین کیفیات اور وصل کی خواہش کا بے محابا اظہار ہے

سی حرفی پنجم میں وحدت الوجود کے تصوارات کی ترجمانی ہے۔

(اقتباس میاں محمد فن اور شخصیت از ڈاکٹر غلام حسین اظہر صفحہ 161)

نمونہ کلام پنج گنج

جال ہوس دے پھسیاں جی جدوں مچھلیاں تینوں یاد کیتا
ندی تاریا تیریاں تاریاں نوں تلن تلن تھیں جی آزاد کیتا
داد داد دی دے بغداد والے کر یاد مرید مُراد کیتا
محی الدین محمدؐ نام سچا جس دین دا شہر آباد کیتا

ترجمہ: یاغوث اعظم رضی اللہ عنہ جب جال میں پھنسی ہوئی مچھلیوں نے آپ کو یاد کیا (تو پھر ان کی نجات ہوگئی) اور ندی (پانی) نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کے پار کیے ہوؤں کو پار کر دیا یعنی ان کو ڈوبنے سے بچا لیا۔جن پر آپ رضی اللہ عنہ کی نگاہ ہوگئی۔تو ان مچھلیوں کو پھر نہ کسی نے تولا (وزن کیا) اور نہ ہی آگ پر تلا (یعنی پکایا نہیں)۔آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی نگاہ سخاوت اور یاد نے مریدوں کو درجہ مراد پر پہنچا دیا۔ اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اسم محی الدین نے دین کا شہر آباد کیا یعنی دین کو نئی زندگی بخش دی۔(پنج گنج سی حرفی ثالث صفحہ ۳۹)

ث

ثابتی قدم دی دیہہ میراں بندے ڈولدے ڈولدے ڈولدے نوں
لکھ آس ہے پاس تُساڈرے دی لکھ رولدے رولدے رولدے نوں
مُکھ دَس کے سُکھ بنا سارے دُکھ پھولدے پھولدے پھولدے نوں
برباد محمدؐ عمر گئی ہوا تولدے تولدے تولدے نوں

اے میرے میراں پاک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس بندے عاجز کا ہر طرح کا تذبذب دُور فرما کر ثابت قدمی عطا فرمانا۔ مجھے تو آپ کی بارگاہ کی ہمیشہ

سے امید ہے۔ دُکھوں کا اظہار کرنے والے کو زیارت سے مشرف فرما کر دُکھوں کو سُکھوں میں تبدیل فرما دیں۔میری عمر تو اسی طرح ہوا کے جھونکوں سے امید وابستہ رکھے ہوئے گزر رہی ہے۔کہ کب میرے محبوب کی خبر لے کر آئے گی۔

ش

شاہ شاہاں میراں پیر پیراں داتا دولتاں دین ایمان دائی
تیرے چاک دے چاک دا چاک جھڑا حاکم اوہ زمین آسمان دائی
اِک باہجھ نبوتوں مِلک تیرا جھڑا مُلک نبی سُلیمان علیہ السلام دائی
دَہن فقر محمدؔ قادری جی جنہاں فخر تیرے خاندان دائی

شاہ شاہاں پیر پیراں رضی اللہ عنہ ایمان کی دولت کو تقویت بخشنے والے ہیں۔ جو آپ رضی اللہ عنہ کے نوکروں کے نوکروں کا بھی نوکر ہے۔اس کی زمین و آسمان میں ایک پہچان اور مقام ہے۔نبوت کے علاوہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ملکیت میں ایسا مُلک ہے جیسا کہ نبی سلیمان علیہ السلام کے پاس تھا۔آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا سلسلہ قادری بڑی شان والا ہے کہ جو بھی اس سے وابستگی رکھتا ہے اُسے اس نسبت کا فخر ہے۔

چھٹی ہیر (سَن تالیف 1315ھ)

۱۵۱ اشعار پر مشتمل یہ کتاب موضع پنجنی (پہاڑ نشست گاہ حضرت مصنف) پر بیٹھ کر لکھی گئی۔بظاہر ہیر کی طرف سے لکھا گیا خط ہے جو اس نے اپنے بچھڑے ہوئے یار رانجھا کی طرف روانہ کیا مگر حقیقت میں ایک طالب کے لیے اپنے محبوب کو راضی کرنے کے آداب لکھے گئے ہیں

یہاں اسی کتاب کے آغاز صفحہ 45 اور 46 سے چند ابیات بطور نمونہ لکھتے

ہیں جہاں سے اندازہ ہو جائے گا کہ کس قدر محبوب کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔

آ نمانیئے کانیئے نی نک عاجزی دا رکھ خاک اُتے
سروں پیر کر کے چل وَل جانی رکھ قدم ناہیں راہ پاک اُتے
تقریر صریر دی نال روشن کریں رمز ضمیر دی چاک اُتے
سینہ چاک محمدؔ جا کھولیں میرا خط سوہنے چالاک اُتے

یہاں پر جب حضرت میاں محمد بخش ؒ نے بظاہر قصہ ہیر رانجھا (ہیر ایک خط لکھ رہی ہے رانجھا کی طرف) کو سامنے رکھ کر ایک طالب صادق کی اپنے یار کی محبت میں آداب کو ملحوظ خاطر رکھنے کے لیے جن شرائط کا ذکر کیا ہے وہ قابل غور ہیں۔

کہ اپنی قلم کو پہلے تو عاجزی کی تعلیم دی جا رہی ہے کہ اپنے ناک کو خاک کے اوپر رکھ کر ادب اتنا کرنا ہے کہ سر کو پاؤں بنا کر اپنے یار کی خدمت میں کچھ تحریر کرنا ہے یار کی راہ کو بھی پاک راہ سے تعبیر کیا گیا ہے پھر اپنا مافی ضمیر بیان کرنے کے لیے آواز کو اتنا پست کرنے کا خیال کیا جا رہا ہے کہ جیسے قلم کے چلنے کی آواز ہوتی ہے جو عام سماعت سن بھی نہیں سکتی یہاں آواز کو اتنا پست رکھ کر اپنے دل کی بات کا اظہار کرنا ہے جو محبوب کے سامنے آداب گفتگو سے متعلق ہے۔آخری مصرعہ میں سوہنے محبوب کے سامنے یہ خط کھولنے کا ذکر ہے جس میں ہجر و فراق کے زخموں سے چور سینہ کے راز جا کر ظاہر کرنے ہیں

آ کاغذا وَل تھیں وَل ہو کے تن صاف وَچھا زمین اُتے
چہرے پاک دا فرش وچھا پہایئے لایئے قلم نہ پا زمین اُتے

رنگ رنگ دا نقش بنائیکے تے بوٹے باغ لگا زمین اُتے
ہووے باغ بہار محمدؔا جاں کھڑے چاء ہوا زمین اُتے

مذکورہ بالا اشعار میں پہلے قلم کو یار کی بارگاہ کی آداب بتانے کے بعد اب کاغذ کو مخاطب ہو کر آداب سے اگاہ کیا جارہا ہے کہ اے کاغذ اپنا ٹیڑھا پن ختم کر کے بالکل سیدھا ہو کر اپنے جسم کو زمین پر بچھا دے اپنے چہرے کا فرش بنا پھر اسے قلم تو بھی مزید ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنے پاؤں کو زمین پر نہیں لگانا بلکہ سر کے بل چلنے کی جگہ ہے پھر اس کاغذ کی سجاوٹ کی طرف دھیان دیا گیا ہے کہ اس پر رنگا رنگ کے بیل بوٹے (نقش و نگار) بنا کر اس کاغذ کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کیا جائے پھر یہاں پر باغ لگایا جائے کیونکہ باغ لگانے سے پہلے زمین کی آبیاری کرنا ضروری ہوتا ہے اسی طرح محبوب کی بارگاہ میں خط لکھنے سے پہلے قلم اور کاغذ کی ادبی سجاوٹ بھی ضروری ہے آخری شعر میں مزید آداب بتائے جارہے ہیں کہ جب یہ کاغذ باغ بہار کی طرح تیار ہو جائے خوشبو بکھیرنے لگ جائے تو اس باد شمیم (خوشبودار ہوا جو دماغوں کو معطر کرنے والی ہو) کو مخاطب ہو کر کہا جارہا ہے کہ میرے پیغام کو محبوب تک پہنچا دے۔

ل

لے لے سیاہیاں زُلف وِچوں جیہڑے ہیر دی چوٹیوں ناگ آ ہے
مغز ہیر دا عشق تپایا سی لگی اگ پہاڑ تھیں بھاگ آ ہے
پانی پا دوات نوں آنسواں دا جھناں نال دو نین نے جاگ آ ہے
بول بول محمدؔا جلی بلی جھناں وِچ نی جوگ بہاگ آ ہے

ہیر دی چوٹیوں ناگ آ ہے ہیر کے بالوں کی چوٹی یعنی بالوں کو گوندھ کر مینڈیاں (گُت) بنائی جاتی ہیں پھر ان بنائی ہوئی مینڈیوں سے کچھ شاذ بال

باہر نکل آتے ہی (سائز میں چھوٹے ہونے کی وجہ سے) جو کنڈل دار ہوتے ہیں انہیں ناگ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

پہلے قلم اور کاغذ کی سجاوٹ اور آداب کا ذکر ہوا اب اس دوات کا ذکر آرہا ہے جس سے سیاہی لے کر اپنے یار کو خط لکھنا ہے۔ یہاں ہیر کی سیاہ زلفوں کو ایک ناگ کے ساتھ تشبیہہ دی جارہی ہے جو دیکھنے والے کو ڈس جاتا یعنی اپنا قیدی بنا لیتا تھا ان زلفوں میں سے بار بار سیاہی لے کر خط لکھا جارہا ہے۔ پھر لکھنے والی ہیر کے دماغ کو عشق نے اس قدر پرجوش کر کے آگ لگائی ہوئی تھی کہ کہ اب وہ اپنے بلند و بالا مقام ناز سے اتر کر نیچے آ گئی جس طرح کوئی پہاڑ کی بلندی سے نیچے اتر آتا ہے یہاں پہاڑ بطور تشبیہ مقام کی بلندی ہے نہ کہ حقیقی طور پر مٹی کا پہاڑ۔ پھر قلم، کاغذ اور سیاہی کے ذکر کے بعد اب دوات کا ذکر کیا جارہا ہے کہ محبوب کو خط لکھنے کے اہتمام میں جس دوات سے سیاہی لگا کر تحریر کرنی ہے اس میں آنسوؤں کا پانی ڈالنا ہے (جن کی وجہ سے انسان بیدار رہتا ہے) یعنی اپنے یار کے ہجر و فراق میں رو رو کر آنسو نکالنے ہیں اور اپنے اندر سوز و گداز کی کیفیت پیدا کرنا ہے جن کے نصیب میں جوگ آ گیا ہے ان کی ہر بات درد و سوز کی کیفیت سے بھرپور ہے۔

اوّل حمد ثناء اِلہ والی فیر آکھ درُود رسول اُتے
فیر آل اَتے اولاد اوہدی ہر یار اوہدے مقبول اُتے
نالے پاک امام حسن اُتے فِر کربلا دے مقتول اُتے
لِکھ خط محمدؔا ہیر دا جیئو رَکھ آرزو خاص وصول اُتے

سب سے پہلے تعریف و ثنا اللہ تبارک تعالیٰ کی ہے پھر درود نبی مکرم ﷺ کی ذات بابرکات پر پھر حضور ﷺ کی آل و اولاد پر اور سرکار ﷺ کے ہر صحابی پر پھر امام حسن اور امام حسین کی ذات مبارک پر ہو اے محمد! ہیر کا خط لکھنے کی طرف

توجہ کر اس امید پر کہ خاص عنایت اللہ رب العزت کی طرف سے ہی ہے

اوّل جائیکے قاصدا شہر اگے میری طرف تھیں چُم کے خاک تائیں
پھیر کہیں ہزار سلام میرا واوے وادیاں دے نمناک تائیں
اَگ شہر دے نوں دَسیں نین روندے پہنچی اُسدی جان ہلاک تائیں
چناب دے آب نوں تاب دے کے کر یاد میرے ہشناک تائیں

جب تو میرے یار کے شہر کے سامنے پہنچ جائے تو اے قاصد! سب سے پہلا کام یہ کرنا ہے کہ میری طرف سے اس شہر کی زمین کی خاک کو محبت سے بوسہ دینا ہے پھر میری طرف سے ہزار بار سلام کہنا ہے اس شہر کی وادیوں میں چلنے والی نمی سے بھرپور ہوا کو بھی میری طرف سے سلام کہنا (نسبت کی وجہ سے محبوب کے شہر کی ہر چیز قابل احترام ہو جاتی ہے) پھر شہر کے سامنے میرے روتے ہوئی آنکھوں کا ذکر بھی کرنا کہ رو رو کر ہلاک ہونے کے قریب ہو گی ہوں) پھر دریائے چناب کے پانی کے بہاؤ کو تیز کر کے میرے محبوب کو یاد کر۔

م

موتی لعل تے ایہہ انفاس ہیرے ایویں رائیگاں عمر گنوا ناہیں
ایہہ عمر عزیز جے مفت گئی تلیاں ملدیاں ہتھ گھساء ناہیں
ایہہ گڈیا وڈھیا کھیت سارا برباد ہوا اوڈا ناہیں
لنگھے وقت محمدؐا لبھدے ناں بناں رب دی یاد لنگھا ناہیں
(چٹھی ہیر صفحہ 68)

تذکرہ مقیمی (سَن تالیف1324ھ)

حضرت میاں محمد بخشؒ کی تمام تر تصانیف پنجابی منظوم میں ہیں سوائے اس ایک کتاب تذکرہ مقیمی کے یہ فارسی نثر میں ہے مگر فارسی اشعار سے بھی مزین ہے۔

ڈاکٹر سید اختر جعفری اپنے مقالہ میں لکھتے ہیں کہ ایس کتاب وچ اشعار دی کل تعداد 988 اے پہلے حصہ وچ 565 جدوں کہ دوجے حصے وچ 423 شعر موجود نیں۔(حضرت میاں محمد بخش حیاتی تے شاعری صفحہ 487)

اس کا پہلا حصہ مشائخ حجرہ منورہ حضرت بہاول شیر قلندرؒ اور آپ کے خاندان سے تعلق رکھنے والے مشائخ کے حالات و واقعات اور مناقب پر مشتمل ہے اور دوسرا حصہ رومی کشمیرؒ کے اپنے آباؤ و اجداد اور مشائخ کرام، متعلقین و متوسلین کے مناقب و احوال پر مشتمل ہے

فارسی نثر میں مشائخ کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ منظوم فارسی کلام کے ساتھ بھی مناقب پیش کرتے ہیں اور قطعہ تاریخ وصال بھی بڑی مہارت کے ساتھ نکالے گئے ہیں۔

حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی شان میں فرماتے ہیں

پیرِ پیراں میر میراں شاہِ شاہاں بی نظیر
وارثِ لوح و قلم افتادگاں را دستگیر

سیدنا الشیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ پیروں کے پیر، سرداروں کے سردار اور شہنشاہوں کے بے مثل شہنشاہ ہیں، لوح وقلم کے وارث اور مصیبت زدوں کے دستگیر ہیں۔(تذکرہ مقیمی مترجم صفحہ۔۔۔)

جیسے حضرت بہاول شیر قلندر ﷫ کی مناقب کے باب میں فرماتے ہیں

چوں طوبیٰ و سدرہ بزرگے

سائل برشاں برائے برگے

یہ درخت طوبیٰ وسدرہ کی طرح بزرگ اور شان وشوکت والے ہیں

خود یافت محمد اوصالے

باظلمتِ ہجر عالم اندود

اے محمد بخش! آپ نے وصل حق پایا تو دنیا (اور اہل دنیا) ہجر کی تاریکی میں ڈوب گئے۔

پر سیدم سالِ رحلت از دل

محبوب خدا شدہ بفرمود

میں نے اپنے دل سے (آپ کی) رحلت کا سال پوچھا تو اس نے کہا (محبوب خدا شدہ۔۔۔ ۹۷۲ھ) آپ اللہ کے محبوب ہوئے۔

(تذکرہ مقیمی مترجم صفحہ 89،67)

بیان کرتے ہیں کہ آپ کے سرِ اقدس کے بال مبارک دراز اور لمبے تھے جب اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کا نام زبان پر لاتے۔سرو جملہ اعضاء کے بال سیدھے ہو کر آسمان کی جانب ایستادہ ہو جاتے ظاہراً عوام کی نگاہ میں ننگے سر اور برہنہ پا رہتے اور میں نے لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ

پیر ا سر برہنہ نیست برسرتاج دارد چارترک

ترکِ دنیا ترکِ عقبی ترکِ مولی ترکِ ترک

حضرت پیرا شاہ غازی قلندر سر برہنہ نہیں ہیں بلکہ اپنے سر اقدس پر چار ترک کا تاج رکھے ہوئے ہیں (اور وہ چار ترک یہ ہیں) ترکِ دنیا، ترکِ

عقبی، ترکِ سرداری اور ترکِ کلاہ شاہی۔

(تذکرہ مقیمی مترجم صفحہ 218)

زہے جوّاد شاہی ما ست کز جود

زروخاشاک یکساں دید و بخشود

واہ! ہمارے شہنشاہ کتنے بڑی سخی ہیں جو اپنی سخاوت کی بنا پر سونے اور کُوڑے کو یکساں دیکھتے ہیں اور بخش دینے والے ہیں (ان کی نظر عنایت وجودت میں زرو جوہرات کی کوئی حیثیت نہیں)۔

(تذکرہ مقیمی مترجم صفحہ 227)

اس بے نشاں اور پرانے سال سے گاہے بگاہے لوگوں سے خبر ملتی رہی۔

بمن گفت الہام بر گو بآہ

زہے پیر مردان حق پیر شاہ

مجھے الہام کرنے والے نے کہا کہ افسوس کے ساتھ کہہ" زہے پیر مردان حق پیر شاہ" (1155ھ) یعنی حضرت پیرا شاہ قلندر مردان حق کے بھی پیر ہیں۔

(تذکرہ مقیمی مترجم صفحہ 283)

اس کتاب کا اردو ترجمہ ملخصاً آپ کے مرید ملک محمد قادری جہلمی صاحب نے بوستان قلندری کے نام سے اختصار کے ساتھ فرمایا جو 1920 کو مطبع سراج المطابع جہلم سے چھپا اور حال ہی میں مکمل ترجمہ اور اس کی عکسی اشاعت کی سعادت میاں ذوالفقار احمد قادری صاحب کھڑی شریف کے حصہ میں آئی ہے۔

سی حرفیاں، باراں ماہ، گلزار فقر، سسی پنوں

سی حرفی پنجابی زبان کی صنف ہے جس میں حروف تہجی کے اعتبار سے اشعار کو ترتیب دیا جاتا ہے حضرت میاں محمد بخش ؒ کی لکھی ہوئی سی حرفیاں جن میں ہجر و فراق کے مضامین ہیں کافی تعداد میں ہیں ہر سی حرفی میں نظم کے بند 30 اور ہر بند کے مصرعے چار ہوتے ہیں ان سی حرفیوں میں ایک سی حرفی مولا علی شیر خدا ؓ کی شان میں ہے اور کچھ سلسلہ قادریہ قلندریہ کے شجرہ جات بھی ہیں کچھ سی حرفیاں حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی ؓ کی شان میں ہیں اور کچھ دیگر شخصیات سے متعلق بھی ہیں۔

بارہ ماہ بھی حضور رومی کشمیر ؒ کی تصنیف ہے جس میں آپ نے مہینوں کے حوالے سے موسموں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے خیالات و جذبات کا اظہار کیا ہے۔

میاں سکندر صاحب نے اپنی کتاب عارف کھڑی کے حصہ دوم میں حضرت میاں محمد بخش ؒ کی تصانیف میں سے قصیدہ بردہ شریف، قصیدہ غوثیہ، قصیدہ روحی کا پنجابی منظوم ترجمہ بھی لکھا ہے اور اس کے علاوہ حضرت علی کی شان میں قصیدہ الضب کا منظوم پنجابی ترجمہ بھی لکھا ہے۔

گلزار فقر اگرچہ آپ کی تصانیف میں شامل ہے مگر اس وقت کہیں سے دستیاب نہیں ہے

سسی پنوں بھی آپ کی تصنیف ہے جو سی حرفی کی صورت میں لکھی گئی ہے اور ہر بند میں قرآن حکیم کی آیت مبارک یا کسی حدیث مبارک کا حوالہ دیا گیا ہے۔

ماخذ و مراجع

كَنْزُ الْاِيْمَان فِیْ تَرْجَمَةِ الْقُرْآن

از اعلیٰ حضرت، مجدد دین وملت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان ؒ

پنج گنج	حضرت میاں محمد بخش قادری مطبع سراج المطابع جہلم (1906)
قصہ مرزا صاحباں	حضرت میاں محمد بخش قادری ؒ زیر اہتمام میاں زمان کھڑی شریف
قصہ شاہ منصور	حضرت میاں محمد بخش قادری ؒ در مطبع کوہ طور واقع لاہور طبع شد ۱۸۷۵ء (عکسی)
قصہ شیخ صنعان	حضرت میاں محمد بخش قادری ؒ مقصود پبلشرز اردو بازار لاہور
قصہ شیخ صنعان	حضرت میاں محمد بخش قادری ؒ مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس جہلم
شیخ صنعان مع چٹھی ہیر	حضرت میاں محمد بخش قادری ؒ نظامت اوقاف مظفر آباد (آزاد کشمیر)
قصہ شیریں فرہاد	حضرت میاں محمد بخش قادری ؒ مرتب میاں سکندر کھڑی شریف
ہدایت المسلمین	حضرت میاں محمد بخش قادری ؒ نظامت اوقاف مظفر آباد (آزاد کشمیر)
ہدایت المسلمین	حضرت میاں محمد بخش قادری ؒ در مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور

تحفہ رسولیہ — حضرت میاں محمد بخش قادری ؒ
نظامت اوقاف مظفر آباد (آزاد کشمیر)

مثنوی نیرنگ عشق — حضرت میاں محمد بخش قادری ؒ
مقصود پبلشرز اردو بازار لاہور

قصہ شاہ منصور — دَر مطبع کوہ طور واقع لاہور طبع شد
۱۸۶۸ء (قدیم ترین نسخہ)

قصہ سخی خواص خان — حضرت میاں محمد بخش قادری ؒ
بمطبع سراج المطابع جہلم طبع شد

پنج گنج میاں محمد — حضرت میاں محمد بخش ؒ
حسب فرمائش حافظ امین اللہ اینڈ سنز تاجران کتب
لال سٹیم پریس لاہور ۱۹۲۱ء (بار دوم)

تذکرہ مقیمی (مترجم) — حضرت میاں محمد بخش قادری ؒ
حضرت میاں محمد بخش اکیڈمی ریڈچ یو کے

حضرت میاں محمد بخش حیاتی تے شاعری — ڈاکٹر سید اختر جعفری
مقصود پبلشرز جیلانی سنٹر شاہدریاں لاہور

مناقب غوثیہ (فارسی قلمی عکسی) — شیخ محمد صادق شہابی سعدی قادری احمد آبادی المکتبۃ النوشاھیہ
دربار نوشاہی نوشہ پور شریف جی ٹی روڈ جہلم

سیف الملوک — حضرت میاں محمد بخش قادری
محکمہ اوقاف آزاد کشمیر دربار کھڑی شریف

میاں محمد بخش احوال و آثار کتابیات اور منتخب کلام — عزیز احمد چودھری
پنجاب ریسرچ فاؤنڈیشن

میاں محمد شخصیت اور فن — ڈاکٹر غلام حسین اظہر — کتب مینار لاہور

سیف الملوک (ترجمہ اور مقدمہ) — شفیع عقیل انجمن ترقی اردو پاکستان

کھوج (چھیماہی جلد ۴۲ شمارہ نمبر ۸۳) — یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور

خوشبوئے فقر — محمد خلیل ثاقب — شبیر برادرز اردو بازار لاہور

سکندر نامہ — شیخ نظامی گنجوی ؒ — دَر مطبع منشی نول کشور لکھنؤ

سوانح عمری — ملک محمد قادری (جہلمی) ؒ — ملک محمد اکیڈمی جہلم

سیف الملوک حضرت میاں محمد بخش قادری ؒ در مطبع مصفطائی واقع لاہور ۱۲۸۶ھ

سیف الملوک مع فرہنگ شریف صابر — شریف صابر
سید اجمل حسین میموریل سوسائٹی لاہور

مقامات میاں محمد بخش — طارق مجاہد جہلمی، مجاہد اکیڈمی جہلم

میاں محمد بخش ایک آفاقی شاعر — محمد خلیل ثاقب، چوہدری برادرز جی ٹی روڈ دینہ

عارف کھڑی (حصہ دوم) — میاں محمد سکندر کھڑی شریف

بوستان قلندری — ملک محمد قادری، مطبع سراج المطابع جہلم *1920*ء

نیرنگ عشق معروف بہ مثنوی غنیمت — غنیمت کنجاہی
در مطبع نامی منشی نول کشور واقع کان پور

حضرت میاں محمد بخش حیاتی تے شاعری — ڈاکٹر سید اختر جعفری
مقصود پبلشرز جیلانی سنٹر شاہدریاں لاہور

شہباز علی قادری

عقیدہ ختم نبوت اور حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ

قرآن حکیم میں ارشاد الٰہی ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ
اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۠

ترجمہ: محمد ﷺ تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں۔ ہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سب کچھ جانتا ہے۔(سورہ الاحزاب آیت نمبر ۴۰)

یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ آخری نبی ہیں کہ اب آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور نبوت آپ ﷺ پر ختم ہوگئی ہے اور آپ ﷺ کی نبوت کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی حتی کہ جب حضرت عیسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نازل ہوں گے تو اگرچہ نبوت پہلے پا چکے ہیں مگر نزول کے بعد نبی کریم ﷺ کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے اور اسی شریعت پر حکم کریں گے اور آپ ﷺ ہی کے قبلہ یعنی کعبہ معظمہ کی طرف نماز پڑھیں گے۔ (خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴۰، ۳/ ۵۰۳ بحوالہ تفسیر صراط الجنان جلد ۸ صفحہ ۴۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بے شک رسالت اور نبوت ختم ہوگئی، اب میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ کوئی نبی۔ (سنن ترمذی باب ذہبت النبوۃ وبقیت المبشرات، ۴/ ۵۳۳، الحدیث: ۲۲۷۲ دار اِحیاء التراث العربي - بیروت)

ذیل کے چند صفحات میں حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں سے ان اشعار کا انتخاب کیا گیا ہے جن میں عقیدہ ختم نبوت کی وضاحت ملتی ہے اور منکر ختم نبوت کی تردید ہوتی ہے۔

رومی کشمیر رحمۃ اللہ علیہ کی جس تصنیف سے ختم نبوّت سے متعلق اشعار کا انتخاب کیا گیا ہے اس کتاب کا نام بطور عنوان لکھ دیا گیا ہے پھر ہر شعر کو باحوالہ لکھ کر مفہومی ترجمہ پیش کرنے کے بعد شرح کے ضمن میں اصل کتابوں سے اقتباس کو ممکنہ حد تک تخریج کے ساتھ پیش کر دیا گیا ہے۔

مگر پھر بھی اہل علم و دانش جہاں سقم پائیں راہنمائی فرما دیں۔

سیف الملوک میں عقیدہ ختم نبوّت سے متعلق اشعار:

حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں عقیدہ ختم نبوت کو بڑے احسن انداز میں بیان فرمایا ہے اس باب میں تمام کتابوں میں موجود اشعار کو علیحدہ علیحدہ عنوان سے باحوالہ پیش کر دیا گیا ہے جس میں سب سے پہلے سیف الملوک میں موجود عقیدہ ختم نبوت سے متعلق اشعار کا ذکر کیا جا رہا ہے:

6153۔ احمد ﷺ مرسل ختم نبیاں، دو جگ دی جس شاہی
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ، ہوگ حبیب ﷺ الٰہی

احمد مجتبیٰ ﷺ خاتم الانبیاء، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے آخری نبی ﷺ ہیں۔ دونوں جہانوں کے سردار ہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب ہیں آپ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم پر صلوۃ وسلام ہوں۔

6155۔ نبیاں دا سَر تاج ہووے گا، آخر وِچ زمانے
نام محمّد ﷺ عربی جسمّی، عبدُاللہ دے خانے

(پہلی کتابوں میں نبی آخر الزمان ﷺ کی آمد کے بارے پیش گوئیاں بتائی گئی ہیں کہ) آخری زمانہ میں انبیائے کرام علیہم السلام کے سردار ہوں گے۔ جن کا اسم مبارک محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہوگا اور نبی آخر الزمان ﷺ کی ولادت باسعادت سیّدنا عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے گھر مبارک میں ہوگی۔

3035۔ حضرت ختم نبیاں کہیا، سچی خبر کتابوں
صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ، ہوون پاک جنابوں

حضور خاتم النبیین ﷺ نے کتاب کی سچی خبر ارشاد فرمائی۔ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی ﷺ) پر۔ اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

98۔ تخت چبارے شاہی کنبے، ڈھٹھے کُفر منارے
چھیک دِتے قُرآن اوہدے نے، اگلے دفتر سارے

(کسریٰ) کی بادشاہی کے تخت و محلات میں زلزلہ آ گیا اور تھر تھر کانپنے لگ گئے اور کُفر کے محلات کے کنگرے گر گئے اور آپ ﷺ کے قُرآن حکیم نے پہلی کتابوں کو منسوخ کر دیا (خطِ تنسیخ کھینچ دیا۔ اب نبی آخر الزماں ﷺ کی شریعت ہی پر عمل کیا جائے گا)۔

101۔ نور محمدؐ روشن آہا، آدم جدوں نہ ہویا
اول آخر دوئے پاسے، اوہو مَل کھلویا

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی پیدائش سے بھی پہلے سرکار دو عالم ﷺ کا نور مبارک روشن تھا۔ اول اور آخر دونوں اطراف آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہی کی ملکیت میں ہیں۔

تحفہء میراں میں عقیدہ ختم نبوّت سے متعلق اشعار:

اوّل آخر اوس تھیں ظاہر، ہور طفیل اونہاندے
لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْکَوْنْ، آیا شان جنہاندے

اسی ہستی پاک سے اول اور آخر ظاہر ہوتا ہے اور سب کچھ انہی کے صدقے سے ہے ان کی شان میں آیا ہے۔ "اگر آپ ﷺ کو پیدا نہ کرتا تو دُنیا کی کسی چیز کو پیدا نہ کرتا" (حدیث قدسی): (الامن والعلیٰ صفحہ 129)

سبھناں کولوں اوّل آہے، آخر ظاہر ہوئے
اوّل آخر جھنڈے اوسدے، ثابت قدم کھلوئے

حضور ﷺ کے نور کی تخلیق سب سے پہلے ہوئی اور دُنیا میں سب سے آخر پر تشریف لائے اول اور آخر میں آپ ﷺ کے جھنڈے گاڑے گئے ہیں۔
(تحفہ میراں صفحہ 208)

دسیوس نام محمد ﷺ اُسدا، ایس بزرگ دا ناناں
احمد ﷺ مُرسل ختم نبیاں، سرور دوہاں جہاناں

اس نے بتایا کہ اس نبی ﷺ کا اسم مبارک محمد ﷺ ہے اور آپ ﷺ اس بزرگ (شہنشاہ بغداد) رضی اللہ عنہ کے نانا ہیں۔ وہ رسول مکرم احمد مجتبیٰ ﷺ ہیں جو دونوں جہان کے سردار ہیں اور نبوت ان پر ختم ہو چکی۔
(تحفہ میراں صفحہ 264)

ختم نبیاں بُجھ دلیلاں، آکھن نال پیارے
حسن حسین جگر دے ٹکڑے، اِک تھیں اک نیارے

حضور خاتم الانبیاء ﷺ نے دل کی بات کو جان کر محبت بھرے انداز میں فرمایا

کہ حسن اور حسین ؓ دونوں میرے جگر کے ٹکڑے ہیں ایک سے بڑھ کر ایک مجھے پیارا ہے۔ (تحفہ میراں صفحہ 274)

حسن حسین امام پیارے، آئے وَل نبی ﷺ دے
ختم نبیاں کرن دَلاسا، دوہاں نال خوشی دے

پیارے امام حسن اور امام حسین ؓ دونوں نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے تو نبی آخر الزمان ﷺ نے دونوں شہزادوں کو خوش ہو کر لاڈ اور پیار دیا۔ (تحفہ میراں صفحہ 277)

حجّت میری روئے زمیں تے، رہسی تا قیامت
جیونکر ختم نبوۃ احمد ﷺ، اس پر ختم امامت

حضور غوث اعظم ؓ تا قیامت اس زمین پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نشانی ہیں۔ جس طرح احمد مجتبیٰ ﷺ پر نبوت ختم ہو چکی ہے اس طرح سے اولیاء کی امامت حضور غوث اعظم ؓ پر ختم ہوئی۔ (تحفہ میراں صفحہ 344)

رتبہ خاص نبوۃ والا، ہویا ختم نبی ﷺ تے
درجہ فیر ولایت والا، بخشش شاہ علی ؓ تے

نبوّت کا خاص مقام نبی کریم ﷺ پر ختم ہو چکا ہے اور مقام ولایت میں حضرت علی ؓ کو رُتبہ عطا فرمایا گیا ہے۔ (تحفہ میراں صفحہ 365)

لیکن ختم نبیاں ﷺ اَگے، عرض کراں میں بندہ
ہے یقین مَنے گا میراں، کہیا اونہاں سَدا

مگر میں عاجز بندہ خاتم الانبیاء ﷺ کے سامنے عرض پیش کروں گا مجھے یقین ہے کہ غوث اعظم ؓ اپنے نانا جان سرکار دو عالم ﷺ کا فرمان (سفارش) قبول فرمائیں گے۔ (تحفہ میراں صفحہ 373)

خواجہ جی نے عرض پکاری، اَگے ختم نبیاں ﷺ
سیّد عالم ﷺ نے فرمایا، یا سردار ولیاں

خواجہ صاحب نے حضور خاتم الانبیاء ﷺ کی بارگاہ میں عرض گزاری کی تو سرکار دو عالم ﷺ نے (اپنے بیٹے) ولیوں کے سردار سے فرمایا۔ (تحفہ میراں صفحہ 373)

جیونکر وِچ نبوت ثانی، ناہیں ختم نبیاں ﷺ
تینوں شیخ اساڈے جیہا، ناہیں وِچ ولیاں

جس طرح حضور خاتم الانبیاء ﷺ کا نبوّت میں کوئی ثانی نہیں ہے اسی طرح ولیوں میں غوث اعظم ؓ جیسا کوئی نہیں۔ (تحفہ میراں صفحہ 383)

تذکرہ مقیمی، قصہ شیخ صنعان، قصہ شیریں فرہاد میں عقیدہ ختم نبوّت سے متعلق اشعار

باعث خلق جہاں دا، نبیاں وِچ امام
اوّل آخر اوہ سی، ہور طفیل تمام

آپ ﷺ باعث تخلیق کائنات ہیں اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے امام ہیں اول اور آخر آپ ﷺ ہی ہیں باقی سب کچھ انہی کی طفیل ہے۔ (شیریں فرہاد صفحہ 19)

اوہ مظہر اُتم بُلایا، اوس ملی مختاری
اوہناں وِچوں ختم نبیاں، احمد نوں سرداری

اُسے اپنا کامل مظہر بنا کر اختیار سے نوازا پھر ان کے نسب سے نبی آخر الزماں ﷺ کو تمام نبیوں کا سردار بنا کر مبعوث فرمایا۔ (قصہ شیخ صنعان صفحہ 12)

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ، سرور عالی شاناں
ختم نبیاں اعلیٰ اولیٰ، افسر کُل سلطاناں

درود وسلام ہو اس عالی شان سرور عالم ﷺ پر جو خاتم الانبیاء ہیں اور تمام انبیاء کے سردار ہیں۔ (قصہ شیخ صنعان صفحہ 78)

بازوئے زور آور پیغمبر آخر زمان
شیر اللہ شاہ مردان دَر دو عالم پہلوان

سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی آخر الزمان ﷺ کا ایک طاقتور بازو ہیں آپ رضی اللہ عنہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے شیر بہادروں کے شہنشاہ اور دو عالم کے پہلوان ہیں۔ (تذکرہ مقیمی مترجم صفحہ 37)

تحفہء رسولیہ میں عقیدہ ختم نبوت سے متعلق اشعار

آدم تھیں لے ختم نبیاں، سرور عالم توڑی
ساحر کسے نہ نبی کہایا، ناں نبوت لوڑی

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور خاتم الانبیاء سرور دو جہاں ﷺ تک کسی بھی جادو گر نے نہ تو نبی کہلوایا اور نہ ہی نبوت کا دعوٰی کیا۔ (تحفہ رسولیہ صفحہ 5)

پاک نبی تھیں پچھوں جنہاں، ایہہ دعوٰی پھر کیتا
جھوٹے ہوئے تے شرمندے، زہر خواری پیتا

نبی پاک ﷺ کے بعد جس نے بھی نبوت کا دعوٰی کیا اسے کذاب کہا گیا اور وہ خود بھی شرمندگی سے ذلیل وخوار ہوا کہ یہ دعوٰی ان کے لیے خواری کا زہر پینے کی طرح ہی ثابت ہوا۔ (تحفہ رسولیہ صفحہ 5)

لاَ نبی مِنۢ بَعۡدِی والی، پاک حدیث رسولی
سبھناں دے منہ کالے کیتے، ہوئے نصیب ملولی

رسول مکرم ﷺ کی اس حدیث شریف (لاَ نبی مِنۢ بَعۡدِی) نے جھوٹا دعوٰی

کرنے والے بدبختوں کے منہ کالے کر دیئے ہیں جس میں ختم نبوت کا ذکر ہے۔ (تحفہ رسولیہ صفحہ 5)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَاَنَا خَاتَمَ النَّبِیِّیۡنَ لَا نَبِیَّ مِنۢ بَعۡدِی

ترجمہ: میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔
(جامع الترمذی جلد ۴ صفحہ ۴۹۹، فتاوی رضویہ جلد ۱۱ صفحہ ۱۵۱)

ایہہ ہے معجزہ پاک نبی دا، پچھے کتنے سالاں
جے کوئی دعوٰی کردا مردا رُلدا وِچہ بَدحالاں

نبی پاک ﷺ کا یہ معجزہ ہے پچھلے کئی سالوں سے اگر کسی کذاب نے جھوٹا دعوٰی کیا تو وہ مردار ذلیل وخوار ہو کر مرتا ہے۔ (تحفہ رسولیہ صفحہ 5)

ختم نبوت نال مزّین، کیتی ختم نبوّت
مہر نبوت دی وِچہ گنڈی، جس وِچہ بہتی قوت

خاتم النبین کے الفاظ سے حضور ﷺ کی نبوت کو مزّین فرمایا اور سرکار ﷺ کی پشت مبارک پر مہر نبوت کی علامت عطا فرمائی گئی جس میں بہت طاقت ہے۔ (تحفہ رسولیہ صفحہ 25)

ختم نبوّت ضامن ہویا، بیٹھا میری جائی
پنج ساعت دی مہلت لے کے، دودھ پلاون آئی

(ہرنی اپنے بچے سے کہنے لگی کہ) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے آخری نبی ﷺ نے میری ضمانت دی اور اسی جگہ پر تشریف فرما ہیں جن سے میں پانچ گھڑیوں (ساعتوں) کی مہلت لے کر اپنے بچے کو دودھ پلانے کے لیے حاضر ہوئی ہوں۔ (تحفہ رسولیہ صفحہ 57)

ہدایت المسلمین میں عقیدہ ختم نبوّت سے متعلق اشعار:

ختم نبیاں دا ایہہ معجز، اوہ معجز موسائی
نجدی فوج کھلووے کی کر، وار غضب دی آئی

وہ معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تھا اور یہ معجزہ حضور خاتم الانبیاء ﷺ کا ہے جس کے سامنے نجدی فوج کس طرح سے کھڑی ہوگی ان پر غضب کی ضرب لگنے کو آئی ہے۔(ہدایت المسلمین صفحہ 20)

سرور عالم ختم نبیاں، فرد آہے اک کامل
جو ہویا جو ہوناں سبھ تے، علم اونہاں دا شامل

سرور دو عالم ﷺ پر نبوت ختم ہو چکی ہے اور دین کی تکمیل آپ ﷺ پر ہوئی جو پہلے ہو چکا اور جو بعد میں قیامت تک ہوگا ہر چیز کا علم انہیں عطا کر دیا گیا ہے۔(ہدایت المسلمین صفحہ 95)

معجز اتے کرامت اندر، فرق پَوے پھر کیویں
سُنو جواب دیاں اس گل دا، کہیا بزرگاں جینویں

معجزہ اور کرامت کے اندر فرق کس طرح سے ہوگا اس بات کا جواب سنیئے میں بتاتا ہوں جس طرح بزرگانِ دین فرماتے ہیں۔(ہدایت المسلمین صفحہ 77)

نبیاں وَلوں نبوت دعوٰی، ولی نہ کردے مولے
ایہو دعوٰی فارق بَس ہے، رَلا پوے کِت رُولے

نبوت کا دعوٰی انبیائے کرام کی طرف سے کیا جانا ضروری ہوتا ہے اور ولی کی طرف سے ولائت کا دعوٰی کرنا ضروری نہیں ہوتا۔یہی دعوٰی کا کرنا اور نہ

کرنا ہی دونوں میں فرق کرتا ہے یہ دونوں الگ الگ مقامات ہیں ان کو ایک معنی میں استعمال نہیں کیا جا سکتا۔(ہدایت المسلمین صفحہ 77)

ایہہ دعوٰی خود ممکن ناہیں، پچھے ختم رسولاں
جس کیتا اوہ چھوٹھا جانو، رَلیا وِچہ مجھولاں

نبوت کا دعوٰی نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت کے بعد اب ممکن نہیں ہے جو بھی یہ دعوٰی کرے گا وہ کذاب ہوگا اور گمراہ ہوگا۔
(ہدایت المسلمین صفحہ 77)

اندر شرح شفا دے لکھدا، قاری اہل فتوٰت
بعد نبی جس دعوٰی کیتا، میں ہاں اہل نبوت
اوس تھیں جیکو معجز منگے، اوہ بھی کافر ہوندا
کیونکہ نبی نہیں ہُن ممکن، ایہہ ظن اُس کیوں پوندا

شرح شفا کے اندر ملا علی قاری جو کہ اہل فتوی میں سے ہے لکھتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کے بعد جس نے بھی نبوت کا دعوٰی کیا تو اس سے اگر کوئی معجزہ مانگے گا تو وہ بھی کافر ہو جائے گا کیونکہ اب حضور خاتم النبین ﷺ کے بعد نبی کا مبعوث ہونا ناممکن ہے لہذا معجزہ مانگنے والے کو اس کذاب سے معجزہ مانگنے میں کیوں شک گزرا؟۔(جب کسی نبی کا آنا ممکن ہی نہیں تو پھر کسی جھوٹے دعوے دار سے معجزہ کی طلب بھی نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس کا دعوٰی نبوت کرنا ہی جھوٹ پر مبنی ہوگا)۔(ہدایت المسلمین صفحہ 121)

بعد محمد ﷺ نبی نہ ہوناں، معلم نال ضروراں
لَیۡسَ یُمۡکِنُ مِثۡلَہٗ تک، اَصلوں چھوڑ غروراں

محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد کسی نبی کا مبعوث نہ ہونا، ضروریات دین

سے متعلق بنیادی عقیدہ ہے جو ہر اہل علم کو معلوم ہے ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل اصل میں ممکن ہی نہیں ہے تکبر کو چھوڑ دے ۔(ہدایت المسلمین صفحہ 121)

معتمد فی المعتقد دے، تور پشتی پایا
عقلی نقلی نال دلیلاں، خوب اُس نے دکھلایا

تورپشی نے اپنی کتاب معتمد فی المعتقد میں عقلی اور نقلی طور پر یہ بات بڑے اچھے طریقے سے ثابت کی ہے ۔(ہدایت المسلمین صفحہ 121)

جے کوئی آکھے بعد پیغمبر، ممکن اس دا ثانی
اوہ منکر تنزیلوں ہویا، کافر اُس نوں جانی

اگر کوئی یہ کہے کہ پیغمبر اعظم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی ثانی ممکن ہے تو وہ ازل سے ہی منکروں میں لکھا جائے گا اسے کافر ہی جاننا۔
(ہدایت المسلمین صفحہ 121)

کہیا رب نبیاں وِچوں، ختم محمد صلی اللہ علیہ وسلم آیا
منکر اُس دا کافر مطلق، جس نے حق چھُپایا

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ہے کہ انبیائے کرام میں سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں اس بات کا جو بھی منکر ہو گا وہ مطلق طور پر کافر ہو گا یہ بات کو چھپانے والا ہو گا۔(ہدایت المسلمین صفحہ 121)

شرح

امام علامہ شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب معتمد فی المعتقد میں فرماتے ہیں:

بحمد اللہ تعالیٰ یہ مسئلہ مسلمانوں میں روشن تر ہے کہ اسے

بیان و وضاحت کی حاجت کیا ہے لیکن قرآن سے کچھ اس لیے بیان کر رہے ہیں کہ کسی زندیق کے لیے کسی جاہل کو شبہ میں مبتلا کرنے کا خطرہ نہ رہے بسا اوقات کھلی بات کی بجائے یوں فریب دیتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر چیز پر قادر ہے۔کوئی اس کی قدرت کا انکار نہیں کرسکتا لیکن جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی چیز کے متعلق خبر دے دے کہ ایسے ہوگی یا نہ ہوگی، تو اس کا خلاف نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسی سے خبر دیتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ خبر دیتا ہے کہ اس کے بعد دوسرا نبی نہ ہوگا، اس بات کا منکر وہی ہوسکتا ہے جو سرے سے نبوت کا منکر ہوگا جو شخص آپ کی رسالت کا معترف ہوگا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیان کردہ ہر خبر کو سچ جانے گا جن دلائل سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا ثبوت بطریق تواتر ہمارے لیے درست ہے اسی طرح یہ بھی درست ثابت ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اور قیامت تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بات میں شک کرے گا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت میں شک کرے گا جو شخص کہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دوسرا نبی تھا یا ہے یا ہوگا اور جو شخص کہے کسی نبی کے آنے کا امکان ہے وہ کافر ہے یہی خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صحیح ایمان کی شرط ہے۔
(المعتمد فی المعتقد بحوالہ فتاوی رضویہ جلد 15 صفحہ 145)

المعتمد فی المعتقد المعروف بہ رسالہ تورپشتی

یہ عقائد پر مبنی فارسی کتاب ہے جس کے مصنف فضل اللہ شھاب الدین ابو عبداللہ بن حسن تور پشتی (المتوفی ۶۶۱ھ بمطابق ۱۲۶۱ء) ہیں۔اس کتاب کا اردو ترجمہ عقائد مجددیہ المسمّٰی بہ الصراط السوی ترجمہ عقائد تور پُشتی ہوا ہے جس کے مترجم مولوی اختر محمد خان صاحب رام پوری حنفی قادری نقشبندی مجددی صاحب ہیں جو اللہ والے کی قومی دکان کوچہ ککے زہاں بازار کشمیری لاہور سے چھپا ہے۔ختم نبوت کے باب کے آغاز میں فرماتے ہیں:

حضرت رسول خدا ﷺ پر ایمان لانے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ مومن اس بات کی بھی تصدیق کرے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا نہ مرسل نہ غیر مرسل۔خاتم النبیین سے یہی مراد ہے کہ آپ ﷺ نے نبوت پر مہر کر دی اور نبوت آپ ﷺ کی نبوت کے ساتھ پیغمبروں کو ختم کر دیا اور خدا کا ختم ایسا حکم ہے کہ اس کا خلاف ہر گز نہیں ہوسکتا چنانچہ

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ وَ عَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُن کے دِلوں پر اور کانوں پر مہر کر دی اور ان کی آنکھوں پر گھٹاٹوپ ہے۔اور ان کے لیے بڑا عذاب۔(سورہ بقرہ آیت نمبر ۷)

کے یہ معنی ہیں کہ اس نے حکم کر دیا کہ کافر کبھی ایمان نہیں لائیں گے اور ختم کو کسی کام کے آخر ہونے کے لیے استعمال کرتے ہیں جیسے کہتے ہیں کہ میں نے قرآن کو ختم کر لیا یعنی قرآن کے آخر تک پہنچ گیا اور پورا قرآن پڑھ لیا یہ جب ہی کہا جاتا ہے کہ قرآن کی کوئی سورت اور کوئی آیت پڑھنے سے باقی نہ رہے اس کے پہلے نہیں کہہ سکتے۔ختمت القرآن یعنی قرآن کو میں نے ختم کر لیا یہی معنی از روئے لغت

کے مستقیم ہیں اور یہ کہنا ضعیف ہے کہ آخر انبیاء ہونے کے سبب یہ کہا گیا۔
(المعتمد فی المعتقد المعروف بہ رسالہ تور پشتی صفحہ 155)

میں اس قدر کراں ایہہ گلاں، مت کوئی بھُل پھلیکھے
کسے وہابی دے لگ آکھے، کرن لگے ایہہ لیکھے

میں اس قدر یہ بات واضح اس لیے بھی کرنا چاہتا ہوں کہ کوئی غلطی سے یا بھول سے کسی نجدی کی باطل سوچ سے متاثر ہو کر اس مسئلے میں ٹھوکر نہ کھا جائے اور وسوسے میں نہ آجائے۔(ہدایت المسلمین صفحہ 121)

کیونکہ ایہہ نادان وہابی، حق نہ ظاہر کردے
حضرت ختم نبیاں آئے، نجدی اُلٹے تَردے

کیونکہ یہ بیوقوف نجدی حق بات کو ظاہر نہیں کرتے یہ اس مسئلہ ختم نبوت کو سمجھنے سے محروم رہے ہیں۔(ہدایت المسلمین صفحہ 121)

کرن انکار ہتھوں اس گل وِچہ، کہندے ہے رب قادر
ہر ہر چیز بنانون جانے، خیر کرے چا صادر

وہ اس بات (کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا) کے ماننے سے انکار کر جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ ہر چیز جس میں بھلائی چاہے اسے پیدا کر سکتا ہے۔(ہدایت المسلمین صفحہ 121)

یعنی ثابت کردے ایتھوں، ثانی پاک نبی دا
ختم رسالت وَلوں منکر، نجدی بدعقیدہ

یعنی اس سے یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کا ثانی ہوسکتا ہے (معاذ اللہ) اور اس وجہ سے ختم نبوت کے منکر ہو جاتے ہیں اس وجہ سے نجدی کو بدعقیدہ کہا جاتا ہے۔(ہدایت المسلمین صفحہ 121)

اہل سنت کوئی قدرت وَلوں، منکر ناہیں ہردا
اللہ قادر سچ کر جانن، جو چاہے سو کردا

اہل سنت،اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت کے کسی طرح سے منکر نہیں ہیں بلکہ اس بات پر سچا عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ قادر مطلق ہے،جو چاہے وہ کرتا ہے۔
(ہدایت المسلمین صفحہ 121)

پَر جے آپ پُچائے خبراں، توڑے سے بھلیائی
ایہہ ہوسی تے ایہہ نہ ہوسی، سچا قول خدائی

مگر یہاں مسئلہ ختم نبوت میں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے یہ خبر دی گئی ہے کہ اگرچہ کتنی ہی بھلائی کیوں نہ ہو یہ بات نہیں ہو گی یعنی (کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا)۔ اور جو کچھ ممکن ہے اور جو ناممکن ہے سب کچھ بتا دیا ہے۔ (ہدایت المسلمین صفحہ 121)

جس نوں رب کہیا اس چیزے، ظاہر مول نہ ہوناں
توڑے ہے بھلیائی یارو، اُس نے کدی نہ ہوناں

جس بات کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے خود فرما دیا ہے کہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا تو اگرچہ کتنی ہی بھلائی کا دعوٰی کیا جائے وہ کبھی بھی نہیں ہو گی۔(یعنی اب کوئی نبی مبعوث نہیں ہو گا)۔(ہدایت المسلمین صفحہ 122)

یعنی امر نہی وچہ اُس دے، فرق نہ پوسی ذرہ
ہوسی جے کجھ ہوناں کہیوس، ہور نہ ہوگ مقرہ

یعنی اس مالک کے امر و نہی میں ذرہ بھر فرق نہیں پڑے گا جس چیز سے متعلق فرما دیا کہ یہ نہیں ہو گی تو اس کا ہونا محال اور جس بات کا اس نے امر کیا ہے وہی ہو گا اس کے علاوہ کوئی دوسری بات نہیں ہو گی۔(ہدایت المسلمین صفحہ 122)

سنو فَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ، مفت نہ دین ونجاوَ
مَا یُبَدَّلُ ہے فرمایا، خبر پکی کر پاوَ
جے کجھ خبر خداوند کھلے، جھوٹھ نہ آکھی جاندی
نہیں تبدل پاندی ہرگز، نہیں تبدل پاندی

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان سنو "اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے زیادہ کس کی بات سچی" اور اپنے ایمان کی حفاظت کرو مفت میں اپنے دین کو خراب نہ کرواور دوسری جگہ فرمایا"میرے یہاں بات بدلتی نہیں"۔اس بات کو سچا مانو کہ جو بات بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قرآن میں فرمائی جائے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے وہ ہرگز نہیں بدلتی وہ ہرگز نہیں بدلتی۔(ہدایت المسلمین صفحہ 122)

شرح

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا ۝

ترجمہ: اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے زیادہ کس کی بات سچی۔(سورہ النساء آیت 87)

مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ۝

میرے یہاں بات بدلتی نہیں اور نہ میں بندوں پر ظلم کروں۔(سورہ ق آیت 29)

جھوٹھ اخبار الٰہی اندر، منع ہویا حَد ذاتوں
ضِد اوہدی دا جھوٹھ بلا شک، ثابت ہے آیاتوں

جو بات بھی اس ذات پاک نے اپنے کلام میں فرما دی ہے وہ سچی ہے اس کی مخالفت میں جو بھی خبر آئے وہ جھوٹ ہو گا یہ بات آیات کریمہ سے ثابت ہے۔ (ہدایت المسلمین صفحہ 122)

جاں پھر ختم نبیاں احمد ﷺ کہندا رب اساڈا
بعد اس تھیں پھر دوجا ہونا، ہے محال دوراڈا

جب ہمارے رب تعالیٰ نے کہہ دیا ہے کہ حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں تو پھر آپ ﷺ کے بعد کوئی دوسرا نبی آنا ناممکن ہے۔
(ہدایت المسلمین صفحہ 122)

اس مسئلے تھیں منکر جیہڑے، وَتن راہوں بھولے
وِچ رسالت پاک نبی دے، معتقد ناں مُولے

اس مسئلے سے جو بھی انکار کرے گا وہ سمجھو کہ راستے سے بھٹکا ہوا ہے اور رسالت مآب ﷺ کی رسالت پر اس کا اعتقاد درست نہیں ہے۔(ہدایت المسلمین صفحہ 122)

جے اوہ شخص رسالت اُتے، معترف پک ہوندے
سچ کر مَندے اس خبر نوں، اندر شک نہ پوندے

اگر وہ شخص نبی پاک ﷺ کی ختم رسالت کو ماننے والا ہوتا تو پھر کسی شک کے اندر پڑے بغیر حضور ﷺ کو خاتم النبیین مانتا۔(ہدایت المسلمین صفحہ 122)

وِچ رسالت شک اوہناں نوں، شک جنہاں وِچ خبراں
اَج دی گل نہ مَنن نجدی، جانن گے وِچ قبراں

جن لوگوں کو رسول مکرم ﷺ کی ختم رسالت کے دلائل میں کوئی شک ہے تو اگر وہ نجدی آج اس بات کو نہیں مانتا تو پھر کل قبر میں جا کر اسے معلوم ہو جائے گا کہ حضور خاتم النبیین ﷺ ہیں۔(ہدایت المسلمین صفحہ 122)

مُڈھ نبوت نبی احمد ﷺ تھیں، ثابت نال دلیلاں
تینویں آخر ختم اونہاں تے، بیقالاں بیقیلا ں

جس طرح حضور ﷺ کی نبوت کا اول ہونا دلائل کی روشنی میں ثابت

ہے اسی طرح آپ ﷺ کی ختم نبوت بھی بغیر کسی قیل وقال کے ثابت ہے۔
(ہدایت المسلمین صفحہ 122)

شک جنہاں وِچ ختم نبوت، اوہ مڈھوں وِچ شک دے
وِچ نبوت شک کریندے، جھوٹھ نکارے بکدے

جن کو ختم نبوت میں شک ہے وہ ازل سے ہی مشکوک ہیں ان کا اس مسئلہ ختم نبوت میں شک کرنا جھوٹ ہے وہ جھوٹ بولنے والے منکر ہیں۔(ہدایت المسلمین صفحہ 122)

جے کوئی آکھے بعد محمد ﷺ، نبی ہویا یا ہوسی
جو کہندا جو ایہہ گل سُندا، کُفر دوہاں نوں پوسی

اگر کوئی بھی یہ بات کہے کہ محمد ﷺ کے بعد نبی ہوا ہے یا ہو گا تو کہنے والا اور اس بات کو سن کر اس پر یقین کرنے والا دونوں کافر ہو جائیں گے۔
(ہدایت المسلمین صفحہ 122)

ایہہ بیان اساں تھیں سنیو، چھڈ جھگڑے بے راہی
مَا خَلَقْتُ مِنْهُ اَكْرَمْ، کہیا آپ الٰہی

بے مقصد بحث ومباحث چھوڑ کر مجھ سے یہ بیان بغور سننا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے محبوب ﷺ سے فرمایا کہ میں نے آپ سے زیادہ عزت والا کسی کو نہیں بنایا۔ (ہدایت المسلمین صفحہ 122)

شرح

امام سراج الدین بلقینی کے فتاویٰ میں ہے
اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضور سید عالم ﷺ سے فرمایا:

قَدْ مَنَنْتُ عَلَيْكَ بِسَبْعَةِ اَشْيَاءِ اَوَّلُهَا اِنِّى لَمْ
اَخْلُقْ فِى السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ اَكْرَمُ عَلىٰ مِنْكَ

میں نے تجھ پر سات احسان کئے ،ان میں پہلا یہ ہے کہ
آسمان وزمین میں کوئی تجھ سے زیادہ عزت والانہ بنایا

(المنح المکیۃ فی شرح الہمزیۃ بحوالہ السراج البلقینی فی فتاویہ شعر ا المجمع الشقاء فی ابو ظہبی ص ۱۲۱ بحوالہ فتاوی رضویہ جلد 30 صفحہ 39)

قدسی خاص حدیث پچھانو، ثبت اُتے جو ہوئی
ابراہیم تے موسیٰ عیسیٰ، احمد ﷺ جیہا نہ کوئی

اوپر جو حدیث قدسی نقل کی گئی ہے اس میں غور وفکر کرو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے پیغمبروں کا مقام ومرتبہ اپنی جگہ مگر حضور ﷺ کی شان جیسا کوئی نہیں ۔(ہدایت المسلمین صفحہ 122)

اوہناں وِچوں ثانی اُسدا، ہر گز کوئی نہ آیا
اصلوں ممکن نہیں آئندہ، پاسی اوس دا پایا

اتنی بڑی شان والے پیغمبروں میں حضور ﷺ کا ثانی کوئی نہیں اور حقیقت میں نہ ہی آئندہ آپ ﷺ کے مقام ومرتبہ کا ثانی کوئی ممکن ہے۔
(ہدایت المسلمین صفحہ 122)

وِچہ قرآنے ختم نبیاں، آیا وصف شہانہ
اوّل فَرد یگانہ ایہو، آخر فرد یگانہ

قرآن حکیم میں حضور ﷺ کا شہانہ وصف بطور خاتم النبیین ﷺ آیا ہے۔آپ ﷺ اول بھی بے مثل و بے مثال ہیں اور آخر بھی بے مثل و بے مثال ہیں ۔(ہدایت المسلمین صفحہ 122)

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰه نُوْرِى، سچ نبی فرمایا
بھیں وِچہ آخر بعث محمد ﷺ ختم نبیاں آیا

آپ ﷺ کا سچا فرمان مبارک ہے کہ سب سے پہلے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میرے نور کو پیدا فرمایا اور بعثت تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے آخر پر ہوئی کہ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں ۔(ہدایت المسلمین صفحہ 122)

حدیث شریف میں آتا ہے:۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِىْ
میرے نور کو اللہ پاک نے سب سے پہلے تخلیق کیا۔
(مواہب اللدنیہ صفحہ 9،مرصاد العباد صفحہ 137،مدارج النبوت صفحہ 16)

سابق فرد ایہو تے، لاحق فرد ایہہ کر جانو
ثانی اُس دا ہور نہ ممکن، منع محال پچھانو

سب سے پہلے اور سب سے آخر پر آپ ﷺ کو ہی جانو اور یہ بھی پہچان کرلو کہ آپ ﷺ کا کوئی بھی ثانی ممکن نہیں جو بات منع ہوگئی ہے اس کا ہونا محال ہے اس بات کی پہچان کرو۔(ہدایت المسلمین صفحہ 123)

خلقوں بعثوں روحوں جسموں، دینوں اول آخر
ایہو ایس جیہا نہیں دوجا ، اس تھیں سبھ مفاخر

خلقت،بعثت،روح وجسم کے اعتبار سے آپ ﷺ اول بھی ہیں اور آخر بھی ہیں آپ ﷺ جیسا کوئی بھی نہیں آپ ﷺ پر تمام فخر کرنے والے ہیں یعنی آپ ﷺ فخرِ بنی آدم ہیں ۔(ہدایت المسلمین صفحہ 123)

پڑھو مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيْكٍ، بُردے وِچہ قصیدے
کر کے سیر کتاباں اندر، ویکھو وصف نبی دے

قصیدہ بردہ شریف میں آپ ﷺ کی شان میں بیان کیا گیا ہے کہ ”وہ ہستی مقدس بالاتر ہے اپنے محاسن میں کسی کی شرکت سے“ ۔حضور ﷺ کے اوصافِ جمیلہ دیکھنے ہیں تو کتابوں کا مطالعہ کر کے دیکھ لیں تو معلوم ہو جائے گا کہ آپ ﷺ کی کتنی بڑی شان ومقام ہے ۔(ہدایت المسلمین صفحہ 123)

مذکورہ بالا شعر میں قصیدہ بردہ شریف کے شعر نمبر ۴۲ کا حوالہ دیا گیا ہے:

مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْکٍ فِیْ مَحَاسِنِہٖ
فَجَوْھَرُ الْحُسْنِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْقَسِمٖ

وہ ہستی مقدس بالاتر ہے اپنے محاسن میں کسی کی شرکت سے اور آپ ﷺ کا جوہر حُسن آپ ﷺ کے سوا کسی دوسرے میں منقسم نہیں ۔(شرح قصیدہ بردہ صفحہ 116)

مرد جلال الدین محمد، رومی خوش فرماندے
مثنوی اندر ویکھ پیارے، سچے سخن اونہاندے

مرد کامل مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ ﷺ کی شان میں کلام لکھ کر دل خوش کر دیا ہے ان کی کتاب مثنوی معنوی میں ان کا کلام پڑھ کر دیکھ لے۔
(ہدایت المسلمین صفحہ 123)

ہے اس موجب ختم نبیاں، سرور عرب عجم دا
اُس جیہا نہیں ہویا ہوناں، صاحب جود کرم دا

عرب وعجم کے مالک ومولا ختم الرسل ﷺ ہیں ان جیسا جود و کرم کا مالک کوئی نہیں ہوا اور نہ ہی ہو گا جو آپ جیسا عطا کرنے والا ہو۔
(ہدایت المسلمین صفحہ 123)

مولائے روم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مثنوی میں حضور ﷺ کی ختم نبوت کے حوالے حدیث شریف کا حوالہ دیا ہے:

پس کرمہائے الٰہی بین کہ ما
آمدیم آخر زماں در انتہا
آخرین قرنہا پیش از قرون
دَر حدیث ست آخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ

تو خدا کا کرم دیکھ کہ ہم آخری زمانے میں خاتمہ پر آئے پہلی صدیوں کی آخری صدیوں میں حدیث میں ہے ہم آخر میں ہیں پہلے ہیں۔
(مثنوی مولانا روم جلد دوم صفحہ 220)

مرصادُ العباد کے حوالے سے عقیدہ ختم نبوّت پر کلام

رازی نجم الدین محمد، ایہو وِچ مرصادے
وچ خصائص نعت نبی دی، خوب کہیا اُستادے

استاد نجم الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مرصاد العباد میں سرکار دو عالم ﷺ کے خصائص میں نعت مبارک بڑی پیاری لکھی ہے ۔(ہدایت المسلمین صفحہ 123)

اوّل وچ پیدائش سبھ تھیں، سیّد احمد ﷺ آیا
آخر وچ سب قافلیاں دا، سرور عالی پایا

پیدائش کے لحاظ سے سب سے پہلے سیّد عالم احمد مجتبیٰ ﷺ تشریف لائے ہیں اور تمام قافلوں کے آخر پر آپ ﷺ کی تشریف آوری ہوئی ہے۔
(ہدایت المسلمین صفحہ 123)

اوہو تخم اوہو پھر میوہ، ایس نخور جہانے
نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ حدیثوں، سابقوں تک جانے

اس جہان کی کھجور کا تخم (بیج) اور پھل وہی ہیں حدیث شریف میں یہ بات معلوم ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: (ہدایت المسلمین صفحہ 123)

"میں گویا بعد میں ظاہر ہوا مگر میری تخلیق سب سے پہلے ہے"

شرح

نجم الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ قرآن حکیم کی یہ آیت مبارک

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔(سورہ البقرہ آیت 253)

لکھنے کے بعد فرماتے ہیں اگرچہ اس فرمان کے مطابق انبیائے کرام علیہم السلام میں سے ہر ایک، ایک گروہ یعنی امت کا سالار قافلہ ہوا ہے اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام برگزیدہ ہیں اور ان میں سے ہر کوئی کسی خاص امت کا سردار تھا اور بروزِ حشر اسی امت کے ساتھ ظاہر ہو گا مگر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ان سب گروہوں یعنی تمام امتوں کے سردار ہیں اور آپ ﷺ نے انتہائی مہربانی سے عدم سے قدم باہر نکالا اور موجودات کے قافلے کی رہبری فرمائی اور وجود کے صحرا میں انہیں لے آئے۔

نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ

میں گویا بعد میں ظاہر ہوا مگر میری تخلیق سب سے پہلے ہے۔

اور قافلے کی واپسی کے وقت جو نگران اعلیٰ ہوتا ہے وہ سب سے پیچھے ہوتا ہے اسی لیے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔

نجم الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ آگے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ آفرینش کے

درخت کا بیج بھی تھے اور پھل بھی اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام اس درخت کے پتے اور شاخیں ہیں اور جب تک پتے اور شاخیں نہیں نکلتیں پھل نہیں لگتا اور جب پھل لگتا ہے تو پھر کوئی شاخ یا پتہ نہیں نکلتا اور پھل سب سے اخیر میں لگتا ہے اور پتوں اور شاخوں کو نکلنا اس پر ختم ہو جاتا ہے۔(اقتباس مرصاد العباد مترجم صفحہ 140-141)

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی، حضور سید المرسلین ﷺ فرماتے ہیں:

نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ہم (زمانے میں) پچھلے، اور قیامت کے دن ہر فضل میں آگے ہیں۔

(صحیح البخاری قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۳، بحوالہ فتاوی رضویہ جلد 30 صفحہ 45)

قَدْ جَعَلْتُكَ فَاتِحاً، تے خَاتِماً ربّ کہیا
شب معراج نبی صاحب نوں، نہیں دویا اُس جہیا
پھر جاں مسجد اقصیٰ اندر، خطبہ آپ سُنایا
قَدْ جَعَلَنِیْ فَاتِحاً، تے خَاتِماً فرمایا

معراج کی شب نبی پاک ﷺ جن کا کوئی ثانی نہیں ہے اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک ہم نے تجھے فاتح وخاتم کیا پھر جب مسجد اقصیٰ کے اندر خود آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے کہا کہ بے شک مجھے بھیجا گیا دریائے رحمت کھولتا اور نبوت ورسالت ختم کرتا ہوا۔(ہدایت المسلمین صفحہ 123)

شرح

بیہقی شعب الایمان میں ابو قلابہ سے مرسلاً راوی، رسول ﷺ فرماتے ہیں:

اِنَّمَا بُعِثْتُ فَاتِحاً وَّخَاتِماً

میں بھیجا گیا دریائے رحمت کھولتا اور نبوت ورسالت ختم کرتا ہوا۔

(بیہقی شعب الایمان، حدیث ۵۲۰۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۴/ ۳۰۸،

بحوالہ فتاوی رضویہ جلد 15 صفحہ 133)

یعنی پھر حضور اقدس ﷺ ارواحِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ملے، پیغمبروں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی حمد کی، حضرت ابراہیم پھر حضرت موسیٰ پھر حضرت داؤد پھر حضرت سلیمان پھر حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ بترتیب حمد الٰہی بجا لائے اور اس کے ضمن میں اپنے فضائل وخصائص بیان فرمائے سب کے بعد محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب جل جلالہ کی ثنا کی اور فرمایا تم سب اپنے رب کی تعریف کر چکے اور اب میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی حمد کرتا ہوں سب خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کو جس نے مجھے سارے جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا اور تمام آدمیوں کی طرف بشارت دیتا اور ڈرسناتا مبعوث کیا اور مجھ پر قرآن اتارا جس میں ہر شئے کا روشن بیان ہے اور میری امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی اور انہیں عدل وعدالت واعتدال والی امت کیا اور انہیں کو اوّل اور انہیں کو آخر رکھا اور میرے واسطے میرا ذکر بلند فرمایا اور مجھے فاتحہ دیوان نبوت و خاتمہ دفتر رسالت بنایا، ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ان وجوہ سے محمد ﷺ تم سے افضل ہوئے پھر حضور ﷺ سدرہ تک پہنچے، اس وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان سے کلام کیا اور فرمایا میں نے تجھے اپنا خالص پیارا بنایا اور تیرا نام توریت میں حبیب الرحمٰن لکھا ہے، میں نے تیرے لیے تیرا ذکر اونچا کیا کہ میرا ذکر نہ ہو جب تک میرے ساتھ تیری یاد نہ آئے اور میں نے تیری امت کو یہ فضل دیا کہ وہی سب سے اگلے اور وہی سب سے پچھلے اور میں نے تجھے سب پیغمبروں سے پہلے پیدا کیا اور سب کے بعد بھیجا اور تجھے فاتح وخاتم کیا۔

(جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ سبحان الذی اسریٰ الخ

المطبعۃ المیمنۃ مصر ،۱۵/ ۷ تا۹) بحوالہ فتاوی رضویہ جلد 15 صفحہ 127

شرح شفا وِچہ نقل کیتی، ہے قاری تلمسانی
پاک نبی وَل اِک دِن آیا، جبرائیل نورانی

شرح شفا میں ملا علی قاری نے تلمسانی سے روایت نقل فرمائی ہے کہ ایک دن نبی پاک ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل تشریف لائے۔ (ہدایت المسلمین صفحہ 123)

کہیوس السلام علیک، یا اول یا آخر
یا ظاہر یا باطن تدّھ تے، ہون تحیّت وافر

حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے یا اول، یا آخر آپ ﷺ پر سلامتی ہو یا ظاہر یا باطن آپ ﷺ پر بے حد و بے حساب درود ہوں۔ (ہدایت المسلمین صفحہ 123)

حضرت کہیا جبرائیلا، ایہہ صفتاں رب تائیں
اوّل آخر ظاہر باطن، آپ اوہو سچ سائیں

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا کہ اے جبرئیل! یہ صفات تو رب تعالیٰ کی ہیں اول، آخر، ظاہر و باطن اور وہی سچی ذات ہے۔

(ہدایت المسلمین صفحہ 123)

جبرائیل کہیا یا حضرت، ہویا اذن الٰہی
اینہاں صفتاں نال بلایا، تاں میں کر آگاہی

حضرت جبرائیل علیہ السلام فرمانے لگے یا حضرت مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے اسی طرح سے حکم ہوا ہے تب میں نے آپ ﷺ کو ان صفات عالیہ

کے ساتھ پکارا ہے۔(ہدایت المسلمین صفحہ 123)

ہویا حکم سلام سُنائیں، ایہہ صفتاں کر اُس نوں
اینہاں صفتاں نال بزرگی، ہر مُرسل پر اُس نوں

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مقدس بارگاہ سے یہی حکم ہوا ہے کہ جا کر میرا سلام پیش کرنا اور پھر ان صفات عالیہ کے ساتھ پکارنا کہ ہر رسول پر میرے محبوب کو ان صفات کے ساتھ فضیلت عطا کی گئی ہے۔(ہدایت المسلمین صفحہ 123)

آپنیاں خُود اِسماں وِچوں، اِسم لیا ایک سائیں
صفت لئی اُس ذاتے صفتوں، اوہ دتیوُس تُدھ تائیں

اس مالک نے اپنے اسماء میں سے ایک اسم کو اپنے لیے خاص فرمایا ہے باقی صفاتی اسماء کا آپ ﷺ کو مظہر بنایا ہے۔(ہدایت المسلمین صفحہ 123)

اوّل نور تیرا ہر چیزوں، تاں اوّل فرمائیوں
وِچ وجود زمانے آخر، ختم نبیاں آئیوس

آپ ﷺ کا نور سب سے پہلے تخلیق فرمایا گیا اس وجہ سے آپ ﷺ کو یا اول کہہ کر پکارا اور آخری زمانے میں تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے آخر پر تشریف لائے۔(ہدایت المسلمین صفحہ 123)

باطن تینوں اس تھیں کہیوس، اَگے دھرت اسمانوں
عرش اُتے سی نام تساڈا، لکھیا خود رحمانوں

آپ ﷺ کو یا باطن کہہ کر اس وجہ سے پکارا ہے کہ زمین، آسمان سے آگے عرش پر رحمان کریم نے آپ ﷺ کا اسم مبارک لکھا تھا۔(ہدایت المسلمین صفحہ 124)

سبھ خلقت تھیں اوّل اَگے، آدم نبی صفی تھیں
کئی ہزاراں سالاں پیسی، لکھیا لطف خفی تھیں

تمام مخلوق سے پہلے یہاں تک کہ حضرت آدم صفی علیہ السلام کی پیدائش سے کئی ہزار سال پہلے آپ ﷺ کا نور پیدا ہوا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نام کے ساتھ آپ ﷺ کا اسم مبارک لکھ دیا تھا۔(ہدایت المسلمین صفحہ 124)

ظاہر تینوں اس تھیں کہیوس، دین شریعت تیری
سبھ دُنیاں پر غالب ظاہر، آخر تیک چوپھیری

یا ظاہر کہہ کر اس وجہ سے پکارا ہے کہ آپ ﷺ کی شریعت ظاہری طور پر پوری دنیا میں غالب ہے اور یہ قیامت تک اسی طرح ہی ظاہر رہے گی۔(ہدایت المسلمین صفحہ 124)

اوّل آخر ظاہر باطن، آپوں قادر سچّا
بخش تینوں ایہہ چارے صفتاں، کیتوس راہبر سچّا

اول، آخر، ظاہر اور باطن وہ سچا قادر خود ہے مگر یہ چاروں صفات اپنے حبیب ﷺ کو بھی عطا فرما کر سچا راہبر بنا کر بھیجا ہے۔(ہدایت المسلمین صفحہ 124)

ہویا امر خداوند وَلوں، ایس طرح جد مینوں
تاں میں کہے صلوٰۃ سلاماں، بہت ہزاراں تینوں

حضرت جبرائیلؑ کہنے لگے کہ مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے اسی طرح حکم ہوا تھا اسی وجہ سے میں نے آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام ہزاروں کی تعداد میں پیش کیا ہے۔

شرح

حضرت میاں محمد بخش ؒ نے مذکورہ بالا بارہ (۱۲) اشعار میں اس حدیث شریف کو منظوماً بیان فرمایا ہے:

علامہ محمد بن احمد بن محمد بن محمد بن ابی بکر بن مرزوق تلمسانی
شرح شفاء شریف میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ ﷺ فرماتے
ہیں: جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر مجھے یوں سلام کیا:

السلام علیک یا اول، السلام علیک یا اٰخر
السلام علیک یا ظاہر، السلام علیک یا باطن

میں نے فرمایا: اے جبریل! یہ صفات تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہیں کہ اسی کو لائق ہیں مجھ سی مخلوق کی کیونکر ہو سکتی ہیں، جبریل علیہ السلام نے عرض کی، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضور کو ان صفات سے فضیلت دی اور تمام انبیاء و مرسلین پر ان سے خصوصیت بخشی۔ اپنے نام وصف سے حضور ﷺ کے نام و وصف مشتق فرمائے۔ حضور ﷺ کا اول نام رکھا کہ حضور سب انبیاء سے آفرینش (تخلیق) میں مقدم ہیں اور حضور ﷺ کا آخر نام رکھا کہ حضور ﷺ سب پیغمبروں سے زمانے میں مؤخر و خاتم الانبیاء و نبی امت آخرین ہیں۔ باطن نام رکھا کہ اس نے اپنے نام پاک کے ساتھ حضور ﷺ کا نام نامی سنہرے نور سے ساقِ عرش پر آفرینش آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دو ہزار برس پہلے ابد تک لکھا پھر مجھے حضور ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم دیا میں نے حضور ﷺ پر ہزار سال درود بھیجا یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضور ﷺ کو مبعوث کیا خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور جگمگاتا سورج۔ حضور ﷺ کو ظاہر نام عطا فرمایا کہ اس نے حضور ﷺ کو تمام دینوں پر ظہور و غلبہ دیا اور حضور ﷺ کی شریعت و فضیلت کو تمام اہلِ سماوات و ارض پر ظاہر و آشکارا کیا تو کوئی ایسا نہ رہا جس نے حضور ﷺ پرنور پر درود نہ بھیجا ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ حضور ﷺ پر درود بھیجے۔

فربک محمود وانت محمد وربک الاول والاٰخر والظاہر والباطن وانت الاول والاٰخر والظاہر والباطن۔

پس حضور ﷺ کا رب محمود ہے اور حضور محمد ﷺ، حضور ﷺ کا رب اول و آخر وظاہر و باطن ہے اور حضور ﷺ اول و آخر وظاہر و باطن ہیں۔ سیّد عالم ﷺ نے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی فَضَّلَنِی عَلٰی جَمِیْعِ النَّبِیّیْنَ حَتّٰی فِیْ اِسْمِیْ وَصِفَتِیْ

سب خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کو جس نے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت دی یہاں تک کہ میرے نام وصفت میں۔

علی قاری نے شرح شفاء میں اس کا ذکر کیا اور فرمایا کہ تلمسانی نے ابن عباس سے روایت کیا الخ۔

(شرح الشفاء لعلی قاری دارالفکر بیروت، ۲/ ۴۲۵، فتاوی رضویہ جلد 15 صفحہ 133)

مدارج النبوّۃ اندر، خطبے وچ کوئی پائے
جائی حمد تے نعت نبی دی، شیخ ایہہ اسم لکھائے

مدارج النبوت میں شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی ﷫ نے اپنے خطبہ میں جو ارشاد فرمایا ہے۔ اگر اسے کوئی پڑھے تو معلوم ہو گا شیخ محقق ﷫ نے حمد و نعت کے ساتھ یہ اسماء مبارکہ لکھائے ہیں۔ (ہدایت المسلمین صفحہ 124)

کہیوس اوّل اسے کارن ایہہ آیت آندی
حمد اللہ تے نعت نبی دی اس وچہ پائی جاندی

شیخ محقق ﷫ فرماتے ہیں یہ آیت مبارک میں نے اسی وجہ سے آغاز میں لکھی ہے

کہ اس میں حمد باری تعالیٰ بھی ہے اور نعت رسول مکرم ﷺ بھی پائی جاتی ہے۔

شرح

مذکورہ بالا دو اشعار میں شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی ﷫ کی کتاب مدارج النبوت کے حوالے سے گفتگو فرمائی گئی ہے۔ شیخ محقق ﷫ نے اپنی اس کتاب کے آغاز کے خطبہ میں قرآن حکیم یہ آیت مبارک لکھی:

هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ O

وہی اوّل وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔

(سورہ الحدید آیت نمبر ۳)

اور فرمایا یہ کلماتِ اعجاز اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اسماء حسنیٰ میں حمد و ثنا پر بھی مشتمل ہیں کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآن مجید میں اپنی کبریائی کے ذکر و بیان کے خطبہ میں ارشاد فرمایا اور حضور اکرم سیّد عالم ﷺ کی نعت وصفت کو بھی شامل ہیں کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان اسماء و صفات کے ساتھ آپ ﷺ کی توصیف فرمائی باوجود یکہ یہ اسماء حسنیٰ بھی ہیں اور وحی متلو اور غیر متلو، ان دونوں صورتوں میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حبیب ﷺ کا نام نامی اسم گرامی قراد دے کر آپ ﷺ کے حلیہ مبارک، حسن و جمال وخصال کا آئینہ دار بنایا اگرچہ حضور ﷺ، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے تمام اسماء صفات سے متخلق و متصف ہیں اس کے باوجود خصوصیت کے ساتھ ان میں سے کچھ صفات کو نامزد کر کے گنایا۔ مثلاً نور، علیم، حکیم، مومن، مھیمن، ولی، ھادی، رؤف اور رحیم وغیرہ اور یہ چاروں مذکورہ اسماء صفات یعنی اول، آخر، ظاہر، باطن بھی انہی قبیل سے ہیں۔

(مدارج النبوۃ و درجات الفتوۃ صفحہ 16)

فِيْ بَيَانِ مَا ذَكَرَهُ الْمُحَقِّقُ الْقَارِي فِيْ شَرْحِ الفِقْه الْاَكْبَر وَ قَدْ قِيْلَ كُلُّ عَامٍّ عَامٌّ يَخُصُّ كَمَا خَصَّ

یہ بیان محقق علی قاری کے اس قول سے متعلق ہے جو شرح فقہ اکبر میں مذکور ہے "اور یہ کہا جاتا ہے کہ ہر عام میں کچھ تخصیص ہوتی ہے جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس قول

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ O

میں اس کی چاہت کے ساتھ خاص کیا گیا ہے"

در بیان آں کہ خدا تعالیٰ قادر است ہر چہ خواہد بکند لیکن خلاف وعدہ خود نہ کُند وعدہ اوست کہ بعد از حضرت ﷺ نظیر او نخواہد کرد

اس بیان میں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہے کرے مگر وہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا یہ اس کا وعدہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں فرمائے گا۔

فقہ اکبر شرحے اندر، قاری علی ہوراں نے
كُلِّ شَيْءٍ کہیا اس نوں، جو ہے وِچ قرآنے

شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری صاحب نے كُلِّ شَيْءٍ (ہر شے) کا معنی جو بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ جو کچھ قرآن میں ہے۔ (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی منشاء و مرضی نہیں ہے کہ وہ اب کسی کو نبوت عطا فرمائے)۔ (ہدایت المسلمین صفحہ 124)

ہے مخصوص مقید جو شے، خواہش وِچ ارادے
اوہو پیدا ہونون والی، ناں کجھ کمی زیادے

یہاں پر ہر مخصوص کو مقید سمجھا جائے گا جو اس کے ارادے اور خواہش (چاہت) میں ہے اور وہی پیدا ہوسکتی ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ارادے

میں ہے اس سے نہ کم اور نہ زیادہ پیدا ہو سکتی ہے۔(ہدایت المسلمین صفحہ 124)

تاں شیئیں تھیں خارج ہووے، ذات صفات اوس سائیں
پڑھو تسمی اللہ شیئاً لاَ کَالاَشیئاً تائیں

اس طرح (تخصیص) سے اس کی اپنی ذات و صفات لفظ "شی" سے خارج سمجھی جائے گی (اگر اس کے معنی میں تخصیص کریں گے) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات اس عموم کے لفظ "شی" سے خارج سمجھی جائے گی اور نہ ہی عام طور پر استعمال ہونے والا لفظ "شی" کا (اطلاق) معنی اس کی ذات کے لیے بولا جائے گا۔ (ہدایت المسلمین صفحہ 124)

بھیں اوہ شے ہووےگی خارج، مخلوقاں توں بھائی
پیدا کرن جھدے وچہ مطلق، خواہش نہیں خدائی

مخلوقات میں سے وہ چیز بھی خارج ہو جائے گی جس کے پیدا کرنے میں مطلقاً اللہ عَزَّوَجَلَّ کی چاہت نہیں ہے اور وہ چیز بھی جس کا وقوع کائنات میں محال ہے۔(ہدایت المسلمین صفحہ 124)

ہویا جے کجھ چاہیا رب نے، ناں چاہیا نہیں ہوناں
ایہہ وچہ حدیثاں آیا، شک چاہیے سبھ تھوناں

جو کچھ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے چاہا ہے وہی پیدا ہوا ہے اور ہو گا جو نہیں چاہا وہ پیدا نہیں ہو گا یہی بات احادیث مبارکہ میں آئی ہے اس میں ہرگز شک نہیں کرنا چاہیے۔ (ہدایت المسلمین صفحہ 124)

واقعہ ہون محال جنہاندا، اوہ بھیں خارج شے تھیں
یعنی عدم جنہاندی اُتے، آئی خبر ربے تھیں

لفظ "شی" کے معنی سے وہ چیز بھی خارج ہے جس کا واقع ہونا

محال (ناممکن) ہے یعنی جس کے نہ ہونے سے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے خبر (وحی) آچکی ہے۔ (ہدایت المسلمین صفحہ 125)

شرح

مذکورہ بالا چھ اشعار میں شرح فقہ اکبر کی اس عبارت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ملا علی قاری صاحب نے اپنی کتاب شرح فقہ اکبر میں سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۰ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہر عام میں کچھ تخصیص ہوتی ہے جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ سب کچھ کرسکتا ہے۔(سورہ بقرہ آیت ۲۰)

اس میں تخصیص کی گئی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر شے پر قادر ہے یعنی جن کے بارے میں چاہتا ہے یہ تخصیص اس لیے کی گئی تاکہ اس کی اپنی ذات و صفات اس عموم سے نکل جائیں اور وہ چیزیں بھی نکل جائیں جو مخلوقات میں سے ہیں لیکن ان کے بارے میں نہیں چاہا اور وہ چیزیں بھی جن کا وقوع کائنات میں محال ہے۔(شرح فقہ اکبر صفحہ 103)

جیونکر ہون نبی دا ثانی، اندر سخت محالاں
عدم اوہدا قرآنوں ثابت، جھوٹھ نہ ربدیاں قالاں

جس طرح حضور ﷺ کی نبوت کے بعد کسی دوسرے نبی کا مبعوث ہونا ناممکن ہے جس کی گواہی قرآن حکیم (سورہ الاحزاب آیت نمبر ۴۰) سے ثابت ہے جو رب تعالیٰ کا سچا کلام ہے جس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔(ہدایت المسلمین صفحہ 125)

نال مشیت خواہش رب دی، شے تعلق جس دا
قدرت نال تعلق اوسے، ایہہ کتابوں دِسدا

جس چیز کا تعلق رب کی مشیت وخواہش سے ہے اسی چیز کا تعلق قدرتِ باری تعالیٰ سے ہے یہ بات کتابوں سے ظاہر ہوتی ہے۔(ہدایت المسلمین صفحہ 125)

خواہش اَتے مشیت جس سنگ، نہیں تعلق ذرّہ
قُدرت نوں بھیں نہیں تعلق، اثر اُس نال مقرّہ

جس چیز کا تعلق خواہش اور مشیت کے ساتھ نہیں ہے تو اس کا تعلق قدرت کے ساتھ بھی بالکل نہیں ہے۔(ہدایت المسلمین صفحہ 125)

پھر کیوں قادر کہناں رب نوں، اُتے اس محالے
جس تھیں چھوٹھ کلام اوہدی وَل، لازم آوے نالے

پھر اس محال (کہ اب کسی نبی کا پیدا ہونا ممکن نہیں ہے) میں رب تعالیٰ کو قادر کہہ کر جائز قرار دینا درست نہیں ہے کہ اس کے سچے کلام میں شک گزرے گا جبکہ اس کے کلام میں سچ کے سوا کچھ نہیں۔(ہدایت المسلمین صفحہ 125)

ہوندی ہے تقدیر ربے تھیں، بھلیائی بریائی
لیکن وِچہ مشیت خواہش، اُسدی جو بر آئی

رب تعالیٰ کی طرف سے تقدیر لکھی ہوئی ہے ہر بھلائی اور برائی مگر اس کی چاہت تو یہ ہے کہ انسان نیکی کا کام کرے۔(ہدایت المسلمین صفحہ 125)

جے آکھن نہیں شرّ دا خالق، تاں بھیں ہوندا کافر
جے نسبت شر اُس وَل کیجے، ہوئی بے ادبی وافر

اگر کوئی شر کا خالق کسی اور کو مانے تو وہ بھی کافر ہو جائے گا اور اگر شر کی نسبت اس کی طرف کرے گا تو پھر بہت زیادہ بے ادبی ہو جائے گی۔(ہدایت المسلمین صفحہ 125)

شرح

مذکورہ بالا چھ اشعار میں شرح فقہ اکبر کی جس عبارت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے وہ کچھ اس طرح سے ہے:

حاصل کلام یہ ہے کہ ہر وہ شے جس کے ساتھ مشیت باری تعالیٰ کا تعلق ہے اس کے ساتھ قدرت باری تعالیٰ کا بھی تعلق ہو گا اگر ایسا نہ ہو تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ محال پر قادر ہیں کیونکہ اس کا وقوع ہی معدوم ہے اور اس کے ساتھ کذب لازم آئے گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ غیر قادر اس لیے نہیں کہا جاتا کہ یہ تعظیم کے خلاف ہے۔(شرح فقہ اکبر صفحہ 103)

میر سیّد وِچہ شرح مواقف، جیوں کہندے سن حالاں
ہے محال ارادہ رب دا، اندر کرن محالاں

جس طرح کہ میر سیّد صاحب ؒ نے شرح مواقف کے اندر یہ لکھا ہے کہ جس چیز کا پیدا کرنا محال ہے اس کا ارادہ بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے محال (نہ ممکن) ہے۔(ہدایت المسلمین صفحہ 125)

یعنی جیونکر وِچہ قرآنے، تینویں چاہیے ہوندا
کردا نہیں ارادہ جس تھیں، چھوٹھ کلامے پوندا

یعنی جس طرح قرآن حکیم میں آیا ہے اسی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کی چاہت ہے ایسا ارادہ وہ مالک نہیں فرماتا جو اس کے کلام کے منافی ہو۔(ہدایت المسلمین صفحہ 125)

جس چیزے دے ناں ہونون دی، خبر سُنائیوس آپے
پیدا کرن اوہدے دی خواہش، ناں کردا سچ جاپے

جس چیز کے نہ ہونے کی خبر خود اپنے کلام میں دے دی ہے اس کے پیدا کرنے کی خواہش بھی اس کی طرف سے نہیں ہو گی یہی سچی بات ہے۔(ہدایت المسلمین صفحہ 125)

جے کر کرے ارادہ اُس دا، نہیں دو وَجھوں خالی
یا ہوسی یا ناں ہوویگی، سمجھ اے مرد سوالی

اگر وہ ایسی چیز کا ارادہ فرمائے گا تو پھر دو وجوہات سے خالی نہیں ہو گی یا تو وہ چیز ہو گی یا نہیں ہو گی اے مرد سوالی یہ بات سمجھ لے۔(ہدایت المسلمین صفحہ 125)

جے ہوئی تاں لازم آوے، چھوٹھ اخباروں باتوں
چھوٹھ کلام اندر نہیں ممکن، منع ہویا خُود ذاتوں

اگر وہ چیز ہو جاتی ہے تو پھر کلام پاک کی خبر پر شک گزرے گا جبکہ کلام پاک سچی کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے اس پر شک کرنے کی ممانعت کی گئی ہے خود اس ذات پاک نے فرمایا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں۔(ہدایت المسلمین صفحہ 125)

جے اوہ شے نہ پیدا ہوئی، عجز کریسی ثابت
قادر تائیں عجز نہ لازم، عاجز ناں اس بابت

اگر وہ چیز پیدا نہ ہوئی تو اس سے عاجزی ظاہر ہو گی جبکہ قادر کے لیے لفظ عجز استعمال نہیں کیا جا سکتا وہ کسی کام کے کرنے سے عاجز نہیں ہے۔(ہدایت المسلمین صفحہ 125)

اگے نبی جہیا نہیں ہویا، ہوگ نہ بعد نبی دے
قاری علی محقق کہندا، اندر قول سدیدے

نہ تو پہلے ہمارے نبی کریم ﷺ جیسا کوئی ہوا ہے اور نہ ہی آئندہ کوئی ہو

گا یہ سچا قول محقق ملا علی قاری نے لکھا ہے۔(ہدایت المسلمین صفحہ 125)

نال محال تعلق ہرگز، پھڑے نہ قدرت باری
نال مشیت نہیں تعلق، جس نوں سُن گل ساری

جس چیز کا ہونا ناممکن (محال) ہے اس کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت کو نہ جوڑا جائے اس کی وجہ بھی یہی ہے پوری طرح اسے سمجھ لے کہ جس چیز کے ہونے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مرضی نہیں ہے تو اس چیز کا تعلق اس کی قدرت سے نہیں جوڑا جائے گا۔ (ہدایت المسلمین صفحہ 125)

خواہش اتے ارادہ رب دا، مشیت ایہہ پکارے
اوہ محال کہاں جس اُس سَنگ، نہیں تعلق داری

مشیت الٰہی سے یہی پکار آتی ہے کہ جو چیز محال ہے اس کے ساتھ رب تعالیٰ کی خواہش اور ارادہ کا تعلق نہیں ہے۔(کہ اس کو خود ہی کہا ہے کہ اس کا وجود ممکن نہیں ہے)۔(ہدایت المسلمین صفحہ 125)

خواہش اتے مشیت رب دی، شرط ایہہ قدرت تائیں
خواہش قدرت رَلیاں چلّن، نہیں جُدا کدائیں

ہر وہ شے جس کے ساتھ منشاء الٰہی اور چاہت باری تعالیٰ کا تعلق ہے اس کے ساتھ قدرت باری تعالیٰ کا بھی تعلق ہو گا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت اور اس کی خواہش دونوں ایک ساتھ چلتی ہیں کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتی ہیں۔ (ہدایت المسلمین صفحہ 125)

تائیں حضرت جامی صاحب، دَسیا خاص عوامے
سلسلۃ الذہب وچہ اندر، اُس عقائد نامے

اسی وجہ سے حضرت جامی ﷫ صاحب نے ہر خاص و عام کو یہ عقیدے کی

بات بتائی ہے جس کی سند کی حیثیت سلسلۃ الذھب (سونے کی زنجیر) کی طرح ہے۔
(ہدایت المسلمین صفحہ 125)

رب صاحب دیاں صفتاں پچھے، قدرت کامل ہوندی
خواہش خاص مراد الٰہی، سب دے شامل ہوندی

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی صفات کے ساتھ اس کی قدرت کاملہ کا تعلق ہے اور اس مالک کی چاہت ہی اس کی مراد ہوتی ہے جو سب کو شامل ہوتی ہے۔
(ہدایت المسلمین صفحہ 125)

بعد محمد ﷺ نبی نہ ہوسی، سمجھو چھوٹی گلّے
جس تے ہووے مراد ربانی، قدرت اُس تے چلے

مختصر یہ کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت بھی اس کی مرضی اور منشاء کے مطابق ہی ہوتی ہے۔ (ہدایت المسلمین صفحہ 125)

خواہش رب دی اس تے ناہیں، پایا وچہ قرآنے
پاک محمد ﷺ جہیا نہ ہوناں، ہر گز کسے زمانے

قرآن حکیم میں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی چاہت یہی ہے کہ محمد پاک ﷺ جیسا کسی زمانے میں بھی نہیں ہوگا۔

شرح

فی حِکمت کَونہ ﷺ خَاتَم النبیین

حضور ﷺ کے آخری نبی (خاتم الانبیاء) ہونے میں حکمت

عارف نامی شیخ گرامی، رازی نجم الدینے
کہیا اس تھیں ختم نبوت، ختم المرسلینے

شیخ نجم الدین رازی ؒ نے (صاحبِ مرصاد العباد) لکھا ہے حضور ﷺ پر نبوت ختم ہو چکی ہے آپ ﷺ ہی آخری رسول ہیں۔
(ہدایت المسلمین صفحہ 125)

کیوں کر رَکھدا دین محمد ﷺ، باطن نالے ظاہر
ظاہر اسدا قائم رَکھدے، عَالم دینی ماہر

محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کے ظاہر اور باطن کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کس طرح قائم رکھا ہے؟۔ ظاہر کو تو دینی علماء کرام نے قائم رکھا ہوا ہے۔
(ہدایت المسلمین صفحہ 125)

باطن اس دا قائم رکھیا، عارف کامل ولیاں
حافظ راہبر عالم دینی، باطن اہل قبولاں

اور باطن کو کامل اولیائے کرام اور عارفین نے قائم رکھا ہوا ہے۔ جو باطنی علوم سے نوازے گئے ہیں، دین کا علم جاننے والے راہنما بھی ہیں اور حافظ بھی ہیں۔
(ہدایت المسلمین صفحہ 125)

کر اشارت اس وَل تائیں، کہیا ختم نبوت
ایویں شیخ ہوئے وچہ قومے، نبی جیویں وچہ اُمت

ختم نبوت کو بیان فرما کر اسی وجہ سے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ شیخ کا مرتبہ قوم میں ایسے ہے جیسے نبی کا مرتبہ اُمت میں ہے۔ (ہدایت المسلمین صفحہ 125)

بھیں اس وَل اشارہ رَکھ کے، کہیا ہے پیغمبر
عالم وارث نبیاں تائیں، عالم سَندے راہبر

اس طرف اشارہ کر کے ہی پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ علما انبیاء کے وارث ہیں۔ علماء تمام جہان کے لیے راہبر و راہنما ہیں۔

مذکورہ بالا پانچ اشعار میں جس روایت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ مرصاد العباد میں اس طرح سے نقل کی گئی ہے:(ہدایت المسلمین صفحہ 125)

شرح

شیخ نجم الدین رازی ﷫ نقل فرماتے ہیں:

عُلَمَاءُ اُمَّتِیۡ کَاَنۡبِیَاءِ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ

میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے ہیں۔

اور دین دو طرح کا ہوتا ہے اول ظاہر اور دوم باطن۔ظاہر دین تو متقی علماء کے سبب قائم رہے گا جبکہ باطنی دین مشائخ طریقت کے سبب تقویت پائے گا کیونکہ

اَلشَّیۡخُ فِیۡ قَوۡمِهٖ کَالنَّبِیِ فِیۡ اُمَّتِهٖ

شیخ کا مرتبہ قوم میں ایسے ہے جیسے نبی کا مرتبہ اُمت میں ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان دونوں گروہوں کے وسیلے سے دین کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہے۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۝

بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

(سورہ الحجر آیت ۹)(مرصاد العباد صفحہ 161)

کتابیات

(الف،بائی ترتیب سے)

☆ کَنْزُ الْاِیْمَان فِیْ تَرْجَمَةِ الْقُرْآن از اعلیٰ حضرت، مجددِ دین وملت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان ﷫

☆ الجامع الصحيح المختصر(صحيح البخاري) محمد بن إسماعيل ﷫ دار ابن كثير ، اليمامة بيروت

☆ الامن والعلیٰ، سیدی امام احمد رضا بریلوی ﷫، مونال پبلی کیشنز راولپنڈی

☆ السنن الكبرى ، أحمد بن الحسين بن علي بن موسى، الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى: 458هـ) دار الكتب العلمية، بيروت لبنات

☆ المدینہ لائبریری (دعوت اسلامی آن لائن انٹرنیٹ) پیشکش مجلس (آئی ٹی) دعوت اسلامی

☆ المستطرف فی کل فن مستظرف
شهاب الدين محمد بن أحمد أبي الفتح الأبشيهي
دار الكتب العلمية-بيروت

☆ المعتمد فی المعتقد المعروف بہ رسالہ تورپشتی:(مترجم)
فضل اللہ شہاب الدین ابوعبداللہ بن حسن تورپشتی
اللہ والے کی قومی دکان کوچہ ککے زیاں بازار کشمیری لاہور

☆ المكتبة الشاملة المكتب التعاونى للدعوة بالروضة آن لائن (انٹرنیٹ)

☆ بہار شریعت، مولانا امجد علی اعظمی ﷫، مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

☆ پنجابی اردو لغت، تنویر بخاری، اردو سائنس بورڈ ۲۹۹ اپر مال لاہور

☆ پنجابی کلاسیکی لغت، جمیل احمد پال، عزیز بک ڈپو چوک اردو بازار لاہور

☆ پنج گنج، حضرت میاں محمد بخش قادری ﷫، مطبع سراج المطابع جہلم (1906)

☆ تفسیر صراط الجنان، مفتی محمد قاسم القادری، مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی
☆ تحفۂ میراں (طبع اوّل)، حضرت میاں محمد بخش ﷫، در مطبع مصطفائی واقع لاہور طبع شد
سَن طباعت ۱۲۹۶ھ بمطابق ۱۸۷۹ء، مملوکہ میاں محمد ارشد جہلم
☆ تحفۂ میراں (سن ندارد)، حضرت میاں محمد بخش ﷫، میاں سَید علی صاحب کا طبع کروایا ہوا نسخہ
☆ تحفۂ میراں (1964ء)، حضرت میاں محمد بخش ﷫، ملک غلام نور اینڈ سنز تاجران کتب جہلم
☆ تحفۂ میراں، حضرت میاں محمد بخش ﷫، مقصود پبلشرز جیلانی سنٹر احاطہ شاھدریاں،
سَن طباعت ۱۴۴۵ھ بمطابق 2023ء
☆ تحفہ رسولیہ، حضرت میاں محمد بخش قادری ﷫، نظامت اوقاف مظفر آباد (آزاد کشمیر)
☆ تذکرہ مقیمی (فارسی عکسی)، حضرت میاں محمد بخش قادری ﷫، میاں محمد بخش قادری اکیڈمی کھڑی شریف
☆ تذکرہ مقیمی (مترجم)، حضرت میاں محمد بخش قادری ﷫،
میاں محمد بخش ﷫ اکیڈمی کھڑی شریف و یو کے
☆ تفسیر خزائن العرفان از سیّد نعیم الدین مرادآبادی ﷫
ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
☆ دیوان ملک، ملک محمد قادری (جہلمی) ﷫، ملک محمد اکیڈمی جہلم
☆ سنن الترمذي محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي
دار إحياء التراث العربي بيروت
☆ سوانح عمری، ملک محمد قادری (جہلمی) ﷫، ملک محمد اکیڈمی جہلم
☆ سیف الملوک، حضرت میاں محمد بخش قادری ﷫، محکمہ اوقاف آزاد کشمیر دربار کھڑی شریف
☆ سیف الملوک، حضرت میاں محمد بخش قادری ﷫، در مطبع مصفطائی واقع لاہور ۱۲۸۶ھ
☆ سیف الملوک مع فرہنگ شریف صابر، شریف صابر، سید اجمل حسین میموریل سوسائٹی لاہور
☆ شرح فقہ اکبر (مترجم)، ملا علی القاری ﷫، مکتبہ رحمانیہ اقرا سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

☆ شرح قصیدہ بردہ (مترجم)، امام شرف الدین بوصیری ﷫، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
☆ شرح قصیدہ بردہ (مترجم)، العلامہ عمر بن احمد الخرپوتی ﷫، پروگریسو بکس اردو بازار لاہور
☆ صحيح البخاري (الجامع الصحيح المختصر)
محمد بن إسماعيل ﷫ دار ابن كثير ، اليمامة بيروت،
☆ صحيح مسلم أبو الحسين مسلم بن الحجاج ﷫، دار الجيل بيروت
☆ فتاوی رضویہ، سیّدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں ﷫،
آن لائن المکتبۃ المدینہ لائبریری (دعوت اسلامی)
☆ قصہ شیخ صنعان، حضرت میاں محمد بخش قادری ﷫، مقصود پبلشرز اردو بازار لاہور
☆ قصہ شیخ صنعان، حضرت میاں محمد بخش قادری ﷫، مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس جہلم
☆ قصہ شیریں فرہاد، حضرت میاں محمد بخش قادری ﷫، مرتب میاں سکندر کھڑی شریف
☆ مثنوی معنوی (مترجم محمد عالم امیری)، مولانا جلال الدین رومی ﷫
خدیجہ پبلی کیشنز عظمت منزل خدیجہ سٹریٹ ابدالی، چوک اسلام پورہ لاہور
☆ مدارج النبوت (مترجم)، شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی ﷫
اسلام بک ڈپو ۱۲ گنج بخش روڈ لاہور
☆ مرصاد العباد (مترجم)، نجم الدین رازی ﷫، ادارہ پیغام القرآن اردو بازار لاہور
☆ ہدایت المسلمین، حضرت میاں محمد بخش قادری ﷫، در مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور
☆ ہدایت المسلمین، حضرت میاں محمد بخش قادری ﷫، نظامت اوقاف مظفر آباد (آزاد کشمیر)

کرنل سعادت علی جنجوعہ

سالار تحریک پاکستان حضرت میاں محمد بخشؒ

رب ذوالجلال نے تخلیق کائنات میں سب سے احسن تخلیق بنی آدم کی کی ہے قرآن پاک میں سورۃ التین میں خالق کائنات فرماتے ہیں

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ 4 ۝ 95:

بے شک ہم نے انسان کو اچھی صورت پر بنایا

رومی کشمیر میاں محمد بخشؒ اپنی شہرہ آفاق تصنیف "سفرالعشق المعروف سیف الملوک" میں فرماتے ہیں

قدرت تھیں جس باغ بنائے جگ سنسار تمامی
رنگ برنگے بوٹے لائے کجھ خاصے کجھ عامی
ایس عجائب باغِ اندر آدم دا رکھ لایا
معرفت دا میوہ دے کے واہ پھلدار بنایا

بنی آدم کی رہنمائی کے لیے ربّ العالمین نے انبیاء و رُسل کا سلسلہ حضرت محمد مصطفیٰ رحمت العالمین ﷺ تک جاری رکھا۔ مگر خالق کل کی یہ حسین وجمیل اور وسیع وعریض دنیا کسی دور بھی خدا کے برگزیدہ بندوں سے بانجھ نہیں رہی۔ اس کی آغوش میں بڑی بڑی ہستیوں نے جنم لیا جو کہ اپنے عہد کے لیے مینارہ عظمت ونور ثابت ہوئیں۔ یہ تاریخ ساز افراد ہمارے لیے مشعل راہ اور اللہ کریم کا احسان و انعام ہیں۔ تاریخ انسان اس بات کی شاہد ہے کہ ہر زمانے میں اللہ کا پیغام الٰہی

پہنچانے کے لیے اس کے برگزیدہ بندوں نے پیغام کا علم ہمیشہ بلند رکھا۔

یہ اللہ والے لوگ جو دنیا میں معروف ومقبول ہوتے ہیں۔ بے کراں عظمتوں کے مالک اور بے بہا صلاحیتوں کے حامل یہ محسن اِنسانیت بے شمار امیدوں کا محور اور بے قرار دلوں کا سرور ہوتے ہیں۔ جن کے دل عشق رسول ﷺ سے سرشار ساری زندگی حُب رسول کی طرف دنیا کو راغب کرنے میں صرف کر دیتے ہیں۔ عشق رسول ﷺ کی مدد سے بنی نوع انسان کو صراطِ مستقیم پر لا کر فلاح بنی آدم کا فریضہ سرانجام دینے والوں میں ایک نام میاں محمد بخشؒ کا بھی ہے۔ آقائے مدنی ﷺ سے عقیدت ومحبت رکھنے والے خوش نصیبوں نے ہر عہد ہر زبان اور ہر سُخن میں بارگاہ محبوب کبریا میں خراج تحسین وتشکر پیش کیا ہے۔ عالم اسلام میں شاعری میں سیرت ونعت کا ذخیرہ تخلیق اسی جذبہ عشق کا بیّن ثبوت ہے۔ توصیف مصطفی ﷺ ایسی ارفع و اعلیٰ عبادت ہے جس میں خود خالق کائنات اپنے نوری فرشتوں سمیت شریک ہے۔ توصیف مصطفوی ﷺ کا یہ ایمان افروز سلسلہ رہتی دنیا تک جاری و ساری رہے گا اور اہل دل ونظر اسکی بدولت تسکین قلب و روح سے ہمکنار ہوتے رہیں گے۔

اس حقیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ دنیا فانی ہے اور موت کی آغوش میں ہر ذی روح کو جانا ہے۔ مگر اس افراتفری ونفسانفسی کے دور میں کالی کملی والے رسول عربی حضرت محمد ﷺ کی محبت کا درس دینے والے عارف کامل میاں محمد بخشؒ 78 سال کی عمر تک اس کلر کول زمین میں عشق کی شمع جلاتے رہے۔ اللہ کے فضل و کرم اور آپ کی انتھک و بے لوث محنت سے خطہ کھڑی شریف کا علاقہ آج مرقعہ نور بن چکا ہے۔

آپ نے اپنی ساری زندگی قرب رسول ﷺ کے حصول میں گزار دی

آپ پر بزرگانِ دین اور اللہ کے محبوب اولیاء کرام کا فیض تھا جو دنیاوی اور دینی دونوں طرح سے جاری و ساری ہے۔ آپ نے ساری زندگی بلاخوف وخطر انسانیت کی فلاح و بہبود پر صرف کر دی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ قران حکیم فرقان حمید میں سورۃ یونس میں یوں فرماتے ہیں

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۝ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۝ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (آیت 6164)

خبردار رہو کہ جو لوگ اللہ کے دوست ہیں ان پر کسی قسم کا خوف و ہراس نہیں نہ وہ غمگین ہونگے ۝ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے رہے ۝ ان کے لیے دنیا میں بھی بشارتیں ہیں اور آخرت میں بھی، کلام الٰہی کے لئے کوئی تبدیلی نہیں، یہی تو زبردست کامیابی ہے ۝

تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ اولیا اللہ وہ ہیں جن کے دلوں میں ایمان و یقین ہو، جن کا ظاہر تقویٰ اور پرہیزگاری میں ڈوبا ہوا ہو، جتنا تقویٰ ہو گا، اتنی ہی ولایت ہو گی۔ ایسے لوگ محض نڈر اور بےخوف ہیں۔ قیامت کے دن کی وحشت ان سے دور ہے، نہ وہ کبھی غم و رنج سے آشنا ہوں گے۔ دنیا اگر چھوٹ بھی جائے، اس پر انہیں حسرت وملال نہیں ہوتا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور بھی بہت سے سلف صالحین فرماتے ہیں کہ اولیا اللہ وہ ہیں جن کا چہرہ دیکھنے سے اللہ یاد آجائے۔ بزار کی مرفوع حدیث میں بھی یہ آیا ہے وہ حدیث مرسلاً بھی مروی ہے۔ ابن جریر میں ہے، حضور ﷺ فرماتے ہیں، اللہ کے

بعض بندے ایسے بھی ہیں جن پر انبیاء اور شہدا بھی رشک کریں گے۔ لوگوں نے پوچھا حضور ﷺ وہ کون ہیں؟ ہمیں بتائیں تا کہ ہم بھی ان سے محبت و الفت رکھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "یہ لوگ وہ ہیں جو صرف اللہ کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ مالی فائدے کی وجہ سے نہیں، رشتہ داری اور نسب کی بنا پر نہیں۔ صرف اللہ کے دین کی وجہ سے ان کے چہرے نورانی ہوں گے، یہ نور کے منبروں پر ہوں گے۔ سب کو ڈر خوف ہو گا لیکن یہ بالکل بےخوف اور محض نڈر ہوں گے جب لوگ غمزدہ ہوں گے یہ بےغم ہوں گے" پھر آپ ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ دور دراز کے رہنے والے خاندانوں اور برادریوں سے الگ شدہ لوگ جن میں کوئی رشتہ، کنبہ، قوم، برداری نہیں، محض توحید وسنت کی وجہ سے اللہ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لیے آپس میں ایک ہو گئے ہوں گے اور آپس میں میل ملاپ، محبت، مودت، دوستی اور بھائی چارہ رکھتے ہوں گے، دین میں سے ایک ہوں گے۔ ان کے لیے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نورانی منبر بچھا دے گا جن پر وہ عزت سے تشریف رکھیں گے۔ لوگ پریشان ہوں گے لیکن یہ با اطمینان ہوں گے۔ یہی ہیں وہ اللہ کے اولیاء جن پر کوئی خوف غم نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد گیارہ صفحہ نمبر 565-564 مولانا محمد جونا گڑھی رحمۃ اللہ علیہ۔ مکتبہ قدوسیہ اشاعت 2006ء)

تمام سلاسل کے بزرگوں نے اپنے اپنے انداز میں دین کی بے پناہ خدمت کی ہے بالخصوص خطہ ہند، برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی شمع روشن کرنے اور آج عالم اسلام کی آدھی آبادی کو صراطِ مستقیم اور دین محمدی ﷺ پر لانے کا سہرا انہیں اولیاء اکرام کے سر ہے۔ جنہوں نے بزورِ تلوار نہیں بلکہ بطفیل پیار ومحبت اور

عمل سے بنی نوع کی اصلاح کی اور بنی آدم کو جہنم کا ایندھن بننے سے بچایا۔ ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے رومی کشمیر میاں محمد بخش ﷫ نے اپنا تن من دھن اِسی کارِ خیر میں صَرف کیا۔ آج الحمداللہ عاشقان رسول کی ایک کثیر تعداد دن رات ابن آدم کی اصلاح میں مصروف عمل ہے اللہ تعالیٰ ان کو کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے (آمین)۔

میاں محمد بخش ﷫ نے کم و بیش 16 کتابیں اور کئی سی حرفیاں تصنیف کی ہیں۔ مگر ساتھ ساتھ مشن آزادی کے لیے انہوں نے ایک ایسا عظیم شاہکار 'سفر العشق' المعروف قصہ سیف الملوک و بدیع الجمال پنجابی زبان میں تخلیق کیا جو موجودہ پاکستان اور کشمیر کے کونے کونے میں پہنچا اور سمجھا گیا آپ نے سفر العشق 1863ء میں تخلیق کی اس وقت خطہ پنجاب میں مسلمانوں کے مقابلے میں دوسرے مذاہب کی آبادی کا مجموعی تناسب 53٪ تھا۔

مرد قلندر و دور اندیش میاں محمد بخش ﷫ نے اپنی تمام دنیاوی خواہشات کو پس پشت ڈال کر اسلام کا عَلم بلند کرنے کے لیے کمر بستہ ہو گئے آپ نے قصہ سیف الملوک کا آغاز مناجات حمد اور نعت رسول اکرم محمد مصطفی ﷺ کے بعد مشہور فاتح محمود غزنوی سے کیا چونکہ اس خطہ کے لوگوں میں سلطان محمود غزنوی کے لگاتار سترہ حملے حصول مقصد کے لیے ایک مسلسل جدوجہد کی ضرب المثل بن چکے تھے۔

لہٰذا میاں محمد بخش ﷫ نے مسلمانانِ عالم کو بالعلوم اور مسلمانانِ ہند کو بلخصوص بذریعہ 'سفر العشق'، جُہد مسلسل اور عملی جدو جہد کے درس کے ساتھ ساتھ اپنے دین کو مضبوطی سے تھامتے ہوئے توکلّ بر اللہ پر اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھنے اور ساتھ ساتھ کامیابی کے گر بھی بتائے ہیں۔

رستہ چھوڑ نبی ﷺ دا ٹُریاں کوئی نہ منزل پگدا
جے لکھ محنت ایویں کریئے کلّر کول نہ اُگدا

آپ ﷫ چونکہ بڑے زیرک، باریک بین نظر رکھنے والے عارف کامل ولی اللہ تھے اس لئے آپ نے 'سفر العشق' کو پنجابی زبان میں لکھ کر سکھوں، ہندو اور عیسائیوں کی تبلیغ جو علاقائی زبانوں میں کی جارہی تھی کا کامیاب توڑ کیا۔ سبحان اللہ عارف کامل میاں محمد بخش ﷫ صدیوں پہلے اور صدیوں بعد میں آنے والے واقعات و حالات پر نظر رکھنے والے 'معمار پاکستان' نے مسلمانانِ ہند کی رہنمائی و تربیت کے لیے 'سفر العشق' کی تضیف کے وقت رہنمائی کہاں سے حاصل کی۔ ذرا مندرجہ ذیل نقاط پر ظاہرانہ نظر ڈالیں:

1 وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ

ترجمہ: اور کوئی رسول نہیں بھیجا ہم نے مگر بولی بولنے والا اپنی قوم کی تاکہ انکو سمجھائے۔ (سورۃ ابراہیم۔ 4)

2. اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ

ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت، بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے (سورۃ النحل 125)

3 آپ ﷺ نے فرمایا بَلِّغُوْا عَنِّىْ وَلَوْ اٰيَة یعنی مجھ سے سنی ہوئی ہر بات کو لوگوں تک پہنچا دو۔ رسول ﷺ کے نائب صوفیاء اور علماء کرام نے آپ ﷺ کی دی ہوئی ہدایات کو اپنی قوم و ملک کی زبان میں شائع کرنے اور سمجھانے کا فریضہ انجام دیا۔

4 دعوت وتبلیغ دین کے بنیادی اصولوں میں ایک قول عربی میں اس طرح ہے کہ كَلِّمُوْا النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ۔ یعنی لوگوں سے ان کے عقلی اورفکری معیار کے مطابق گفتگو کریں۔

قارئین کرام 1863ء میں جس عوام الناس مسلمانوں کو میاں محمد بخشؒ نے جو پیغام دینا تھا۔ انکی آدبادی 47٪ اور تعلیمی معیار 2.6٪ (7) تھا چونکے عربی اور فارسی پر پابندی لگا دی گئی تھی لہذا عوام کی عقلی اور فکری معیار کی مناسبت سے آپ نے پنجابی زبان اور نظمی اسلوب کو اختیار کیا۔ تا کہ عام لوگوں تک پیغام کو پہنچایا جا سکے۔ میاں صاحب ہدایت المسلمین فرماتے ہیں:

بہتیاں رڈ اونہاندی آکھی جنہاں علم سچاواں
فارسی عربی عام نہ سمجھن تاں ہندی سمجھاواں

نثروں نظم لذیذ پیاری رکھن یاد سکھالی
ایسے کارن نال شتابی کیتے نظم لالی

آپ کے اس انداز تحریر پر تبصرہ کرتے ہوئے میرے جیسے ایک اور عاشق میاں محمد بخشؒ کرنل محمد الیاس پنجابی شاعر اپنی ایک نظم ’عشق نگر دا راجہ‘ میں کچھ اسطرح رقمطراز ہوتے ہیں۔

سُچا شعر میاں جی لکھنا تساں اُتے بس اے
نال ادا آواز سُریلی دیندا وکھری چَس اے
میں الیاسؔ نہ ویکھی کدھرے ایسی قلم روانی
شعر پڑھو تے نال شتابی ہووے یاد زبانی

جس دور میں میاں محمد بخشؒ نے قصہ سیف الملوک تصنیف کی اس

وقت دہلی سندھ کے شہر گھوٹکی، پشاور اور کشمیر تک پنجابی زبان بولی اور سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ اس حقیقت کے پیش نظر آپ نے اسی زبان میں اپنی تعلیمات ’سفر العشق‘ کی بدولت گھر گھر پہنچائیں۔ آپ کی کاوش کا نتیجہ کیا نکلا ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ گزٹ آف انڈیا پارٹ۔ دوئم، 1911ء شماریات کے مطابق پنجاب کا جو علاقہ آج پاکستان کا حصہ ہے۔ مسلمانوں کا اس آبادی میں تناسب مذہبی لہاذ سے 52٪ ہو گیا تھا۔

معزز قارئین کرام ظلم وستم کی چکی میں پستے ہوئے غربت اور جہالت کی اتھاہ گہرائیوں میں پڑے ہونیکی باوجود مسلمانوں نے اپنی شناخت کو برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے عددی نمبر میں اضافہ کیا یہ اضافہ شرح پیدائش کی وجہ سے نہ تھا بلکہ لوگوں کے اسلام قبول کرنے کی اور قائم رہنے کی وجہ سے تھا۔ جس کا برملا اظہار غیر مسلم لوگوں نے اپنی تحریروں میں کیا ہے۔

اسی جواز کی بدولت حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ نے علیحدہ وطن کا خواب دیکھا۔ وہ کلیم (دو قومی نظریہ) جسکی بنیاد پر قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے پاکستان کا مقدمہ انگریز سامراج کی عدالت میں بڑی جانفشانی، بردباری، ذہانت اور لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ کی بنیاد پر لڑا۔ یہ کلیم اُن عظیم ہستیوں نے بنا کر دیا جن میں ایک معتبر نام میاں محمد بخشؒ کا بھی ہے آپ اپنے دور کے عظیم صوفی شاعر اور مبلغ اسلام تھے ’سفر العشق‘ جیسی پُر اثر تحریر آپ کی ایک لازوال شاہکار جسکے اب تک سنچری کے قریب قریب ایڈیشن طبع ہو کر مخلوق خدا کے ہاتھوں میں دارالعمل کی زندگی کو بار آور اور پُر مسرت بنانے میں نسخہ کیمیاء ثابت ہو رہی ہے۔ تقسیم ہند اسی اصول کے تحت عمل میں لائی گئی کہ جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں وہ پاکستان کے حصے میں اور جہاں ہندو اکثریت میں ہیں وہ ہندستان کا حصہ بن گیا۔ اس خطہ میں مسلمانوں کو اکثریت میں بدلنا آپؒ جیسے زیرک اور دور اندیش مبلغ

کا کارنامہ ہے۔

قارئین کرام یہ کوئی افسانہ یا طلسماتی کہانی نہیں بلکہ یہ حقیقت ہے کہ 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں کو ظلم وستم، بربریت، غربت اور جہالت کے باوجود کس نے اسلام کے بندھن سے جوڑے رکھا اور پھر اُنہیں اُن علاقوں میں اکثریت میں بدلا جبکہ اس دور میں نہ کوئی صلاح الدین ایوبی معرکہ آراء ہوا نہ محمود غزنوی نہ احمد شاہ ابدالی اگر کوئی تھا تو یہ عظیم ہستیاں جنہوں نے اسلام کا چراغ اس خطے میں بڑھ چڑھ کر روشن کیا اور اسلام کا علم بلند ہوا ان میں ایک ہستی میاں محمد بخش ﷫ کی تھی جنہوں نے اپنی شعرہ آفاق کتاب 'سفر العشق' کو عام فہم بنایا اور اسکی بدولت نہ صرف عبادات وعقائد کی تعلیم کا پرچار کیا بلکہ قرآن کی تمام تعلیمات کو بروئے کار لاکر مقصد عظیم کو حاصل کرنے کا درس بڑے پُراثر انداز میں عوام الناس تک پہنچایا۔ جہاں پر انگریزی، فارسی اور عربی زبان کی تعلیمات اسقدر گہرے نقوش ثبت نہ کرسکتی تھیں۔ یوں آپ نے مسلمانوں کو اپنے دین کے ساتھ باوجود ہزارہا پابندیوں جوڑے رکھا۔

آپ کی جدوجہد کا کیا نتیجہ نکلا؟۔ آج ہم ایک آزاد مملکت خداداد پاکستان میں اسلام کا علم بلند کئے ہوئے ہیں۔ جو کہ دنیا کی چھٹی بڑی طاقت اور قلعہ اسلام ہے۔ یہ صوفیاء کرام کی کاوشوں کا صلہ ہے کہ آج برصغیر میں 60 کروڑ سے زیادہ مسلمان شریعت محمدیؐ کے پیرو کار دن رات اسلام کا علم بلند کرنے کے لیے کوشاں ہیں جو دنیا میں مسلمانوں کی آبادی کا ایک تہائی ہیں۔ بزرگان دین نے ہمیشہ امن، محبت اور آشتی کا درس دیا۔ جن کی خانقاہوں پر آج بھی ہر مذہب کے لوگ جوق در جوق آتے ہیں۔ لہذا ان کی محبت بھری تعلیمات کو عام کرنا موجود حکومت اور ارباب علم ومعرفت کا مقصد اولین ہونا چاہیے۔ جسے عام کرکے ہم دوبارہ اس کشت و

خون میں نہائے ہوئے معاشرے کو دوبارہ امن کا گہوارہ بنا سکتے ہیں۔

میاں محمد بخش ﷫ ایک باعمل پابند شریعت اور ایک بیمثل مودب شخصیت تھے۔ آپ کا تحریری خزانہ تمام پنجابی شعرا اور صوفیاء کرام سے زیادہ ہے۔ مگر زیادہ ہونے کے ساتھ ساتھ گوہر انمول کا مجموعہ بھی ہے۔ آپ نے انسانیت کی تربیت کو بالعموم اور مسلمانوں کی اصلاح پر بالخصوص توجہ دی ہے۔ چونکہ آپ کے مخاطب طبقہ کا تعلیمی معیار اور فہم وفراست اوسط درجہ کی تھی۔ چنانچہ آپ کا سارا کلام عام فہم ہے۔ آپ نے بڑے بڑے دقیق مسائل کو عام زبان میں پیش کرکے عوام الناس کی خدمت کا وہ فریضہ انجام دیا کہ جس سے اسلام کا یہ خوبصورت باغِ 'پاکستان' مسلمانوں کے لیے قدرت کا عطیہ رہتی دنیا تک ایک تابندہ مثال رہے گا۔ شریعت کی تعلیمات کو آپ نے اسقدر عام فہم کرکے پیش کیا کہ تھوڑی سی بھی سُدھ بُدھ رکھنے والا انسان گہرا سے گہرا مسئلہ بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے پڑھنے والوں کو اخلاقیات کی تعلیمات اپنی ہر تصنیف میں سچے موتیوں کی طرح اپنے شعروں کی لڑیوں میں پُرویا جس کی بدولت بلا جھجھک آپ کو اخلاقیات و ادب کا معلم کہا جا سکتا ہے۔ سیف الملوک کی شکل میں مسلمانان ہند کو مردانگی کا وہ درس دیا کہ جس کی بدولت مملکت خداداد پاکستان کا ظہور عمل پذیر ہوا۔ اس اخوت ومساوات کے اس ہمہ گیر پیغام اور اس کے لیئے عملی جدوجہد مسلسل اور انقلابی تحریکوں کے پیش رو ہیں۔ ان کی شاعری حالی اور اقبال کی شاعری کا نقش اول ہے۔ آپ نے پنجابی شاعری کو ایک نئی جہت سے آشنا کیا۔ ان کی شاعری اپنے عہد کا آئینہ بھی ہے اور مستقبل کے خوابوں کا دلآویز مرقع اور جذبہ جہاد کا نسخہ کیمیاء ہے۔ آپ کی کاوشوں کا نتیجہ آزاد کشمیر کی آزادی اور پاکستان کی پہلی جنگ کشمیر میں سب سے پہلا نشان حیدر نائیک سیف اللہ جنجوعہ اور تاریخِ پاکستان کی واحد ستارہ جرات

حسین بی بی کا تعلق اسی حسین وادی کشمیر جنت نظیر سے ہے۔گو ان اعزازات کا اعلان اسی وقت کیا گیاہے۔ (مگر حکومت پاکستان نے بعد میں پاکستانی اعزاز کے برابر کیا)۔

مردا ہمت ہار نہ مولے مت کوئی کہے نمردا
ہمت نال لگے جس لوڑے پائے باہجھ نہ مردا

رسول ﷺ کے دین کی صدائیں بلند کرنے والا یہ روشن چراغ 7 ذوالحج 1324ھ بمطابق 22 جنوری 1907ء میں بجھ گیا۔مگر مستقبل کا مورخ ان کا نام و مقام بلند کرتا رہے گا۔آپ پنجابی صوفیانہ شاعری کی لڑی کے آخری موتی ہیں۔ آپ کے بعد آج تک آپ جتنا بلند مرتبہ صوفی شاعر پیدا نہیں ہوا۔جس نے تصوف کے ساتھ ساتھ دیگر امور پر اسقدر شاعری کی بدولت انسانیت کی خدمت کی ہو۔ حضرت میاں محمد بخش ؒ نے پنجابی زبان میں 16 اور ایک تذکرہ مقیمی فارسی زبان میں تصنیف کی ہے۔'سفر العشق' المعروف سیف الملوک و بدیع الجمال پنجابی زبان کا ایک لاثانی شاہکار اور جہد مسلسل کا ایک بے مثال نمونہ ہے۔خلاصہ قصہ سیف الملوک و بدیع الجمال ملاحضہ ہو:۔

اِسّے ہکسے مصرعے اندر غرض قصّے دی ساری
جو ڈھونڈے سو پاوے بھائی مُفت نہیں پر یاری

وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْكُثُ فِی الْاَرْضِ ط (القران)
اور جولوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ زمین میں قائم رہتا ہے (سورہ رعد 43)

ملک محمد یحیٰ اعوان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مثنوی ''سفر العشق'' ایک فکری جائزہ

میاں محمد بخش ؒ ،میاں شمس الدین قادری کے ہاں موضع چک ٹھاکرہ علاقہ کھڑی شریف، میرپور (آزاد کشمیر) میں 1246 ہجری بمطابق 1830 عیسوی کو پیدا ہوئے اور 07 ذوالحجہ 1324 ہجری بمطابق 22 جنوری 1907ء کو کھڑی شریف میں وفات پائی۔

بعض سوانح نگاروں نے آپ کی تاریخ وفات میں اختلاف کیا ہے۔مثلاً مولا بخش کشتہ (پنجابی شاعراں دا تذکرہ' ص 198)' عبدالغفور قریشی (پنجابی ادب دی کہانی' ص 372) اور ڈاکٹر عصمت اللہ زاہد کے مطابق آپ کی وفات عیسوی کیلنڈر کے مطابق 1904ء میں ہوئی لیکن یہ غلط ہے کیونکہ 1324 ہجری مورخہ 25 فروری 1906 عیسوی کو شروع ہوا تھا اور 16 جنوری 1907 عیسوی کو ذوالحج 1324 ہجری کی پہلی تاریخ اور بدھ کا دن تھا۔

ابتداً آپ نے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل اپنے والدمحترم سے حاصل کی جوحضرت پیرا شاہ غازی قلندر کے سجادہ نشین تھے۔والدمحترم کی وفات کے وقت ان کی عمر تقریباً اٹھارہ برس تھی۔آپ نے حضرت غازی قلندر پیر دمڑی والا کے باطنی اشارہ پر حضرت سائیں غلام محمد کے ہاتھ پر قادری سلسلہ میں بیعت کی اور انہوں نے آپ کو کشمیر میں رہنے والے ایک بزرگ حضرت احمد ولی سے باطنی حصہ وصول کرنے کا حکم دیا۔چنانچہ آپ نے ان سے روحانی فیض حاصل کیا۔

میاں محمد بخشؒ کو اپنے مرشد کی دعا کے نتیجے میں شاعری کا جوہر نصیب ہوا جس کا اظہار انہوں نے قصہ شیخ صنعاں میں یوں کیا ہے:

احمد یار خضر تھیں پائی سبزی باغ سخن دی
مینوں پیر میرے ہن بخشی عجب بہار چمن دی
تیز زبان قلم تھیں اگے جاوے کتنی منزل
ترکھی طبع زباناں میری کیتی مرشد کامل

میاں محمد بخشؒ فن شاعری کے نہ صرف رمز آشنا تھے بلکہ اس بارے میں اپنے تخلیقی وتنقیدی شعور کا بڑے بھرپور اور جامع انداز میں اظہار کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

الف وزن برابر بیت بنائے ، کنڈھے چاہڑ عقل دے
رَوِی ، ردیفاں ، قافیاں سنگ جاسن ملدے رلدے
صنعت بھی کجھ تھوڑی بہتی ہوسی نال طریقاں
لذت سوز نہیں وس میرے ، صاحب نوں توفیقاں
ب جو شاعر بے پیڑا ہووے ، سخن اوہدے وی رُکھے
بے پیڑے تھیں شعر نہ ہوندے ، اَگ بِن دُھوں نہ دُھکھے
ویکھو ویکھی بیت بناون ، شعروں خبر نہ پاون
ایس طراں تے صفتاں سِٹھاں بوہتے ڈوم بناون

میاں محمد بخشؒ نے سیف الملوک کے علاوہ اور بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں لیکن جو شہرت ان کی مثنوی ’’سفر العشق المعروف قصہ سیف الملوک‘‘ کو نصیب ہوئی باقی تصانیف اس مقام کو نہ پہنچ سکیں۔ سیف الملوک کے علاوہ آپ کی چند مشہور کتابوں میں ’’سوہنی مہینوال، تحفہ رسولیہ، تحفہ میراں (کراماتِ غوث اعظم)،

قصہ مرزا صاحباں، قصہ شاہ منصور، قصہ شیخ صنعاں، قصہ شیریں فرہاد، سخی خواص خان، ہدایت المسلمین، گلزارِ فقر، تذکرہ مقیمی، پنج گنج مع سی حرفی، سسی پنوں و باراں ماہ اور غنیمت کنجاہی دی فارسی مثنوی نیرنگِ عشق دا پنجابی ترجمہ‘‘ شامل ہیں۔

میاں محمد بخشؒ نے جہاں سیف الملوک میں صوفیانہ رمز وکنایہ کے ذریعے اسلامی تصوف کی سچی تعلیمات کا پرچار کیا وہاں اس قصے میں تمثیلی انداز اپنا کر انہوں نے انسانی زندگی کی کہانی کی بھرپور انداز میں منظرکشی کی ہے۔ وارث شاہؒ نے ’’ہیر روح تے چاک قلبوت‘‘ وغیرہ کے کرداروں کے ذریعے انسانی زندگی کے راز فاش کئے اور لوگوں کے دلوں میں اللہ رب العزت اور رسول اکرم ﷺ کی محبت کا شعلہ بھڑکانے کی کوشش کی ہے جبکہ میاں محمد بخش نے اپنے قصے میں مختلف کرداروں سے انسانی جذبات و احساسات کو اُجاگر کروایا اور بالآخر محبت اور پیار کی شمع کو روشن کیا۔ انسانی زندگی کا اعلیٰ ترین مقصد بھی یہی ہے کہ انسان اپنے نفس کو مجاہدہ کشی کے ذریعے اتنا پاکیزہ اور پاک کرے کہ اسے اس پاک ہستی کا قرب نصیب ہو جائے جسے عرف عام میں خدا کہا جاتا ہے۔ یہی فلاح ہے، یہی کامیابی اور یہی نجات ہے ...... یہی جنت ہے اور قرآنی الفاظ میں ’’قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا‘‘ بھی اسی منزل کا نام ہے۔

سیف الملوک بظاہر ایک تصوراتی داستان ہے لیکن اس کے اندر میاں محمد بخشؒ نے حکمت کے بہت قیمتی اور انمول موتی جمع کر دیئے ہیں۔ صوفیانہ پہلو ہو یا عشقیہ معاملات سیف الملوک کے اندر ایک پختگی کا احساس و اظہار ملتا ہے۔ میاں محمد بخشؒ کبھی ایک مبلغ، کبھی ایک عشق رسول ﷺ اور کبھی ایک داستان گو، کہیں اخلاقی مدرس، کہیں بہترین فنکار اور کہیں ایک مصور کے روپ میں نظر آتے ہیں۔ مجموعی طور پر یہ کتاب اسلامی اور اخلاقی اقدار کی بہترین ترجمانی کرتی ہے۔

مولانا روم کی مثنوی معنوی کو ''ست قرآن در زبانِ پہلوی'' کہا جاتا ہے۔ وارث شاہ نے اپنی مثنوی ''ہیر رانجھا'' کو ''قرآن کے معنی'' کہا ہے اور میاں محمد بخش نے اپنی مثنوی کو ''سفر العشق '' کا نام دیا ہے۔ اس کے اندر شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کے موتی چن چن کر قاری کے سامنے ڈھیر کر دیئے ہیں۔ اب یہ قاری کی علمی، فکری اور ذہنی استعداد پر منحصر ہے کہ وہ اس کتاب سے کتنی روحانیت کشید کرتا ہے۔ کچھ لوگ اس کے اخلاقی شعروں سے متاثر ہیں کچھ تصوف بھرے اشعار میں سے رمز کے موتی تلاش کرتے ہیں اور بعض محض ایک کلاسیکی رومانی داستان کے طور پر اس کے مجازی لطف سے حظ اٹھاتے ہیں۔

اس مثنوی کے ذریعے میاں محمد بخش ﷫ نے تصوف کی حقیقی روح کا پرچار کیا ہے۔ مرشد ان کے اس سفر کی پہلی بنیادی سیڑھی ہے جس کے وسیلے سے وہ آگے ہی آگے بڑھتے چلے گئے۔ عشق کی بھٹی میں تپ کر انسانی روح کندن بن کر چمکتی ہے۔ عشق کے بغیر انسان مقام انسانیت سے بہت نیچے کہیں پتال میں ہی بھٹکتا رہتا ہے۔ عشق مجازی، عشق حقیقی کی پہلی سیڑھی ہے۔ مجاز سے حقیقت کی طرف سفر میں یہ مثنوی ہمیں نہ صرف بھرپور راہنمائی کرتی ہے بلکہ اس گرہ کشائی میں مدد بھی فراہم کرتی ہے۔

صوفی ظاہر اور باطن میں صوفی ہوتا ہے۔ وہ ریا کار نہیں ہوتا اور اس کا ظاہر باطن سے بھی جدا نہیں ہوتا۔ وہ مخلص ہوتا ہے وہ سب کا بھلا چاہتا ہے۔ وہ ہر ایک کے دکھ اور درد کو اپنا سمجھتا ہے اور خالق کا بھی دوست ہوتا ہے اور اس کی مخلوق سے بھی محبت کرتا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ اللہ رب العزت مالک الملک اور خالق کائنات ہے اور خالق اپنی مخلوق سے کتنی محبت کرتا ہے۔ لہٰذا سچا صوفی اللہ کے بندوں کی خدمت، ان سے محبت اور ان کی فلاح و بہبود کو ہمیشہ مدنظر رکھتا

ہے۔ مولانا حالی کا ایک شعر ہے:

یہ پہلا سبق ہے کتابِ ہدیٰ کا
کہ ساری خدائی ہے کنبہ خدا کا

اور اقبال ﷫ کا ایک معروف شعر:

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہو گا

میاں محمد بخش ﷫ کو خالق کائنات سے عشق اور اس کی مخلوق سے انتہا درجہ کی محبت ہے اسی لئے وہ قدم قدم پر تصوف کی تعلیمات پر زور دیتے اور عمل کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور ہر خاص و عام کی بھلائی کے خواہاں نظر آتے ہیں۔ میاں صاحب ''نحن اقرب الیہ من حبل الورید'' کو محبوب حقیقی سے بندے کے تعلق کی دلیل مانتے ہیں۔ بعض لوگ اسے وحدت الوجود کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں حالانکہ یہ سارا کمال ''نحن اقرب'' کا ہے:

جلوہ حسن گھنے دا دِسدا ہر وچ ہردا پھیرا
اینویں نہیں محمد بخشا دِل دا حسن لٹیرا
جیکر صورت وچ نہ ہوندا مالک آپ دِلاندا
غیبوں چھک مہار دِلاں دی کیہڑا جیو ملاندا
ہر ہر وچ نہ ہون جیکر ہر دے رُوپ سمانے
دانشمنداں دا دِل ٹھگن کد معشوق ایانے
دلبر دے گھر بے پرواہی کرے غریب نوازی
جس پر پاوے نظر محمد جت جاوے اوہ بازی

وحدت الوجود اور وحدت الشہود دو الگ الگ صوفیانہ نظریات ہیں۔

وجودی حضرات ” نحن اقرب “والی آیت کے علاوہ ” وھو معکم این ما کنتم “ سے سند لے کر سامنے آتے ہیں جب کہ وحدت الشہود والے ان آیات کو اس تمام بحث کی بنیاد مال کر شہودی وحدانیت کا پرچار کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ان دونوں نظریات کی بنیاد ایک ہی ہے۔

محدث دہلوی اور اسماعیل آفندی کے نام ایک تفصیلی مکتوب میں شاہ ولی اللہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کو ایک ہی لکھتے ہیں۔ وجودیت کے بارے میں ”سر الوصال“ اور شہودیت کے بارے میں ”سر الفراق“ کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ پیر فضل گجراتی کے درج ذیل اشعار میں ان دونوں کیفیات کا بیان ملتا ہے:

اوہدے ہور ٹکانے وی ملن دے، لگی ہوئی کوہ طُور دی قید ناہیں
کِتے دار اُتے ملاقات بخشے، کِتے بخشدا اے دِید تلوار تھلے
سد کے اَج اک بلبل نوں پچھیا میں، بچیئے کس طرح ہجر دی نار کولوں
تتی شاخ توں گری بے تاب ہو کے، ٹھنڈی ہوگئی گردیاں سار تھلے
صبا نوں ہتھ کدوں تک جوڑنے نیں، کدوں تک قاصداں دی انتظاری؟
نکل جا باہر حریمِ ناز وچوں، مُکا دے عاشقاں دی گریہ زاری
فضلؔ شاہد مقصدا دا آ اک رِند دی وچ آغوش بیٹھا
گُوزے صوفیاں کندھاں دے نال مارے، جبے زاہداں نے لیر و لیر کیتے

میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں:

آ سجناں منہ دس کدائیں جاں تیرے توں واری
توں ہیں جان ایماں دلے دا تُدھ بن میں کس کاری
حوراں تے غلمان بہشتی چاہے خلقت ساری

تیرے باجھ محمد مینوں نہ کوئی چیز پیاری
دَم دَم جان لباں پر آوے چھوڑ حویلی تن دی
کھلی اڈیکے مت ہن آوے کدھروں واء سجن دی
آویں آویں نہ چر لاویں دسیں جھات حسن دی
آئے بھور محمد بخشا کر کے آس چمن دی
لمی رات وچھوڑے والی عاشق دُکھیے بھانے
قیمت جانن نین اساڈے سکھیا قدر نہ جانے
اک دیدار تیرے نوں سکدا روح لباں پر آیا
آ مل یار محمد تائیں جاندا وقت وہایا
آسے آسے عمر گزاری جھلے خار ہزاراں
مالی باغ نہ ویکھن دیندا آئیاں جدوں بہاراں
عشق تیرے دے رستے اُتے ثابت قدم ٹکایا
دنیا تے ما فیہا کولوں چت چروکا چایا
لوں لوں اندر تُوہیوں توں ہیں، دل بھی تیرا خانہ
جس دم دا توں ملیا بیلی کیتا لکھ شکرانہ
ربّا ! وعدہ نال اساڈے تدھ دیدار دَسن دا
یار میرے دی صورت بن کے دسیں تاں من من دا

ہجر، وصال، فراق، وچھوڑا، عشق، محبت، بے قراری، تڑپ، انتظار نجانے کتنے روگ ہیں جو ایک انسان کو دنیا میں محبوب کی خاطر ہمہ وقت اپنی لپیٹ میں لیے رکھتے ہیں اور یہیں پر اسے سر الوصال اور سر الفراق، وجودیت اور شہودیت، انا الحق اور انا عبدہ، ہر رنگ کا نظارہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ میاں محمد بخش کی آخری منزل

ذاتِ باری تعالیٰ ہے اور وہ مرشد کی ذات کو ذاتِ باری تعالیٰ تک رسائی کا پہلا آخری زینہ سمجھتے ہیں:

ہویا فنا فی شیخ ایہہ طالب مرشد وچ سمایا
لا الہ دی پھیر بہاری اِلا اللہ گھر آیا
توں کی جانیں رمز فقر دی بے علماں، ناداناں
قصہ دس شہزادے والا بھیت چھپا حیواناں

اور یوں وہ تصوف کی بات کرتے کرتے قصے کی طرف دھیان موڑ لیتے ہیں اور ایسا لگتا ہے عشق کے بہانے تصوف کے پردے کو سرکانے لگتے ہیں۔ ان کے مطابق عشق ایک روحانی آئینہ ہے:

عاشق کہندے عشق محبت شیشہ ہے روحانی
حال عاشق دے نوں دلبر تائیں دسدا کھول نشانی
عاشق نوں از غیبوں دسدا سُندر روپ گمانی
کون مجاز محمد بخشا، ہر اِک سر حقانی

بلھے شاہؒ ایک کافی میں فرماتے ہیں:

عشق دی نویوں نویں بہار
ہیر رانجھے دے ہو گئے میلے بھلی ہر ڈھونڈیندی بیلے
رانجھا یار بکل وچ کھیلے سدھ رہیا نہ سرت سمھال
عشق دی نویوں نویں بہار

اور میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں:

جاں جاں توڑی دھرتی انبر کرسی عرش منارے
لوح قلم تے جنت دوزخ حور فرشتے سارے

تاں تاں تیک نکاح عشق دے نہیں ترٹن ہارے
عاشق تے معشوق محمد دائم رین پیارے

بلھے شاہؒ کو تصوف اور متصوفیانہ شاعری میں وہ مقام خاص ہے جو بہت کم شعراء کے حصے میں آیا ہے۔ انہوں نے اپنی کافیوں میں وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے باریک نکات کو مجاز کے پردے میں لپیٹ کر حقیقت تک رسائی بہت آسانی کر دی ہے۔ ایک کافی میں فرماتے ہیں:

ملاں مینوں سبق پڑھایا
الفوں اگے کجھ نہ آیا
اوہ بھی ای پکار دا ای
ملاں مینوں مار دا ای

اور میاں صاحبؒ فرماتے ہیں:

اُپر جھلی، مونہوں جلی، اندر نہیں تجلّی
جد تک عشقوں جان نہ جلی، بھٹھ جُلّی کیا جَلّی

میاں صاحبؒ ایسی ظاہر داری کو، جس کے اندر حقیقت کی تجلی نظر نہ آئے کوئی اہمیت نہیں دیتے بلکہ ایک جگہ اللہ رب العزت سے عشق نہ رکھنے والے کے بارے میں یہ بھی کہہ جاتے ہیں کہ "عشقے باجھ محمد بخشا کیا آدم کیا کتے"۔ عشق حقیقی کی اگلی منزل اثباتِ توحید ہے جسے مختلف صوفیاء نے وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا نام دیا ہے۔ میاں صاحب سرکار اس کا ذکر بڑے بلیغ انداز میں کرتے ہیں:

اَگوں منزل آوے بھائی وچ وادی توحیدے
عابد تے معبود ملیندے دوئی نہ پیر مریدے

ازل ابد دا جامہ ہکو ایہہ گلماں وچکاروں
ہر دا روپ محمد بخشا ہے ہکسے سرکاروں
توڑے بہت روپ دسیون توڑے تھوڑے تھوڑے
اصل اندر سبھ ہک ہوون گے ندیوں نیر وچھوڑے
ازلوں گھن ابد تائیں بھائی کم ہویا جد سارا
کون دوہا پھر باہر رہسی ہکو ہک اِکارا
جے کوئی غرق نہ ہویا بھائی وحدت دے دریاوے
کیہ ہویا جے آدم دِسدا لیک نہ مرد کہاوے
نیکی بدی نہ تکدے سوئی جو وحدت وچ پہتے
نیکی بدی تداہیں بھائی اسیں تسیں جد ہتے

اور جب سالک توحید کی منزل پالیتا ہے تو اس کی کیفیت کچھ یوں ہو جاتی ہے کہ:

جاں سالک اس جائی پہتا آپ مرے مر جیوے
گم ہووے مڑ باہر نکلے، گنگا ڈورا تھیوے
کدے رلے اس ذاتے اندر کدے کدے مُڑ ذاتوں
صورت عجب بنی پر خالی بندوں، بدن صفاتوں

اس سے آگے حیرت کی منزل آتی ہے۔ حیرت کی منزل سالک کو عجیب بے قراری کی کیفیت سے دو چار کرتی ہے۔ جب یہ وقت بلھے شاہ پر آیا تھا تو انہوں نے بڑی بھرپور کافیاں لکھیں اور ظاہر پرستوں نے انہیں ملحد قرار دیا اور ملحدین ان کی وسیع المشربی کے معترف ہوئے جب کہ بات یہ تھی کہ بلھے شاہؒ مقام حیرت میں تھے:

جاں میں سبق عشق دا پڑھیا

مسجد کولوں جیوڑا ڈریا
ڈیرے جا ٹھاکر دے وڑیا
جتھے وجدے ناد ہزار
عشق دی نویوں نویں بہار
پھول مصلیٰ، بھن سٹ لوٹا
نہ پھڑ تسبیح، عاصا، سوٹا
ترک حالوں، کھاہ مُردار
عشق دی نویوں نویں بہار

اور میاں محمد سرکارؒ کیا فرماتے ہیں؟ ذرا دیکھئے:

فیر اگوں اک منزل آوے حیرت والی وادی
درد افسوس ہوئے گم اوتھے ہر گز خوشی نہ شادی
دم دم تیغ غماں دی مارے حیرت اگ نہ بجھتے
آہیں درد اُتے لکھ سوزاں رات دیہاڑ نہ سجھتے
جاں اوہ مرد حیرانی والا جا پہتا اُس جائے
ہندا گم تحیر اندر اپنا آپ نہ پائے
کہندا اصلی خبر نہ مینوں بیٹھا یا کھلویا
عاشق ہاں پر پتہ نہ مینوں کس پر عاشق ہویا
نہ میں مسلم نہ میں کافر خبر نہیں کس چالی
نالے ایہہ دل عشقوں بھریا نالے ہے مُڑ خالی

مقام حیرت کی منزل سالک کے لیے بہت اہم ہوتی ہے اس سے اگلی منزل بقول میاں محمد بخشؒ فقر کی منزل ہے:

وادی فقر فنا دے اندر اگلی منزل آئی
فقر فنا اندر چپ بہتر گل نہ جاندی پائی
کانگ چڑھے دریا فقر دے جنبش اندر آوے
پتھر نقش بریتی بیلا بُوٹی ریت چھپاوے
ایس ندی وچ چبھی مارے جے کوئی ہمت کر کے
سدا سکھالا رہسی بھائی کیہہ کم باہر تر کے
حکمے نال اس چبھی وچوں جاں سر باہر آنے
تاں اوہ کاریگریاں ویکھے تک تک بھیت پچھانے

فقر کا سرمایہ افتخار ناداری ہے۔ میاں محمد بخشؒ نے قرآن پاک کے چوتھے پارے کی ابتدائی آیات کو بطور حوالہ پیش کیا ہے:

" لن تنالوا البر" بھائی سُٹ تمامی چیزاں
فرد ہووے تاں مرد کہاوے، ملدا نال عزیزاں
مر کے جیون دی گل بھائی دسے کون زبانوں
" بعث بعد الموت"، سخن دے معنی دور بیانوں

اور کسرِ نفسی سے کام لیتے ہوئے میاں صاحب فرماتے ہیں:

میں کی جاناں حال فقر دے مدعی نفسانی
سنی سنائی لکھ وکھائی، پائی نہیں نشانی
اپنی موت حیاتی اندر جب لگ تیرا ڈیرا
اس منزل وچ کدوں محمدؔ پیر پوے گا تیرا
اپنا آپ چھڈیں اس کارن ساجن تاں گھٹ آون
سبھ جگ اُتے شاہی تیری پریاں تخت اُڈاون

زندگی کا تمثیلی روپ

اس مثنوی کی ایک اور بہت اہم خوبی یہ ہے کہ اس میں تمثیلی انداز اپنایا گیا ہے۔ وارث شاہ نے ہیر، روح، چاک، قلبوت وغیرہ کے کرداروں کے ذریعے انسانی زندگی کے راز اُجاگر کئے ہیں اور انسان کے اندر رب رسول ﷺ سے محبت کے جذبے کو انگیخت کیا ہے جبکہ میاں محمد بخش نے اس قصے کو ایک منفرد انداز دیتے ہوئے فرمایا:

روح شہزادہ دو شاہ موہرے، صدق محبت بھائی
حرص ہوا دُنی دا بنگلہ تن کوٹے دی جائی
آز حرص دو شیر کلاں دے قفل دراں بدبختی
ملکہ خاتوں ایہہ دل سُتا، شہوت جادو سختی
نفس اساڈا دیو مریلا، غفلت ندی ڈونگھیری
جہل صندوق ہوئے دَر پکے کُنجی اسم چنگیری
پنکھی پنجریاں وچ حسّاں پنج باطن پنج ظاہر
باغ اِرم ول تاہنگاں کردے نکلن ہوئے نہ باہر
بابل مرشد جس شاہ مہرے تحفہ چیز پہنچائی
اس دے دتے لے شاہ مہرے ہمت کریں کمائی
ملکہ خاتون سُتی جاگے خبر دیوے دلبر دی
چلے نال، جمال دسالے، سمجھو رمز فقر دی
پر کر آن شراب پیالہ ساقی رنگ رنگیلا
سہل ہووے پھر رنج مصیبت جاں سنگ ٹرے وسیلا

پیو نشہ، جیو مستی آوے جان قضیئے سارے
کنگالوں پھر شاہ کہاواں وچھڑے ملن پیارے

میاں محمد بخش ؒ نے اس تمثیل کے مختلف کرداروں سے انسانی جذبات واحساسات کو اُجاگر کرتے ہوئے بالآخر محبت اور پیار کے باہمی تعلق کو استوار کرنے کی کوشش کی ہے۔ انسانی زندگی کا مقصد بھی یہی ہے کہ نفس کو پاکیزہ کر کے اس پاک ہستی کا قرب حاصل کیا جائے جسے عرف عام میں خالق کل کہا جاتا ہے۔ یہی فلاح، کامیابی، نجات و جنت اور قرآنی الفاظ میں ''قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھا'' کی منزل ہے۔

مافوق الفطرت کرداراور انسان

اس مثنوی میں ہمارا واسطہ دیو، پریوں سے پڑتا ہے، میاں صاحب سرکار نے اس تمثیل کے ذریعے انسانوں کو یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ انسانیت محض مادہ پرستی کا نام نہیں بلکہ انسان ایک ایسا اعلیٰ ترین مخلوق ہے جس میں بیک وقت مادیت اور روحانیت موجزن ہے۔ انسان کے نفس کو اللہ تعالیٰ نے ہرا بھرا کر کے اس کے اندر تقویٰ، فسق اور فجور کے اثرات بھر دیئے ہیں۔ اب انسان اپنی مرضی کے مطابق جس طرح جھکنا چاہے جھک سکتا ہے اور اس کا انجام اس کے جھکاؤ پر منحصر ہے۔ قرآن پاک نے اسی بات کو سورۃ الشمس کی آیت ''و نفس وما سوھا فالھمھا فجورھا تقوھا۔ قد افلح من زکھا۔ وقد خاب من دسھا'' کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا انسان کا میل ملاپ دوسری مخلوقات سے ہوسکتا ہے؟ میاں محمد بخش ؒ کا جواب یہ ہے کہ ہاں ہوسکتا ہے۔ مثنوی میں ایک جگہ سیف الملوک جب تورات میں نبی آخر الزمان

ﷺ کا ذکر پڑھ کر سناتا ہے تو یہ بھی کہتا کہ نبی ﷺ کا ذکر تمام مخلوقات اکٹھی ہو کر سنتی ہیں:

صفت نبی دی پڑھے شہزادہ دھر کے خاص ارادہ
ہوندے جاون بول رسیلے روشن صاف زیادہ
پریاں جن پکھیرو وحشی سب اکٹھے ہوئے
کیتا اثر کلام تماماں ہنجوں بھر بھر روئے
چھجیں کھاریں رُنی بی بی ہنجوں بھر بھر بھریاں
ہائے ہائے کر کے رُنیاں اوتھے ہور تمامی پریاں

اس مثنوی کے ذریعے میاں صاحب سرکار نے ایک اور بات بھی سمجھانے کی کوشش کی ہے وہ یہ کہ جس طرح روح انسان کے اندر موجود ہے اور اس کے ذریعے انسان اللہ رب العزت کا قرب حاصل کرسکتا ہے اسی طرح پریاں بھی انسان کے لیے غیر نہیں۔ بشرط یہ کہ انسان مادیت سے نکل کر روحانیت کی طرف سفر کرنے کے قابل ہو جائے۔

مفتی عزیز اللہ جلالی
انچارج قصہ دلبراں ماہنامہ جلالیہ

تشریع وسیلہ وتردید منکرین اور تاجدارِ کھڑی شریف

تحقیق وتدوین

توسّل کرنا یعنی وسیلہ بنانا قرآن وسنت اور سلف صالحین کے عمل سے ثابت ہے۔ اس جدید دور میں کچھ لوگ وسیلہ بنانے کو غیر شرعی، بدعت، شرک اور گمراہی کہتے ہیں۔ اس طرح کے لوگ غیر مقلدین ہیں جو محمد بن عبد الوہاب نجدی کی تعلیمات سے متأثر ہیں۔ ''محمد'' بن عبد الوہاب کی پیدائش 1703ء نجد موجودہ ''الریاض السعودیۃ العربیۃ'' میں ہوئی۔ اس کی وفات 22 جون 1792ء ہوئی۔ تحریک وہابیت کا بانی ہے۔ اس کا تعلق عرب کے قبیلہ بنو تمیم سے تھا۔ اس نے اپنے پیر کاروں کو یہ باور کرایا کہ وسیلہ اپنانا شرک ہے۔ تو اس کا مُسکت جواب حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ (1830ء-1907ء) نے اپنی کتابِ مستطاب ''ہدایت المسلمین'' میں قرآن، حدیث، فقہ، تاریخ، تفسیر اور اقوال سلف صالحین کے مستند حوالہ جات سے دیا ہے اسی کتاب میں ایک باب مرتب کیا۔ جس میں غیر اللہ سے استعانت جائز و صواب ہے۔ اس کی وضاحت درج ذیل ہے۔ ہدایت المسلمین کے اصل نسخہ صفحہ 29 تا 32 ہے۔ جس میں کل 28 اشعار ہیں:

فی بیان

اِنَّہٗ کَمَا ثَبَتَ بِالْاٰیَاتِ الْکَرِیْمَۃِ الْاِسْتِعَانَۃُ مِنْ غَیْرِ اللّٰہِ بِطَرِیْقِ الْمَجَازِ ثَبَتَ اَیْضاً بِالْاَحَادِیْثِ الشَّرِیْفَۃِ

دربیان

آنکہ یاری طلبیدن از غیر خدا تعالیٰ بطریق مجاز درست است وثابت بآیت وحدیث شریف

ترجمہ: اس بیان میں جس میں اللہ تعالیٰ کے غیر سے مدد مانگنا مجازی طریقہ سے درست ہے جو کہ قرآن مجید اور حدیث شریف سے ثابت ہے۔

1۔ اِبن عَبّاس کہے اِکواری کیتی نبی سَواری
پچھے چاہڑ لیُونے مَینُوں عِزت پَایم بھاری

ترجمہ شعر: حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار تھے اور بہت عزت سے نوازتے ہوئے اپنے پیچھے مجھے بھی سوار فرمالیا۔

2۔ ''یَا غُلَامُ اَحْفِظْ ''فرمایا مینوں نال خطابے
اِتنا شرف بندے نے پایا ناہیں وِچّہ حسابے

ترجمہ شعر: مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اے بچے! اس بات کو خوب یاد رکھ ''میں سمجھتا ہوں مجھے بڑی عزت عطا فرمائی جس کا کوئی حد وحساب نہیں ہے''

3۔ یعنی رَکھ نگاہ اَے لڑکے اَپنی طرف آلہے
تاں اُوہ ہر بلاؤں تینوں رَکھے وِچّہ نگاہے

ترجمہ شعر: ہر کام میں اللہ تعالیٰ کو مدنظر رکھ تا کہ ہر بلا و مصیبت سے تو محفوظ رہے اور تو اللہ کی پناہ میں رہے۔

4۔ جو چاہیں اُوہ رَبّ تھیں چاہیں یاری منگ اُوتھائیں
اِیہہ تعلیم نبی دِی آہی خاص اُس بھائی تائیں

ترجمہ شعر: جو کچھ بھی چاہے اللہ تعالیٰ ہی سے مانگ۔ یہ تعلیم نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاص اس ایک بھائی کے لئے فرمائی۔

5۔ باہجوں وَسط وسیلے منگن یارِی رَبّ غنی تھِیں
کارَن رَاکھی رَابطیاں دی وَارد ہویا نبی تھِیں

ترجمہ شعر: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بغیر وسیلے کے مدد مانگنا رابطوں کو محفوظ رکھنے کے لئے حدیث شریف میں بیان ہوا ہے۔

6۔ "وَابْتَغُوْا" پھر پِچھّے اُوسدے آیا اَمر جلیلوں
طرفے اُوسدے ڈُھونڈ وَسیلہ مطلب ملے دلیلوں

ترجمہ شعر: اس کے بعد اللہ کا حکم "وَابْتَغُوْا" یعنی وسیلہ تلاش کرو کا حکم آیا یعنی اس کی طرف کوئی وسیلہ تلاش کرو تا کہ مراد مل سکے۔

آیت مقدسہ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (المائدہ 35/05)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر تا کہ فلاح پاؤ۔ (کنز الایمان)

توضیح: اس وسیلہ کی بدولت تمہیں اس کا قُرب حاصل ہو۔ (تفسیر خزائن العرفان)

7۔ دُرّ تفسیر اس آیت والی بحر مواجوں آئی
اُوہ وسیلہ جان عبادت چنگی بہت کمائی

ترجمہ شعر: تفسیر دُرِّ منثور میں اس آیت کے تحت اس موضوع پر موتیوں کی سمندری موجیں بہا دی ہیں کہ اس وسیلہ کو عبادت سمجھ کر تلاش کرو کہ یہ کام بہت اچھا ہے۔

تفسیر در منثور: دسویں صدی ہجری کے امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابوبکر السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ تفسیر درمنثور حقیقت میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی مبسوط تفسیر ترجمان القرآن کا خلاصہ ہے۔ اس تلخیص کی وجہ آپ نے یہ بیان کی کہ میں نے لوگوں کی ہمتوں کو اس کے استفادہ سے قاصر پایا، اس لیے اس کے اختصار کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہ تفسیر علم کا ایک خزانہ ہے، کسی بھی آیت کے بارے میں اسلاف سے جو منقول ہے۔، آپ نے اسے یکجا کر دیا ہے جس کی وجہ سے کوئی پہلو مخفی نہیں رہتا اور حق تک رسائی حاصل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

8۔ اَپنی وِچّہ اِطاعَت کرنی نَالے پھڑَن پناہاں
نبی ولی تھیں مدد منگن ناہیں وِچّہ گناہاں

ترجمہ شعر: کسی کی پناہ پکڑ کر اطاعت اللہ تعالیٰ کی کرتے ہوئے نبی یا ولی سے مدد مانگنا کوئی گناہ نہیں۔

9۔ اَسلمے اِیہہ رِوایت کیتی وِچّہ صحیح مسلم دے
اِک دِن میں نزدیک سُتّا سَاں اُوس سرتاج اُمم دے

ترجمہ شعر: حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ کی صحیح مسلم میں روایت ہے کہ ایک دن میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب سویا ہوا تھا۔

10۔ کُوزہ تے مسواک مُصلّٰے رَکھیا میں اَگاہاں
بدلے اُوسدے کیہوس مینوں جو تُدّ مَن وِچّہ چاہاں

ترجمہ شعر: کوزہ (لوٹا)، مسواک اور جائے نماز (مصلّٰی) میں سرکار

دوعالم ﷺ کے سامنے رکھے اس کے بدلے سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا اے ربیعہ تیرے دل میں جو چاہت ہے مانگ لے۔

11۔ منگ میرے تھیں جو کُجھ منگیں مَطلَب دِیساں سارے
میں کہیا اِیہہ مطلب میرا یا سلطان ہمارے

ترجمہ شعر: مجھ سے مانگ تجھے جو کچھ بھی چاہئے میں تجھے عطا کروں گا تو میں نے عرض کیا میرا مقصد یہ ہے کہ یارسول اللہ ﷺ!

12۔ وِچّہ بہشت رَفیق تُساڈا ہُونواں میں ہمیشاں
نَال جمعیت خدمت پَانواں ہووے نہ جِیُو پریشاں

ترجمہ شعر: جنت میں ہمیشہ کے لئے مجھے آپ ﷺ کا ساتھ نصیب ہو جائے جس طرح یہاں آپ ﷺ کا خدمت گزار ہوں وہاں جنت میں بھی آپ کا خدمت گزار ہوں تاکہ دل میرا پریشانی سے بچ جائے۔

13۔ حضرت کہیا اِیہو مطلب یا کُجھ اِس تھیں باہر
عرض کیتی میں اِیہو حضرت ہور نہ باطن ظاہر

ترجمہ شعر: سرکار ابدقرار ﷺ نے فرمایا بس یہی کچھ چاہئے یا اس کے علاوہ اور بھی تو میں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہئے۔

14۔ نبی کہیا سنگ یاری میری نفس سَنوار پیارے
دُنیا تے کر سَجدے بُہتے پَانویں قُرب ہمارے

ترجمہ شعر: نبی پاک نے فرمایا میری سنگت پانے کے لئے اپنے نفس کو سنوارو، پانچ وقت کی نماز ادا کرتے رہو۔

حدیث ربیعہ کعب: عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَبِیْعَةَ بْنَ كَعْبِ نِالْاَسْلَمِیِّ يَقُوْلُ كُنْتُ اَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اٰتِيْهِ بِوَضُوْئِهٖ وَبِحَاجَتِهٖ

فَقَالَ سَلْنِیْ فَقُلْتُ مُرَافَقَتَكَ فِی الْجَنَّةِ قَالَ اَوَغَيْرُ ذٰلِكَ قُلْتُ هُوَ ذَاكَ قَالَ فَاَعِنِّیْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ“

(ابوداؤد، عربی حدیث نمبر 1320، ص 197، مطبوعہ دارالسلام، ریاض سعودی عرب)

ترجمہ: ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک رات میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گزاری اور آپ ﷺ کے لئے وضو اور قضائے حاجت کے لئے پانی پیش کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے فرمایا مانگ لو۔ پس میں عرض گزار ہوا کہ جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت فرمایا کہ اس کے سوا اور کچھ؟ عرض کی کہ یہی کافی ہے۔ فرمایا کہ زیادہ سجدے کرکے میری مدد کرتے رہنا۔

اس حدیث پاک کو اس کے علاوہ سنن ابی داود نے کتاب الصلوۃ میں اور المعجم الکبیر میں محدثین نے درج فرمایااب اس پر اپنے وقت کے اجلاء امام و محدثین کے ارشادات پڑھئے چنانچہ امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان ﷫ اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں”الحمدللہ! یہ جلیل ونفیس حدیث صحیح اپنے ہر ہر جملے سے وہابیت کش ہے۔حضور اقدس خلیفہ اللہ الاعظم کا مطلقاً بلاقید و بلاتخصیص ارشاد فرمانا”سَلْ“یعنی مانگ کیا مانگتا ہے جان وہابیت پر کیسا پہاڑ ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور ہر قسم کی حاجت روائی فرماسکتے ہیں دنیا و آخرت کی سب مرادیں حضور کے اختیار میں ہیں جب تو بغیر کسی قید اور روک ٹوک کے ارشاد ہوا مانگ کیا مانگتا ہے یعنی جو جی میں آئے مانگو ہماری سرکار میں سب کچھ ہے ہوسکتا ہے کوئی سوچے یہ سیدی اعلیٰ حضرت کا اپنا کوئی ذاتی قول ہے تو چلیے شیخ شیوخ عارف باللہ عاشق رسول برکۃ المصطفی فی ہذہ الدیار یعنی شیخ عبدالحق محدث دہلوی ﷫ کی بارگاہ میں آپ فرماتے ہیں اس کے تحت”مطلق سوال سے آپ ﷺ نے فرمایا

مانگ اور کسی شے خاص کو مانگنے کی تخصیص نہیں فرمائی معلوم ہوتا ہے کہ تمام معاملات آپ کے دست اقدس میں ہیں جو چاہیں جسے چاہیں باذن اللہ عطا کریں۔(اشعۃ اللمعات الفصل الاول ج 1 ص 396 مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

حضرت علی قاری علیہ الرحمہ آپ فرماتے ہیں" حضور ﷺ نے مانگنے کا حکم مطلق دیا اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور اکرم ﷺ کو عام قدرت بخشی ہے کہ خدا کے خزانوں سے جو چاہیں عطا کردیں (مرقاۃ المفاتیح الفصل الاول ج 2 ص 615)

اب سب سے آخر میں وہ قول ناپاک وخبیث سنیے جو قرآن وسنت کے خلاف کہ "جس کا نام محمد ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں" (تقویۃ الایمان ص 28)

محمد بن عبدالوہاب کے پیروکار ہر بات میں کہتے ہیں کہ جب صحابہ نے نہیں کیا تو ہم کیوں کریں لونجدیو! صحابہ جو کرتے تھے وہ ہم نے اوپر بتادیا اب کرکے دکھاؤ کیوں وہ جانتے تھے توحید کیا ہے اور شرک کیا اور انہیں معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے مانگنا ہی دراصل خدا سے مانگنا ہے۔

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی ؓ: ربیعہ بن کعب اسلمی ربیعہ نام، والد کا نام کعب، قبیلہ اسلم سے تعلق رکھتے ہیں امام المورخین محمد بن سعد، علامہ ابن عبدالبر، ربیعہ بن کعب کو اصحابِ صفہ میں شمار کرتے ہوئے کہا کہ مدینہ منورہ میں ان کا کوئی گھر اور نہ کوئی مخصوص ٹھکانہ تھا، بلکہ یہ غریب و مسکین تھے۔ جنابِ ربیعہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے اور آپ ﷺ کے وصال تک آپ ہی کے ساتھ آپ کے خادم بن کر رہے اور آپ ﷺ کے وصال کے بعد مدینہ منورہ چھوڑ کر اپنے قبیلہ "بنو اسلم" میں "یلیَسن" نامی بستی میں چلے گئے، واقعہ حرّہ پیش آنے تک اسی جگہ سکونت اختیار کیے رہے اور

واقعہ حرّہ کے سال ماہِ ذی الحجہ میں ان کا انتقال ہوا۔

15۔ یاری رب دی کارن وسیلہ نبی ولی وِچہ رَاہے
قفل اُتارے کُنجی لیکن حیلہ ہتھ دَا چاہے

ترجمہ شعر: اللہ پاک کی دوستی کے لئے نبی اور ولی درمیان میں وسیلہ ہیں جیسا کہ کنجی اگرچہ تالا کو کھولتی ہے مگر ہاتھ کا وسیلہ ضروری ہے۔

16۔ ابن الحجر کہے تے نالے دہلوی تے قاری
مُطلق نبی کہیا ہر کم وِچہ منگ میرے تھیں یاری

ترجمہ شعر: حضرت عبداللہ بن حجر عسقلانی ؒ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ؒ اور سید علی قاری ؒ فرماتے کہ نبی پاک ﷺ نے مطلقاً! ارشاد فرمایا کہ ہر کام میں مجھ سے مدد مانگو۔

حضرت عبد اللّٰہ بن حجر عسقلانی رحمة الله عليه: ابن حجر عسقلانی مشہور محدث تھے جنھوں نے بخاری کی شرح لکھی۔ آپ کا عہد چودہویں صدی عیسوی کے نصفِ اول کے آخر سے لے کر پندرہویں صدی عیسوی کے نصفِ اول تک کا ہے۔ آپ نامور مؤرخ اور شافعی مذہب فقیہ تھے۔ مصر میں پیدا ہوئے۔ علوم حدیث میں سند شمار ہوتے ہیں۔ طلب علم کے سلسلے میں متعدد بار مصر، شام، حجاز اور یمن کا سفر کیا اور اس شوق کے باعث حافظ عصر کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کو شیخ الاسلام کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ان کا نام احمد تھا اور کنیت ابوالفضل تھی اور ان کا لقب شہاب الدین تھا۔ سلسلہ نسب: احمد بن علی بن محمد بن علی بن احمد۔ ابن حجر کے نام سے مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ مشہور علمی خاندان آل حجر میں سے تھے۔ اس عظیم خاندان میں محدثین وفقہا کثیر تعداد میں پیدا ہوئے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی کی ولادت قاہرہ میں بدھ 12 شعبان 773ھ بمطابق

18 فروری 1372ء کو ہوئی، اُس وقت مصر میں مملوک سلطان الاشرف زین الدین ابو المعالی ابن شعبان کی حکومت کا دسواں سال تھا۔آپ کے والد نور الدین علی شافعی مذہب کے عالم اور شاعر تھے۔آپ مصر کے قصبہ،عتیقہ، میں پیدا ہوئے۔ آپ کی عمر چار سال تھی کہ آپ کے والد شیخ نور الدین علی کی وفات ہوگئی۔آپ کی کفالت شیخ زکی خرنوبی نے فرمائی۔آپ کے والد کی اولاد بچپن میں ہی فوت ہو جاتی تھی، چنانچہ آپ کے والد شیخ صناقبری کی خدمت میں گئے۔انہوں نے دعا دی کہ اللہ تعالی تیری پشت سے ایسا بچہ پیدا کرے گا جو پوری دنیا کو علم ومعرفت سے مالامال کرے گا۔شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ابن حجر کی تصانیف کی اتنی شہرت ومقبولیت شیخ صناقبری کی دعا کا نتیجہ ہے۔بچپن میں ہی آپ کے والدین انتقال کر گئے تھے۔آپ اور آپ کی بہن ست الرکب والدین کے انتقال کے بعد زکی الدین الخاروبی کی سر پرستی میں چلے گئے۔ 778ھ میں 5 سال کی عمر میں آپ کو زکی الدین الخاروبی نے قرآنی علوم کے واسطے مدرسہ میں داخل کروایا۔ کم عمری میں ہی آپ کا حافظہ اِس قدر قوی تھا کہ ایک ہی روز میں تمام سورہ مریم حفظ کر لی تھی۔اس دوران میں آپ نے ابن حاجب کی فقہ بھی پڑھی۔ 785ھ میں 12 سال کی عمر میں زکی الدین الخاروبی کے ساتھ عازم مکہ ہوئے اور رمضان 785ھ میں حرمِ کعبہ میں نمازِ تراویح پڑھائی۔ 788ھ یعنی 1386ء میں سرپرست زکی الدین الخاروبی کی وفات کے بعد آپ دوبارہ مصر لوٹ آئے۔حدیث کے واسطے مصری محدث شمس الدین ابن القطان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا، جہاں آپ نے علامہ بلقینی (م806ھ)، ابن الملاقین (متوفی 804ھ) کی فقہ پڑھی اور حدیث میں علامہ حافظ العراقی عبد الرحیم بن حسین بن عبد الرحمن العراقی المصری (م 805ھ) سے استفادہ حاصل کیا۔ بعد ازاں آپ نے مکہ المکرمہ، مدینہ منورہ،

یمن، دمشق اور یروشلم کا سفر اختیار کیا۔ 799ھ یعنی 1397ء میں آپ نے 26 سال کی عمر میں انس خاتون سے نکاح کر لیا۔انس خاتون بھی حدیث کی عالمہ تھیں اور اُنہیں علامہ حافظ العراقی عبد الرحیم بن حسین بن عبد الرحمن العراقی المصری سے حدیث روایت کرنے کی اجازت تھی۔انس خاتون عوامی طور پر بھی حدیث کا درس دیا کرتی تھیں جن میں کئی علما شریک ہوا کرتے تھے، امام شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السخاوی (م 902ھ) بھی انس خاتون سے حدیث کا درس لینے والوں میں سے ایک تھے۔آپ کا زمانہ برجی مملوک سلاطین کا زمانہ تھا۔علامہ ابن حجر العسقلانی کو کئی بار سلاطین مصر کی جانب سے قاضی مصر کے عہدہ پر فائز کیا گیا۔آپ نے 79 سال 3 ماہ 26 یوم کی عمر میں اتوار 8 ذوالحجہ 852ھ بمطابق 2 فروری 1449ء کو بعد نمازِ عشاء انتقال کیا۔اُس وقت مصر پر سلاطین برجی مملوک کی حکومت تھی۔نمازِ جنازہ قاہرہ میں ادا کی گئی جس میں پچاس ہزار افراد شریک ہوئے۔نمازِ جنازہ میں برجی مملوک سلطانِ مصر الظاہر سیف الدین جوقمق بھی موجود تھے۔علامہ سخاوی کا بیان ہے کہ میں نے اتنا بڑا جنازہ کسی کا نہیں دیکھا، نماز جنازہ علامہ بلقینی نے پڑھائی۔مصر کے مشہور قبرستان الصغری میں علامہ ویلی کی قبر کے سامنے اور امام شافعی و شیخ مسلم کی قبروں کے درمیان میں عمل میں آئی۔ان کی کتابوں کی تعداد 150 سے اوپر بتائی جاتی ہے۔مشہور کتابیں درج ذیل ہیں۔الاصابہ فی تمییز الصحابہ: اصحاب رسول کے متعلق ایک جامع انسائیکلوپیڈیا ہے جو اب اُردو میں بھی شائع ہو چکا ہے۔فتح الباری شرح صحیح البخاری: علامہ ابن حجر عسقلانی یہ عظیم تصنیف ایک شاہکار سمجھی جاتی ہے، یہ تصنیف رجب 842ھ مطابق دسمبر 1428ء میں مکمل ہوئی۔فتح الباری کے مکمل ہونے پر قاہرہ کے نزدیک ایک مقام پر ایک تقریب منعقد ہوئی تھی جس کے متعلق مورخ ابن عیاص (متوفی 930ھ) کا کہنا ہے کہ

مصر کی تاریخ میں یہ عظیم تر تقریب تھی۔ یہ کتاب عقائد، فقہ اور حدیث کا شاہکار ہے۔
تہذیب التہذیب: یہ کتاب عربی میں دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ہندوستان سے 1335ھ میں شائع ہوئی تھی۔ اکمال فی اسماء الرِجال کے نام سے مشہور ہے۔ جس میں احادیث بیان کرنے والے تقریباً تمام راویوں کے حالات مروی ہیں جس سے کسی حدیث پیش کرنے والے کے حال کا پتہ چلتا ہے کہ آیا وہ ضعیف راوی ہے یا معروف الحال۔ یہ احادیث نبوی کا انسائیکلوپیڈیا ہے جسے یوسف بن عبد الرحمن المزی (متوفی 742ھ) نے علامہ ابن حجر عسقلانی سے روایت کیا ہے۔
الدُرالکامنہ: یہ تصنیف آٹھویں صدی ہجری کی نامور شخصیات کی سوانحی لغت ہے۔
التقریب التہذیب: یہ تصنیف تہذیب التہذیب کا خلاصہ ہے۔المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ۔بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام: بلوغ المرام اصل میں 1358 احادیثِ نبوی ﷺ کا مجموعہ ہے، یہ احادیث صحاح ستہ اور مُسند احمد بن حنبل سے روایت کی گئی ہیں۔ 1996ء میں دارالسلام پبلیکیشنز نے اِس کتاب کا انگریزی ترجمہ شائع کیا تھا۔ الحسین ابن محمد المغربی نے اِس کی شرح اَلبدر التمام کے نام سے لکھی اور محمد ابن اسمٰعیل الامیر السنائی نے سُبل السلام کے نام سے شرح لکھی۔
مقدمہ فتح الباری۔

17۔ اِکسے کم نُوں قید نہ کیتا خاص اِکس سَوالے
اِیہو کہیا منگ میرے تھیں جو مطلب تُدھ بھالے

ترجمہ شعر: ایک ہی کام کے ساتھ اس مدد کی مقید نہیں فرمایا اور یہی فرمایا کہ مجھ سے مانگو جو کچھ بھی چاہو۔

18۔ تاہیں وِچہ بہشتاں اُوس نے منگیا قُرب نبی دا
اُوہ اَصحابی وَاقف ہے سی نُکتے اِس سَمجھی دا

ترجمہ شعر: اسی لئے انہوں نے نبی پاک ﷺ سے جنت میں سنگت مانگ لی اس لئے کہ صحابی اس نکتے کو خوب سمجھتے تھے۔

19۔ اِس دلیلوں ثابت ہویا قدرت سب نبی نُوں
جو چاہے سو بخشے یارو جنت دُنیاں دِینوں

ترجمہ شعر: اس دلیل سے ثابت ہوا کہ نبی پاک ﷺ کو ہر قسم کا اختیار ہے جو مرضی دین اور دنیا کی نعمتوں میں سے آپ عطا کریں۔

20۔ دِین دُنی دِی سَبّ بھلیائی جے چاہیں تُوں بھائی
آ دَرگاہ اُوہدی تھیں منگ کھاں سب مراد پُچائی

ترجمہ شعر دین اور دنیا کی جو بہتری تو چاہے اے میرے بھائی! آ اور سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں جو مرضی مانگ اور پالے۔

21۔ ہوئے عَطاء خزانے رَبدے اُوسنوں خاص یقینے
" اُعطِیتُ" فرمائیُوس پائیم رَبدے سَبّ خزِینے

ترجمہ شعر: اس لئے یہ یقینی بات کی آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام خزانے عطا فرمائے ہیں ہاں "اُعطِیتُ" فرما کر بتا دیا کہ میں نے اپنے رب سے تمام خزانے پالئے ہیں۔

حدیث پاک: "بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ الْبَارِحَةَ إِذْ أُوتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ حَتَّى وُضِعَتْ فِي يَدِيّ"

ترجمہ میں سو رہا تھا کہ تمام خزائن زمین کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے دونوں ہاتھوں میں رکھ دی گئیں (بخاری حدیث:6998)

"أُعْطِيتُ مَالَمْ يُعْطَ اَحَدٌ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ قَبْلِيْ،
نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُعْطِيتُ مَفَاتِيحُ الْاَرْضِ"

ترجمہ مجھے وہ عطا ہوا جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملا، رعب سے میری مدد فرمائی گئی (کہ مہینہ بھر کی راہ پر دشمن میرا نام پاک سن کر کانپے) اور مجھے ساری زمین کی کنجیاں عطا ہوئیں

(مسند احمد بن حنبل بیروت 98/1،مصنف ابن ابی شیبہ حدیث 31638 بیروت 308/6،خصائص الکبری الہند 139/2)

امام جلال الدین سیوطی ﷫ نے اس حدیث کی تصحیح کی۔

''اُوْتِيْتُ مَفَاتِيْحُ كُلَّ شَيْئٍ اِلَّا الْخَمْسِ''

ترجمہ: مجھے ہر چیز کی کنجیاں عطا ہوئیں سوا ان پانچ کے، یعنی غیوب خمسہ

(مسند احمد بن حنبل بیروت 85/2، معجم بیروت 316/21)

22۔ وِچہ مَواہب کہیا اِماماں جو عالم ربانی
ایہہ خزانے نَقد جنس دِے جو اسباب جہانی

ترجمہ شعر: مواہب اللدنیہ کتاب میں آئمہ کرام نے فرمایا ہے کہ ایسے عالم جو واقعی رب کی طرف سے علم پائے ہوئے ہیں یہ تمام خزانے ہر وقت اللہ کے نبی ﷺ کے پاس موجود ہوتے ہیں۔

مواهب اللدنيه: ''المواهب اللدنية بالمنح المحمدية'' سیرت نبوی ﷺ کے موضوع پر امام قسطلانی (851ھ۔ 923ھ/ 1448ء۔ 1517ء) کی مشہور اور مقبول کتاب ہے۔کتاب دو ضخیم جلدوں میں قاہرہ سے شائع ہو چکی ہے۔اس کی سب سے مفصل شرح علامہ زرقانی نے شرح المواہب اللدنیہ کے نام سے کی جو 8 ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور مصر سے شائع ہو چکی ہے۔اس کے صفحات کی مجموعی تعداد تین ہزار سے زائد ہے۔ یہ شرح سیرت نبوی کے متعلق ہر قسم کی معلومات کا ایک خزینہ ہے۔المواہب کی ایک تلخیص الانوار المحمدیہ فی

المواہب اللدنیہ کے نام سے یوسف بن اسماعیل النبہانی نے لکھی جو بیروت سے شائع ہوئی جو اصل کتاب کا قریباً ایک تہائی ہے۔

23۔ رازق رَبّ تے وَسط **محمد** کنجی ہے ہتھ اُوسدے
''اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ'' نُوں جَانو تاں نہ ہووے مُسدے

ترجمہ شعر: رزق دینے والا خدا ہے مگر درمیان میں کنجی اور واسطہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ ہیں ''اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ'' یعنی میں تقسیم کرنے والا ہوں کو خوب پہچانو تاکہ کوئی رکاوٹ نہ رہے۔

حدیث انما انا قاسم: فرمانِ مصطفیٰ ﷺ ہے:

''اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي''

یعنی میں ہی تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ ہی عطا فرماتا ہے۔

(بخاری، ج1ص42،حدیث:71)

اس حدیثِ مبارکہ میں اس بات کی صراحت نہیں کہ سرورِ دوعالم ﷺ کیا عطا فرمانے والے ہیں، اس صورت میں اصول کے مطابق معنیٰ یہ ہوگا کہ ہر نعمت کو تقسیم کرنے والے حضور ﷺ ہی ہیں۔فقیہِ اعظم ہند حضرت علّامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: مخلوق میں کسی کو حضورِ اقدس ﷺ کے بلا واسطہ کچھ نہیں مل سکتا۔بخاری وغیرہ میں صحیح حدیث ہے کہ فرمایا: ''اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي''۔قَاسِمٌ اور يُعْطِي دونوں کا متعلّق محذوف ہے جو عموم کا اِفادہ کرتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ مخلوقات میں جس کو جو کچھ بھی دیتا ہے خواہ وہ نعمت جسمانی ہو یا روحانی، ظاہری ہو یا باطنی سب حضورِ اقدس ﷺ کے ہاتھ سے دلاتا ہے۔اس لئے علامہ احمد خطیب قسطلانی شارح بخاری البارِی ﷫ نے ''اَلْمَوَاهِبُ اللَّدُنيه'' میں فرمایا، جسے علامہ محمد بن عَبدُ الباقی

زُرقانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے باقی رکھا: **ھُوَ ﷺ خِزَانَۃُ السِّرِّ وَمَوْضِعُ نُفُوْذِالْاَمْرِ فَلَا یَنْقُلُ خَیْرٌاِلَّا عَنْہُ وَلَا یَنْفُذُ اَمْرٌ اِلَّا مِنْہُ** یعنی حضور ﷺ **خزانۃ السر** (یعنی پوشیدہ راز) ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے نافذ ہونے کا مرکز، اس لئے ہر چیز حضور ہی سے منتقل ہوتی ہے اور ہر حکم حضور ہی سے نافذ ہوتا ہے۔

(فتاویٰ شارح بخاری، ج1،ص351)

حکیمُ الاُمَّت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ دین و دنیا کی ساری نعمتیں علم، ایمان، مال، اولاد وغیرہ دیتا اللہ ہے بانٹتے حضور ہیں جسے جو ملا حضور کے ہاتھوں ملا کیونکہ یہاں دینے) میں کوئی قید ہے نہ حضور کی تقسیم میں، لہٰذا یہ خیال غلط ہے کہ آپ صرف علم بانٹتے ہیں ورنہ پھر لازم آئے گا کہ خدا بھی صرف علم ہی دیتا ہے۔(مراۃ المناجیح، ج1،ص177)

بعض علما نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے تقسیم میں فقط علم کا ذکر کیا ہے لیکن یہ تقسیم صرف علم کے ساتھ خاص نہیں، کثیر ائمہ نے اس تقسیم کو عام رکھا ہے کہ علم ہو یا مال ہر نعمت حضورِ اکرم ﷺ ہی تقسیم فرماتے ہیں۔ پانچویں صدی ہجری کے بزرگ، شارحِ بخاری امام ابن بطّال مالکی ﷫ فرماتے ہیں: حضور ﷺ کا یہ فرمان ''اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ'' اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور ﷺ اپنے پاس کوئی مال نہیں رکھتے تھے بلکہ صحابہ کرام علیہمُ الرِّضوان میں تقسیم فرما دیتے اور آپ ﷺ کا یہ فرمان لوگوں کی دل جوئی کے لئے تھا کہ کسی کو کم زیادہ مل رہا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے جس کو میں زیادہ دے رہا ہوں تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے مقرر کرنے کی وجہ سے اور کسی کو اس کے مقابلے میں کم دے رہا ہوں تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کے مقرر کرنے کی وجہ سے۔(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری، ج1،ص 141

ملخصاً) دسویں صدی ہجری میں وصال فرمانے والے عظیم مُحدّث، حافظ ابن حجر ہیتمی مکی ﷫ فرماتے ہیں: حضورِ اقدس ﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے خزانے اور نعمتوں کے دسترخوان حضور ﷺ کے ہاتھوں میں دے دیئے ہیں حضور جسے جو چاہیں عطا فرما دیں۔

(الجوہر المنظم ،ص 80)

24۔ چھوڑ اِنکار تَرَدُّد اِیتھے جَہل اَتے نَادَانی
''اَغْنَا ھُمُ اللہ وَرَسُولَہ'' آیت وِیکھ قرآنی

ترجمہ شعر: تردد، انکار، جہالت اور نادانی کو چھوڑ کر ''اَغْنَا ھُمُ اللہ وَرَسُولَہ'' (یعنی اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا) قران کی آیت مقدسہ کو دیکھ لیں۔

آیت مقدسہ: ''اَغْنٰہُمُ اللہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ (التوبہ 74/09)

ترجمہ: اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔(کنزالایمان)

توضیح: منافقین مدینہ مسلمانوں سے ناراض صرف اس لیے ہوئے کہ انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اپنے فضل و کرم سے غنی و مالدار کر دیا کہ یہ لوگ مدینہ منورہ میں حضور انور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے انتہائی غریبی میں تھے حضور انور ﷺ نے تشریف لا کر انہیں غنی کر دیا۔(تفسیر نعیمی ج10 ص476 ضیا القرآن لاہور)

25۔ اِس حدیث رَبِیعے والی ثابت کر وِکھائی
نبی ولی تھیں یاری مَنگو وِچّہ مصیبت بھائی

ترجمہ شعر: حضرت ربیعہ والی حدیث نے ثابت کر دیا کہ بوقتِ مصیبت نبی اور ولی سے مدد مانگو۔

385۔ جیکو کہے نبی نے کہیا خاص ربیعہ تائیں
ہر اِک تائیں کہیا ناہیں منگو ہر ہر جائیں

ترجمہ شعر: اگر کوئی یہ کہے کہ یہ مانگنا خصوصی طور پر صرف حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کے لئے تھا تو یہ کب فرمایا ہر ایک کو ہر ایک سے مانگنا جائز نہیں۔

26۔ اگّوں " فَاسْئَلِ اللہ " پڑھ کے دیہہ جواب اُوس بھائی
بیٹے عمّ نبی دے تائیں خاص اللہ فرمائی

ترجمہ شعر: اس سوال کرنے والے سے کہو '' فَاسْئَلِ اللہ '' یعنی اللہ تعالیٰ سے مانگو ذرا یہ پڑھ کر دیکھ نبی کے چچا کے بیٹے سے خاص اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

27۔ لیکن عبرت عاماں تائیں اِسّے لفظوں پائی
ہر دو اَمر اِیہہ عام ہوئے نے سمجھن نال صفائی

ترجمہ شعر: انہیں الفاظ سے عام لوگوں نے نصیحت حاصل کی یہ دونوں حکم عام ہیں دل کی صفائی سے ہی سمجھا جا سکتا ہے۔

28۔ پہلے وِچہ حقیقت سمجھو وَسط نہ آوے مُولے
دُوجے وِچہ مجاز پچھانوں غلط نہ آوے مُولے

ترجمہ شعر: پہلے حکم میں حقیقت ہے اس کا درمیان نہیں ہے اور دوسرے حکم میں مجاز ہے یہ بھی قطعاً غلط نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں فیضانِ اولیاء اللہ سے مالامال فرمائے، آمین یارب العالمین بحرمت سید الانبیاء والمرسلین وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

حکایت

از رَاوی دَربیان ثبُوت وَسیلہ گرفتن انبیاء کرام علیہم السلام و اَولیاءِ عظام رضی اللہ عنہم

ترجمہ روایت کرنے والے کی کہانی اس بات کا ثبوت کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے عظام رضی اللہ عنہم کا وسیلہ پکڑنا

389۔ رَاوی ترمذیوں تے جَابر بُوداؤد اِس باتے
جے کر میری گل نہ منّوں ویکھو وِچہ مِشکوتے

ترجمہ شعر: اس حکم کی روایت حضرت امام ترمذی اور امام ابو داؤد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کی اور میری بات پسند نہیں ہے تو مشکوٰۃ شریف کو دیکھ لیجئے۔

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ: آپ کا نام ''سلیمان بن اشعث'' ہے کنیت ''ابو داؤد'' ہے۔ نام پر کنیت غالب ہے اسی لئے اکثر لوگ آپ کے نام سے واقفیت نہیں رکھتے اور کنیت مشہور ہے۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 202ھ سجستان میں خاندان ازد کے معزز گھرانے میں ہوئی۔ امام بخاری و مسلم کے بعد حدیث میں سب سے زیادہ مرتبہ و مقام کے مالک ہیں۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ علم و حکمت میں بے مثال، عبادت و ریاضت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ علما و فضلاء آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے، اولیا کرام آپ کی زیارت کے لئے آتے۔ حکام وقت پہروں ملاقات کے لئے دروازے پر کھڑے رہتے، بے پناہ شہرت و مقبولیت کے حامل تھے۔ جس قدر خدمت دین کی لگن اسی طرح مقام بھی بلند عطا ہوا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد حصول علم حدیث کی طرف راغب ہوئے اور اپنے وقت کے مشہور جید اساتذہ اور جلیل القدر آئمہ حدیث سے اکتساب علم حدیث کیا اور تحصیل کی

خاطرکئی اسفار اختیار فرمائے۔جن مشاہیر اور اعاظم اساتذہ سے امام ابو داؤد ﷫ نے روایت حدیث کی ہے ان کی پوری فہرست تو بہت طویل ہے البتہ چند اسماء یہ ہیں :سلمہ بتوزکی، ابو الولید طیالسی، محمد بن کثیر العبدی، مسلم بن ابراہیم، ابو عمر حوضی، ابو توبہ حلبی، سلیمان بن عبد الرحمان دمشقی، سعید بن سلیمان واسطی، صفوان بن صالح دمشقی، ابوجعفر نفیلی وغیرہ۔آپ کے تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ ہزاروں سے متجاوز آپ کے شاگرد ہیں۔ابوعلی محمد بن احمد عمرو اللوئی، ابوطیب، احمد بن ابراہیم، ابوعمرو احمد بن علی ابن الحسن بسری، ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد اعرابی، ابوبکر محمد بن عبد الرزاقبن واستہ، ابو الحسن علی ابن الحسن الانساری، ابوعیسیٰ اسحاق بن موسیٰ رملی وغیرہ۔امام ابو داؤد کی زندگی طلب حدیث میں مختلف علاقوں کے سفر اور درس و تدریس کی بے پناہ مصروفیات کے باوجود صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔آپ نے مندرجہ ذیل کتب کثیرہ یادگار چھوڑی ہیں :

1۔کتاب السنن
2۔کتاب المراسیل
3۔کتاب لمسائل
4۔کتاب لردعلی القدریہ
5۔کتاب الناسخ والمنسوخ
6۔کتاب التفرد
7۔کتاب فضائل الانصار
8۔مسند مالک بن انس
9۔کتاب الزہد
10۔دلائل النبوۃ
11۔کتاب الدعا
12۔کتاب البدأ الوحی
13۔اخبار الخوارج
14۔کتاب شریعۃ التفسیر
15۔فضائل الاعمال
16۔کتاب التفسیر
17۔کتاب نظم القرآن
18۔کتاب فضائل القرآن
19۔کتاب البعث والنشور
20۔کتاب شریعۃ المقارئ

وصال: امام ابو داؤد ﷫ 73 سال کی قابل رشک و تقلید زندگی گزار کر 16 شوال المکرم 275ھ جمعہ کے دن وصال فرمایا۔

حضرت جابر بن عبداللہ ﷛: جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام الانصاری صحابیٔ رسول اللہ تھے۔آپ کے پردادا عمرو بن حرام بن کعب بن غنم تھے بنوخزرج سے خاندانی تعلق ہے۔حضرت جابر کے والد حضرت عبد اللہ ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئے اور بیعت عقبہ ثانیہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عہد کیا اور بارہ نقباء رسول اللہ ﷺ میں سے تھے۔جن کو رسول اللہ ﷺ نے قبیلوں کے نمائندوں کے طور پر مقرر فرمایا تھا۔حضرت جابر کی کنیت ''ابوعبداللہ'' ہے۔آپ کی والدہ کا نام ''نصیبہ بنت عقبہ بنت عدی'' تھا۔آپ کے والد غزوہ اُحد میں شہید ہوئے۔ان کی نسل کو بنوحرام کہا جاتا ہے۔جو آج بھی مسجد قبلتین کے قریب رہائش پذیر ہیں۔حضرت جابر ہجرت سے قبل 15 سال مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔کم عمری میں اسلام لائے اور بے شمار غزوات سے شریک ہوئے۔ 3ھ میں غزوہ ذات الرقاع سے پہلے سہیمہ بنت مسعود بن اوس نامی بیوہ خاتون سے شادی تاکہ والد کی شہادت کے بعد اپنی 9 یا 6 بہنوں کی بہتر سرپرستی کرسکیں۔آپ کے پانچ بیٹے : عبد الرحمان، محمد، محمود، عبداللہ اور عقیل ہیں۔آپ نے 94 سال عمر پائی 68ھ یا 78ھ میں وفات پائی۔ بغداد کے قریب دریائے دجلہ کے قریب آپ کی قبر مبارک ہے۔ 1932ء میں عراق کے اس وقت بادشاہ ''شاہ فیصل'' کو خواب میں صحابی رسول حضرت حذیفہ بن یمان ﷛ کی زیارت ہوئی جس میں انہوں نے بادشاہ کو کہا کہ اے بادشاہ میری قبر میں دجلہ کا پانی آ گیا ہے اور حضرت جابر بن عبداللہ ﷛ کی قبر میں دجلہ کا پانی آرہا ہے۔ چنانچہ ہماری قبر کشائی کر کے ہمیں کسی اور جگہ دفن کردو۔اس کے بعد ان دونوں اصحاب رسول ﷺ کی قبریں سینکڑوں

ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں جن میں مفتی اعظم فلسطین، مصر کے شاہ فاروق اول، اور دیگر اہم افراد شامل تھے ان دونوں صحابیوں کے اجسام مبارک حیرت انگیز طور پر تر و تازہ تھے۔ جیسے ابھی دفنائے گئے ہوں ان کی کھلی آنکھوں سے ایسی روشنی خارج ہو رہی تھی کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ ہزاروں لوگوں کو ان کی زیارت بھی کروائی گئی جن کے مطابق ان دونوں کے کفن بھی سلامت تھے اور یوں لگتا تھا جیسے وہ زندہ ہوں۔ ان دونوں اجسام کو حضرت سلیمان فارسی ﷜ کی قبر مبارک کے بالکل قریب ”سلمان پاک“ نامی جگہ پر دوبارہ دفنایا گیا جو بغداد سے تیس میل یعنی 45 کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔

390۔ کہیا اُوس نے میں اِک وَاری وِچّہ مدینے آیا
اُوتھے مرد ڈِٹّھا اِک بزرگ صاحب عالی پَایا

ترجمہ شعر انہوں کہا کہ میں ایک بار مدینہ منورہ آیا وہاں میں نے ایک بہت بلند پایہ بزرگ کو دیکھا۔

391۔ خَلقت بُہت اُونہاندِے گِردے تَابع کُل اَمر دے
جے کُجھّ اُوہ زُبانوں آکھے عَمَل اُسّے تے کَردے

ترجمہ شعر بے شمار مخلوق ان کے گرد جمع تھی اور ہر معاملہ میں فرمانبرداری کر رہی ہے جو کچھ ان کی زبان سے نکلتا ہے وہ لوگ اسی پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

392۔ نَال اَدب کَرن تسلیماں سَبھّو وَانگ غُلاَ ماں
عجب ہوئی تاَثیر دِلاں وِچّہ اُوہدیاں بُجھّ کلاماں

ترجمہ شعر سب لوگ نہایت ادب اور تعظیم کیساتھ ان کی بارگاہ میں غلاموں کی طرح ہیں ان کی ہر ہر بات کی تاثیر ان لوگوں کے دلوں پر واقع ہو رہی تھی۔

393۔ پُچھیا میں اِیہہ کون تُساں وِچّہ صاحب نیک ستارا
سَاہنُواں جس دَا مار نہ سَکّے سو سورج چمکارا

ترجمہ شعر میں نے پوچھا کہ یہ نیک بخت انسان کون ہیں جن کے چہرے پر اتنی نورانیت کہ سورج کا سو بار چمکنا بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

394۔ قدم اُوہدے وِچّہ خاک موافق شوکت شان شَہانے
کہیا اُونّہاں نے اِیہہ نبی اَللہ دَا آخر وِچّہ زَمانے

ترجمہ شعر ان کے قدموں کی تو خاک ہی تھی مگر شان و شوکت بادشاہوں جیسی ان بزرگوں نے کہا یہ آخر الزمان اللہ کے نبی ہیں۔

395۔ کہیا علَیک سلام اُونّہاں نُوں میں بھی اِک دو وَاری
کُجھّ جواب نہ دِتّا اُونہاں دِل وِچہ کیتم زَاری

ترجمہ شعر کہتے ہیں کہ میں نے بھی ایک دو بار ان کو سلام پیش کیا تو انہوں نے ان کو جواب نہ دیا تو میرا دل پریشان ہو گیا۔

396۔ تاں اُونّہاں فرمایا مَینُوں آکھ علَیک نہ اَوّل
اِیہہ سلام مُویَاں تے یعنی جیہڑے کافر چَوّل

ترجمہ شعر تب انہوں نے مجھے کہا ”علَیک“ پہلے نہ کہو اس لئے کہ اس طرح کا سلام یا فوت شدہ لوگوں کو دیا جاتا ہے یا کافر کمینے کو جواب دیا جاتا ہے۔

397۔ حضرت مُردے کہیا زُبانوں کافر، کہیا مُرادوں
لفظی اَتے مرادی مَعنے کر مَعلَم اُوستادوں

ترجمہ شعر ان بزرگوں نے مُردہ زبان سے کہا مگر مراد اس سے کافر ہی لی، لفظی اور مرادی معنیٰ کا فرق اساتذہ ہی سے معلوم ہوتا ہے۔

398۔ دیندیاں اوّل کہو سلامے پھر علیک الاؤ
جھلدیاں کہو سلام پچھیرے پوند علیک سناؤ

ترجمہ شعر سلام کہتے ہوئے پہلے السلام علیکم کہو اور سلام کا جواب دیتے ہوئے ''وعلیکم السلام'' کہو جب بھی کوئی سلام کہے جواب میں پہلے وعلیکم اور پھر السلام کہو۔

399۔ پھر میں کہیا سُن یا حضرت توں رسول الٰہی
لائق ہیں اس درجے عالی منصب شاہنشاہی

ترجمہ شعر پھر میں نے عرض کیا میری گزارش سنئے کہ آپ تو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، آپ واقعی ان منصب و بادشاہی کے لائق ہیں۔

400۔ کہیوس میں رسول اوس رب دا ایسا ہے ربّ میرا
جیکر نال قضاء تیرے تے آوے رنج گھنیرا

ترجمہ شعر تو انہوں کہا کہ میں اس رب کا رسول ہوں جو ایسا ہے کہ اگر تجھے کوئی مصیبت و دکھ آن پڑے۔

401۔ نال وسیلے میرے منگیں اوس تھیں تدوں دعائیں
کھول دئے ہر مشکل ضرراں کردا ردّ بلائیں

ترجمہ شعر: میرے وسیلے سے اس رب کی بارگاہ سے مانگنا ہر ہر مشکل، تکلیف ختم کردے اور تمام تکالیف کو دور کردے۔

402۔ جے اسمانوں مینہ نہ وسّے قحط وکھالی دیوے
نال وسیلے میرے منگیں دے زراعت میوے

ترجمہ شعر: اگر آسمانوں سے بارش نہ برسے اور قحط سالی آجائے تو میرے وسیلے سے بارش مانگنا اللہ تعالیٰ ایسی بابرکت بارش عطا کرے گا کہ فصلوں اور

میووں میں اضافے ہوجائیں گے۔

403۔ جیکر اوجھڑ بیلے اندر گھوڑا اوٹھ کھڑانویں
نال وسیلے میرے منگیں جلدی مڑکے پانویں

ترجمہ شعر اگر جنگل بیابان میں گھوڑا یا اونٹ گم ہوگیا تو میرے وسیلے سے دعا کرلینا تو تجھے فوراً مل جائے گا۔

404۔ جیکر اینویں آوے کوئی مشکل ہور جہانی
نال وسیلے کریں دعائیں کردا ربّ اسانی

ترجمہ شعر: اور اگر ایسے ہی اس جہان میں کوئی اور مشکل پیش آجائے تو وسیلہ سے دعائیں کرنے سے اللہ تعالیٰ آسانی فرمادے گا۔

حدیث شریف: عن عبداللہ بن مسعود ؓ عن رسول اللہ ﷺ قال: اِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ اَحَدِکُمْ بِاَرْضٍ فَلاۃٍ فَلْیُنَادِ: یَا عِبَادَاللّٰہ اَحْبِسُوْا، یَا عِبَادَ اللّٰہ اَحْبِسُوْا، فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ فِی الْاَرْضِ حَاضِراً سَیَحْبِسُہٗ (معجم کبیر بیروت، حدیث 10518، مجمع الزوائد ج10 ص132، الاذکار النوویہ ص192)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب کسی شخص کی سواری کسی بے آب وگیاہ صحرا میں گم ہوجائے تو وہ تین بار کہے اے عبا د اللہ: اے اللہ کے بندو! مجھ کو اپنی حفاظت میں لے لو، تو اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جو اس کو محافظت میں لے لیتے ہیں۔

محمد زاہد اکرم

عجائباتِ سیف الملوک

یہ ایک موضوع ہے جو میرے سپرد کیا گیا ہے تاکہ میں، اس حوالے سے مطالعہ سیف الملوک کی روشنی میں کچھ سطور تحریر کروں۔

سیف الملوک کی طرف جانے سے پہلے لفظِ "عجائبات" کی لغوی معرفت حاصل کرنا زیادہ مناسب ہو گا۔

یہ لفظ اردو، عربی، فارسی، پنجابی چاروں زبانوں میں مستعمل ہے۔

اصل اس کی یقیناً عربی ہے۔

عربی میں اس لفظ کا مادہ عجب ہے، مترادفات القرآن کے مؤلف اس کی وضاحت ان الفاظ میں فرماتے ہیں :۔

العجب : ایسی حیرانی کو کہتے ہیں جس کی وجہ معلوم نہ ہو۔ اور
عجب بمعنی حیران ہونا، تعجب کرنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَجِبُوٓا اَنۡ جَآءَهُمۡ مُّنۡذِرٌ مِّنۡهُمۡ

اور انہیں اِس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس اُنہیں میں سے ایک ڈرسنانے والا تشریف لایا۔

اردو لغات کی کتب میں یہ لفظ کئی طرح سے آیا ہے
عجیب، عجائب، عجائبات، عجوبہ، تعجب وغیرہ

ہم یہاں عجیب، عجائب اور عجائبات کے معانی لغات کے روشنی میں نقل کریں گے۔

عجیب : غریب و نادر، انوکھا، طُرفہ، قابلِ تعریف، نرالا، حیرت انگیز، تعجب خیز (فرہنگِ آصفیہ جلد سوم صفحہ 1851)

اسی طرح لغتِ اردو کی دیگر لغات جیسے فیروز اللغات (صفحہ 891)، نور اللغات (697)، فرہنگِ تلفظ (صفحہ 700) وغیرہ میں یہی معانی نقل کیے گئے ہیں۔ فارسی لغات میں بھی عجیب کے قریب قریب یہی معانی ذکر کیے گئے ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

فیروز اللغات فارسی اردو (709) لغاتِ کشوری (صفحہ 263)
لغاتِ فارسی (576)

فرہنگِ عامرہ میں (صفحہ 388) مذکورہ لفظ کے معانی: انوکھی چیز بتائے گئے ہیں۔

اسی طرح پنجابی لغات میں سے پنجابی اردو ڈکشنری از سردار محمد خان میں لفظ عجیب کے بارے میں درج ذیل کلمات لکھے ہیں:

جس جیسی چیز عام طور پر نہ دیکھی جاتی ہو۔ عجیب: جس سے تعجب پیدا ہو 2۔ ایسی حیرت جس کا سبب معلوم نہ ہو مثلاً وحی کی ماہیت کا علم نہ ہونے کی وجہ سے یہ تعجب کہ قرآن کریم اس قسم کا عجیب وغریب کس طرح بن گیا۔ (پنجابی اردو ڈکشنری جلد دوم صفحہ 2149)

عجیب، عجائب اور عجائبات ایک ہی لفظ کی مختلف صورتیں ہیں۔

عجائب کا مطلب یہ بنتا ہے کہ ایسی حیران کر دینے والی بات یا چیز، جس

کے بارے میں سُن کر انسان حیرت میں پڑ جائے۔ اور اسے دیکھ اس کی حیرت کی انتہا نہ رہے۔ کتبِ لغت میں عجائبِ سبعہ کی ایک ترکیب ذکر کی گئی ہے جس کا مطلب ہے سات عجوبے۔ دنیا کے سات عجوبے کون سے ہیں۔ آئیں جانتے ہیں۔

عالمی انسائیکلو پیڈیا کا مقالہ نگار عجائبِ سبعہ کے حوالے سے اپنی معلومات ان الفاظ میں ذکر کرتا ہے۔

سات عجائباتِ عالم (Sevev Wonders of the world)

آرٹ اور فنِ تعمیر کے سات شاہکار جنہیں قدیم یونانیوں اور رومنوں نے قدیم دور کی نہایت غیر معمولی تخلیقات قرار دیا۔ ان سات عجوبوں میں سے آج صرف ایک فہرست ہے. یعنی اہرام مصر قدیم دور میں عجائبات کی متعدد فہرستیں بنائی گئی آج معلوم فہرست کو کبھی کبھی دوسری صدی قبلِ مسیح کے ایک لکھاری اور سفر نامہ لکھنے والے سائیدون کے اینٹی پیٹر سے منسوب کیا جاتا ہے۔ وہ سات عجائب درج ذیل بتائے جاتے ہیں۔

1۔ اہرامِ مصر
2۔ بابل کے معلق باغات
3۔ اولمپیا میں فیدس کا تراشا ہوا زئیس کا مجسم
4۔ ایشائے کوچک میں ایفی سس کے مقام پر ارتمس کا معبد
5۔ کیریا کے بادشاہ کا بنوایا ہوا ہالی کارنا سس میں مقبرہ
6۔ روڈز میں ہیلیوس دیوتا کا کانسی کا دیو قامت مجسمہ
7۔ سکندریہ میں 440 فٹ اونچا مینارہ نور۔

(عالمی انسائیکلو پیڈیا جلد اول صفحہ 1147)

اردو انسائیکلو پیڈیا فیروز سنز کے مرتبین نے ان سات عجوبوں کی جامع

تفصیلات رقم کی ہیں۔ ملاحظہ ہو صفحہ (799,798)

ویسے تو عجائبات کے حوالے سے ہر شخص کا تجربہ ذاتی ہوتا ہے، وہ شخص جس نے ساری زندگی کنواں چلتا ہوا دیکھا، اسے کسی سمندر کے کنارے کھڑا کر دیا جائے تو اس کے لئے وہی عجوبہ قرار پائے گا۔

آج سے دو سو سال قبل کا کوئی بندہ ابھی دنیا میں آئے اور ہواؤں میں اڑتے جہازوں کو دیکھے تو حیرت میں پڑ جائے۔

آج سے پچاس سال پہلے دنیا سے چلا جانے والا انسان اگر ”اینڈرائد موبائل فونز“ اور ان کی کرشمہ سازیوں کو دیکھے تو حیران رہ جائے۔

بعض صاحبانِ بصیرت کو آنے والے وقت کے بارے میں قدرے آگاہی ہوتی ہے۔ حضرتِ اقبال کا یہ شعر اسی کا ایک ادنی سا نمونہ ہے۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے، لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

ایک زمانہ شناس شخص کا یہ اقتباس آپ کو کچھ حقائق سے آشنا کرے گا:

کرہ ارض پہ ابھی بہت سی جگہیں، صحرا، سمندر، پہاڑ اور جزیرے ایسے ہیں جو ابھی دریافت ہونا باقی ہیں اور چند ایسے بھی جنہیں انسان، کبھی دریافت نہیں کر سکتا کیونکہ قدرت کے کارخانے میں سب کچھ انسان کے دائرہ اختیار میں نہیں ہے جو چیز اس کے دائرہ ادراک سے ماورا ہے وہ قدرت کا راز ہے قادر مطلق جیسے چاہے، جب چاہے اپنے کسی بندے پہ وہ راز کھول بھی دے۔ وہ بے نیاز ٹھہرا“ (لے بابا ابابیل 199 بابا محمد یحیی خان)

سیف الملوک پنجابی زبان میں میاں محمد بخش کا بلند عظیم شاہکار ہے، جسے

جس انداز سے دیکھو اپنے ہمعصر پنجابی ادبی لٹریچر سے بہت بلند و بالا نظر آتا ہے۔

اگر اہلِ محبت ناراض نہ ہوں تو یہ کہنے کی جسارت کروں کہ ہیر وارث شاہ کے بعد پنجابی کی کوئی کتاب بھی کسی جہت سے سیف الملوک کے ہم پلہ نہیں ہے۔

اگر اثر انگیزی، عوامی مقبولیت، عارفانہ مسائل اور اخلاقی تربیت کی بات کی جائے تو سیف الملوک ہیر وارث شاہ سے بہت آگے محوِ پرواز نظر آتی ہے۔

ذیل میں ہم سیف الملوک کے ان مقامات کی نشاندہی کریں گے۔ جہاں عجیب اور حیرت انگیز چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ویسے تو یہ سارا قصہ ہی عجائبات سے بھرا ہوا ہے۔لیکن کچھ خاص مقامات ہیں:

پہلا عجوبہ:

شہزادہ سیف الملوک اپنے والد عاصم شاہ سے اجازت لے کر شہزادی بدیع الجمال کی تلاش میں سمندری سفر پر روانہ ہوا۔

آٹھ مہینوں تک سمندری جہازوں کا بیڑہ بڑے اطمینان وسکون سے بحر کے سینے پہ راستے بناتے ہوئے دوڑتا رہا۔آٹھ ماہ بعد اُنہیں ایک ٹاپو (جزیرہ) نظر آیا۔شہزادے نے جہازوں کو جزیرے کی طرف موڑنے کا حکم دیا۔ جہاز لنگر انداز ہو گئے۔شہزادہ سیف الملوک ہمراہیوں سمیت جزیرے پر اُتر آیا۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ جزیرہ بے حد خوبصورت ہے۔طرح طرح کے پھلوں پھولوں سے بھرا ہوا ہے۔ پرندے آزادی اور بے خوفی سے ہواؤں میں محوِ پرواز ہیں۔شہزادے نے کچھ دن وہاں رُکنے کا ارادہ کیا، سیر وشکار کا شغل شروع کر دیا۔ پھر اس کے پاس شاہ فغفورِ چین ملاقات کے لئے آیا۔ چند دنوں بعد قافلہ وہاں سے روانہ ہوگیا۔

سمندری سفر میں سمندری طوفان کا سامنا سفر کے لازموں میں سے سمجھا جاتا ہے۔ایک طوفان آیا کہ ہر چیز کو اتھل پتھل کر دیا۔ بہت سارے جہاز تباہ ہو گئے۔ بہت سارے ساتھی ہلاک اور گم ہو گئے۔

شاہزادے سیف الملوک کے جہاز میں سے ستر کے قریب افراد بچ گئے۔کسی بھی طرح کر کے، وہ ایک جزیرے پر پہنچے۔ جزیرہ سر سبز و شاداب اور قدرتی میووں سے بھرا ہوا تھا۔ دو چار دن وہاں ٹھر گئے پھر ایک دن:

بندے ذرا آسودے ہوئے، بیٹھے کھیروں کھیروں
اچن چیت ہوائے وچوں آیا ہک پکھیروں
چار بندے وچ سجے پنجے، چار کھبے وچ پکڑے
اُڈ گیا لے اٹھاں تائیں، شاہ پر کر کر ٹکڑے

جب لوگ ذرا سے آرام سے بیٹھے تو، اچانک ہوا سے ایک بہت بڑا پرندہ آیا، اس نے اپنے دائیں اور بائیں پنجے میں چار چار آدمی پکڑ لئے اور اُڑ گیا۔

کوئی ایسا پرندہ جو بیک وقت آٹھ انسانوں کو اپنے پنجوں میں پکڑ کر، اڑا لے جائے یقیناً بہت حیرت کی بات ہے اور اسی کو عجوبہ کہا جاتا ہے۔

دوسرا عجوبہ:

شہزادے نے جب یوں آٹھ آدمیوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے گویا ہلاک ہوتے دیکھا تو سخت پریشان ہوا۔ ساتھیوں سے کہا جلدی جلدی جہاز میں جتنے میوے ہوسکیں لادلو، اور یہاں سے روانگی پکڑو۔ کیونکہ اگر یونہی لوگ ضائع ہوتے رہے تو ہم جلد ختم ہو جائیں گے۔ دو ماہ تک سمندری سفر جاری رہا۔ پھر شدید

سمندری طوفان کا سامنا کرنا پڑا۔ جہاز سمندری لہروں کے رحم کرم پر ہچکولے کھاتا، ڈولتا ہوا کسی جزیرے پر جا لگا۔ شہزادہ سیف الملوک اور اس کے ساتھ جزیرے پر اترے۔ شہزادے نے کہا کہ ایک رات یہاں گزارتے ہیں۔ کل فجر کے وقت یہاں سے روانہ ہوں گے۔ سب نے شہزادے کی ہاں میں ہاں ملائی۔ رات گزارنے کے لئے ایک بڑے درخت کے ٹہنوں پر بستر لگائے۔ جیسے ہی شام ہوئی۔ تو سمندر سے عجیب و غریب قسم کی مخلوقات باہر نکل آئیں۔ اُن کی شکل و صورت عجیب و غریب تھی۔ کچھ گیڈروں کی طرح، کچھ شیروں جیسے، کچھ مگر مچھوں جیسے، بعضے مینڈکوں سے ملتے جلتے، ان میں سے بعض گینڈے کی طرح کے تھے اور کچھ کی گردنیں اونٹوں جیسی تھیں۔ بعض ہاتھی، بعض بگھیاڑوں کی طرح کے۔ وہ تمام مختلف درختوں پر چڑھ گئے اور پھل میووں سے اپنے پیٹ بھرنے لگے۔ جب خوب پیٹ بھر کر کھا چکے تو اب سب اپنی اپنی آواز میں تسبیحات اور تہلیلات میں مشغول ہو گئے۔ سمندر کی مچھلیاں بھی اُن کی ہم زبان ہوگئیں۔ جس وقت سارے ہم آواز ہو کر اپنی اپنی بولی بولنے لگے تو اچانک:

اگو اگ چو طرفی دسے، ٹاپو سارا سڑدا
ویکھ ہویا حیران شہزادہ خوف اندر وچ وڑدا
کرے دلیلاں یارب سائیاں جے بچیوس اج خیری
فجرے کوچ کریساں ایتھوں مار نہ سُٹن ویری

دیکھتے ہی دیکھتے سارے جزیرے کو گویا آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ شہزادہ ڈر گیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرنے لگا کہ اگر رات خیریت سے گزر گئی تو علی الصبح ہی یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ صبح ہوگئی، وہ تمام بلائیں سمندر میں چلی گئیں۔

شہزادہ اور اس کے ساتھی درخت سے اُتر آئے، نیچے اترے تو کیا دیکھتے ہیں کہ:

فجر ہوئی تاں اوہ سبھ چیزاں پانی اندر چھپیاں
سبھو جائیں ثابت دسن ناں سڑیاں ناں تپیاں
سیف ملوک درختوں لتھا، ڈھونڈے نال حیرانی
ناں سجی، ناں کولا کدھرے اگ دی نہیں نشانی

شہزادے سیف الملوک نے دیکھا کہ کوئی بھی چیز آگ سے جلی نہیں ہے۔ نہ تو کہیں پہ راکھ ہے اور نہ کوئلہ نام کی کوئی چیز۔

تیسرا عجوبہ:

چار ماہ تک سمندری سفر جاری رہا۔ طوفان نے جہاز کو پھر سے آن لیا۔ جہاز کے تختے الگ ہو گئے ایک تختے پر شہزادے سمیت چالیس افراد سوار ہو گئے تین دن تک سمندر میں تیرتے رہے۔ بلآخر ایک جزیرہ نظر آیا، بڑی مشکل سے تختے کو کنارے لگایا اور جزیرے پر اتر گئے۔ دوسرے جزیروں کی طرح یہاں بھی میووں کی کثرت تھی۔ جن میں پستے، منقے، کشمش، انجیر، بادام، چلغوزے، انگور، خوبانی، انار، شہتوت، آڑو اور کئی طرح کے پھل موجود تھے۔ اسی جزیرے میں ایک عجیب وغریب درخت دیکھنے میں آیا۔ وہ ایسا درخت تھا کہ:

ہور وڈے ہک رکھ جنہاندے پتر وانگر روٹی
میوے آدم دے سر وانگر، اکھیں متھا چوٹی
رات پوے اس رکھ دا میوہ اک اک دھرتی جھڑدا
دینہہ نکلے تاں ہسدا ہسدا پھیر رکھاں تے چڑھدا

آپو اپنی جائی لگّن مُول نہ تھاں وٹاندے
نالے راتیں انہاں رکھاں تھیں شعلے ہوون واندے
لگی اگ درختاں دسے سڑ دے وانگر رواں
جیوں کے تیوں ہوون مڑ دیہیں نہ کوئی اگ نہ دھواں

وہاں جزیرے پہ ایک بڑا درخت تھا، جس کے پتے روٹی کی طرح کے تھے۔ اُس درخت کے پھل انسانی سر جیسے تھے، اُن پہ آنکھیں پیشانی اور بال بھی موجود تھے۔ جب رات ہوتی تو وہ پھل ایک ایک کر کے، زمین پر آن گرتے۔ جب سورج طلوع ہوتا تو ہنستے ہنستے دوبارہ درخت پر چڑھ جاتے اور مزے کی بات یہ ہے کہ جو پھل جہاں سے اترا تھا وہیں جا کے دوبارہ لگ جاتا۔ پھر جب رات ہوتی تو درختوں کو آگ لگی محسوس ہوتی، لیکن دن کے وقت کہیں آگ اور جلنے کے کوئی آثار نہ ہوتے۔

چوتھا عجوبہ (کالی مرچ۔۔۔۔ناں مٹھی نہ کوڑی):

اسی جزیرے پر جہاں، عجیب وغریب درخت دیکھا گیا، جو انسانی شکل و شباہت رکھتا تھا۔ اُس جزیرے کا نام مصنفِ سیف الملوک جزیرہ مالوہ بتاتے ہیں جو کہ ہندوستان کی حد میں واقع ہے اور چھوٹی مرچوں والا جزیرہ مشہور ہے۔ چھوٹی مرچوں والے درخت کی کہانی حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے ملاحظہ ہو:

نِکیاں مرچاں دے رُکھ اوتھے دِسدے گھنے گھنیرے
بہت عجائب رُکھ اُنہاندے وڈّے اتے اچیرے
پنج پتر اُس رکھ دے ہوندے، جس دِن بدّل وسے

پھل اتے سبھ تنبو بندے پانی وچہ نہ دھسے
جس پھل نوں ونج پہنچے پانی، تیزی ہوندی تھوڑی
اوہو کالی مرچ نہ چنگی ناں مٹھی ناں کوڑی

(سیف الملوک صفحہ 103,102)

اس جزیرے پر مرچوں کے بے شمار درخت تھے۔ ہر درخت کے پانچ پتے ہوتے ہیں۔ جب بارش برستی ہے تو وہ پتے درخت کے پھل کو ڈھانپ لیتے ہیں، تاکہ پھل پانی سے متاثر نہ ہو، اس کے باوجود اگر، پانی کسی پھل تک پہنچ جاتا ہے تو اس مرچ کی تیزی کم ہو جاتی ہے۔ گویا بے ذائقہ سی ہو کے رہ جاتی ہے۔

پانچواں عجوبہ (بندرستان کا بادشاہ):

شہزادہ سیف الملوک اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جزیرہ مالوہ سے روانہ ہوا تو اسے بندروں نے قید کر لیا۔ بندر اسے گرفتار کر کے اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے، جو کہ ایک آدم زادہ تھا۔ شہزادے نے بندروں کے بادشاہ سے ملاقات کی۔ بادشاہ شہزادے سے مل کر بے انتہا خوش ہوا اور اپنا حال احوال سُنایا۔ بتایا کہ میرا نام شہزادہ فیروز ہے۔ میں سیر و شکار کرتا ہوا یہاں آن نکلا۔ بندر مجھے گرفتار کر کے یہاں اپنے بادشاہ کے پاس لے آئے، وہ بھی ایک آدم زاد ہی تھا۔ اس نے اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دیا۔ چالیسویں روز وہ موت کی آغوش میں جا لیٹا اور میں بندروں کا بادشاہ بن گیا اور اب:

مینوں ست برس ہن گزرے اِنہاں اندر وسدا
ایہہ سب حکم میرے وچہ ٹُر دے جے کجھ مونہوں دسدا
چار اِک سے اس ویلے باندر حکم میرے وچہ بھائی
انہاں دی سرداری مینوں ہور شریک نہ کائی
چالی روزاں دا ہے رستہ ایہہ ولایت ساری
نام اس دا ہولنگ جزیرہ جس میں سرداری

(سیف الملوک صفحہ 106)

مجھے سات برس یہاں رہتے ہوئے گزر گئے ہیں۔ چار سو کے قریب بندر میرے زیرِحکم ہیں جو بھی کہتا ہوں بجا لاتے ہیں۔ اس جزیرے کا رقبہ چالیس دن کا فاصلہ ہے۔ اور اس کا نام ہولنگ جزیرہ ہے۔

چھٹا عجوبہ (اژدھا، جسیم کیڑے اور کوہ پیکر):

ہولنگ جزیرے سے نکل کر سمندری سفر پھر سے شروع ہوگیا۔ چند دن کے سفر کے بعد ایک بہت بڑا پرندہ ٹلّے پر جھپٹا اور شہزادے کو اپنے پنجوں میں پکڑ کر ہوا میں بلند ہوگیا۔ ہوا سے دوبارہ سمندر میں پھینک دیا۔ شہزادہ اپنے دوستوں سے بچھڑ چکا تھا۔ تیرتے تیرتے بمشکل ایک کنارے جا لگا۔ دو دن تک وہاں بھوکا پیاسا چھپا رہا۔ آخر تیسرے روز پہاڑ سے ایک بہت بڑا اژدھا اتر کر آیا اور آ کر ندی سے پانی پینے لگا۔ جب اژدھا پانی پی واپس مڑا تو شہزادے نے بڑی ہمت کر کے:

پُوچھل اس دی نوں ہتھ پایا، محکم کر کے پھڑیا
ایس سبب پہاڑے اتے صحیح سلامت چڑھیا

شاہزادہ اژدھے کی دم پکڑ کر صحیح سلامت پہاڑ کی چوٹی پر جا پہنچا۔ وہاں ہر طرف شادابی اور ہریالی تھی۔ کھانے پینے کے لئے پھل موجود تھے۔ شاہزادے نے پھل کھا کر پیٹ کی آگ بجھائی۔ دوسرے روز ضرورت کے میوے کپڑے میں باندھ لئے اور روانگی کا قصد کیا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہے کہ:

شاخاں توڑ بناوے خرچی کجھ بدھے وچ لیڑے
کی تکدا اِک پاسوں آئے وڈے وڈے کیڑے
کجھ کجھ وڈّے کُتے جیڈے، کجھ مثل بگھیاڑے
شاہزادے نوں کھاون دھائے چڑھایانس پہاڑے
اوسے وقت اک پنکھی آیا، وڈا قد شماروں
کیڑے چن کھادے اس سارے خالی پیٹ انباروں

(سیف الملوک صفحہ 118)

ایک طرف سے بڑے بڑے کیڑے دوڑتے آ رہے ہیں، جن میں سے کچھ کا قد کتے جتنا اور کچھ کا بھیاڑوں کے برابر تھا۔ وہ کیڑے شہزادے کو کھانے کے لئے لپکے، شہزادہ دوڑ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور پھر اچانک ایک بہت بڑا پرندہ، جس کی جسامت ناقابل بیان حد تک بڑی تھی، آیا اور تمام کیڑوں کو چُن چُن کر کھا گیا۔

ساتواں عجوبہ (عورتستان کی ملکہ اور چشمۂ تولید):

جب وہ پرندہ، جسے کوہ پیکر کہا گیا ہے، اڑنے لگا تو شہزادے نے اس کے پنجے مضبوطی سے پکڑ لئے۔کوہ پیکر شہزادے کو لے کر ہواؤں میں بلند ہو گیا۔کئی پہاڑوں اور جزیروں سے گزرتا ہوا ایک جنگل میں آن اترا۔وہاں ایک بہت بڑا درخت تھا، جس پر کوہ پیکر کے بچے تھے۔شہزادے نے دیکھا اچانک، پہاڑ سے ایک بہت بڑا سانپ، بچوں کو کھانے کے لئے پھنکارتا ہوا اتر رہا ہے۔وہاں کوہ پیکر اور باشک ناگ کے درمیان وہ ہولناک جنگ چھڑی کہ الامان والحفیظ۔شہزادہ جیسے تیسے کر کے، اُس پہاڑ سے اترا۔کئی ندی، نالے اور صحرا پار کئے اور ایک شہر میں جا پہنچا، جسے مصنف نے شہرِ زناں کہا ہے اور ہم نے اس کے لئے عورتستان کی منفرد ترکیب استعمال کی ہے۔جو اس سے پہلے ہماری نظر سے کہیں نہیں گزری۔ شہزادے نے دیکھا کہ ہر طرف عورتیں ہی عورتیں ہیں۔مرد کا کہیں نام و نشان نہیں، شہزادہ چلتا چلتا عورتستان کی ملکہ کے پاس جا پہنچا۔ملکہ نے بڑی گرم جوشی سے شہزادے کا استقبال کِیا۔خوب خاطر تواضع کی۔شہر کی سیر کروانے کے لئے لے گئی۔چلتے چلتے دونوں ایک گنبد میں جا پہنچے۔شہزادے نے وہاں پانی کا ایک چشمہ دیکھا۔جو نہ بہت ٹھنڈا اور نہ زیادہ گرم تھا۔البتہ اس سے ہلکی ہلکی بھاپ اُٹھ رہی تھی۔شہزادے نے ملکہ سے سوال کیا کہ اے معزز ملکہ! اِس چشمے اور اس کے پانی کی بابت مجھے کچھ آگاہ کرو۔ملکہ کہنے لگی:

بی بی کہیا سُن شہزادے ایتھے مرد نہ مِلدا
جاں ایہہ کُڑیاں بالغ ہوون مطلب لوڑن دل دا

شہوت آن کرے جد غلبہ اس چشمے وچہ نہاون
لذت مرد زنانی والی پانی وچوں پاون
نالے حمل انہاں نوں ہوون پیدا ہوون دھیاں
حکم ربے دے نال ایہ صفتاں اس پانی وچہ پیاں

(سیف الملوک صفحہ 125 مطبوعہ شیخ غلام حسین اینڈ سنز)

کہ اے شہزادے سنو! یہاں مرد نہیں ملتے، لہٰذا جب لڑکیاں حد بلوغت کو پہنچتی ہیں اور شہوانی ضرورت حد سے زیادہ غلبہ کرتی ہے۔ تو لڑکیاں اس پانی میں نہاتی ہیں۔انہیں ایک طرف تو مرد و عورت کی ہمبستری کا لطف حاصل ہوتا اور پھر وہ حاملہ ہو کر بیٹیوں کو جنم دیتی ہیں۔بحکمِ الٰہی اس پانی میں یہ عجیب و غریب صفات موجود ہیں۔

آٹھواں عجوبہ (صحرائے مرگ میں حورائیل فرشتے کی آمد):

ویسے تو اگر قصہ سیف الملوک کو بغور پڑھا جائے تو یہ از اول تا آخر سارے کا سارا ایک عجائب خانہ ہے۔کس طرح سرکار میاں صاحب نے ایک ہی دستر خوان پر جملہ انواع و اقسام کے طعام چُن دیئے ہیں۔منبر و محراب ہو یا گھڑ سواری کا میدان، تصوف کا حجرہ ہو یا میخانے میں رندوں کا جھرمٹ سب سیف الملوک کا ورد کرتے نظر آتے ہیں۔شہزادہ سیف الملوک عورتستان کی ملکہ سے اجازت لے کر اپنے سفر پر آگے کی طرف روانہ ہوا۔

کئی دن کے سفر کے بعد وہ عورتستان کے حد سے باہر نکلا۔آگے ایک ریگستان اور صحرا کا سامنا تھا۔بھوک اور پیاس کی شدت نے اس قدر پریشان کِیا

کہ شہزادہ موت کے دھانے پر جا پہنچا۔ اسے بالکل ایسے لگ رہا تھا کہ روح کا پرندہ اِس مٹی کے پنجرے سے پرواز کرنے کو ہے۔ آنکھیں بند ہو رہی تھیں پھر اچانک.......

اکھیں ستیاں تے دل جاگے جاگے طالع سُتّے
اچن چیت ہک مرد از غیبوں آن کھلا سِر اُتّے
انگ انسانی رنگ نورانی آن نسنگ کھلوتا
بھاری سی دستار سرے تے سبز جیویں رنگ طوطا
صورت سیرت وانگ خضر دے چہرہ سورج چمکے
والاں تھی۔ خوشبوئی حُلّے آن چوطرفی رمکے
حسن جمال کمال اوہدے دی اوڑک حد نہ آہی
دم دم اندر پاک زبانوں کردا ذکر الٰہی
فیروزہ رنگ عاصا ہتھ وچ سبھ سفید پوشاکی
مظہر نور الٰہی دسدا جُسّے جامے پاکی
خشخش جتنی میل نہ کدھرے ناں پیریں نہ جوڑے
ساوے وال سرے تے لشکن جیوں سی کلغی توڑے
ہتھ دوجے اُس چھناں پھڑیا ٹھنڈے پانی بھریا
حوض کوثر دے چشمے وانگر دندیاں اتوں تریا

ایک نہایت حسین وجمیل، خوش لباس، پاکیزہ کردار، صورت و سیرت خضر نمونہ بزرگ شخص نمودار ہوا۔ اس ہاتھ میں پانی کا برتن پکڑا ہوا تھا۔ نہایت میٹھی زبان سے شہزادے سے ہم کلام ہوا۔ شہزادہ حیات بخش آواز سن کر گویا نئے سرے سے زندہ ہو

گیا۔ اٹھ نہایت تعظیم سے سلام دعا کیا۔ پانی نوش کیا۔ اس آنے والے غیبی مردِ خدا سے اس کا نام پتہ دریافت کیا تو اُس نے کہا:

اوس بزرگ اگوں کہیا میں ہاں ملک سرشتہ
میرا نام خداوند دھریا حورائیل فرشتہ

پھر اس نے شہزادے کو مبارک باد دی اور بتایا کہ تمہاری زندگی ابھی طویل ہے۔ ہمت مت ہارو اور اپنی کوشش جاری رکھو۔ بہت جلد تم اپنا مقصد حاصل کرلو گے۔

نواں عجوبہ (جادوئی شیر):

شہزادے سیف الملوک کو حورائیل فرشتے نے اسمِ اعظم بتایا اور غائب ہو گیا۔ شہزادے نے دوبارہ اپنا سفر شروع کر دیا۔ جنگل، خشکی، ویرانوں سے گزرتا ہوا آگے پہنچا تو ایک بلند مقام نظر آیا۔ شہزادہ ہمت کر کے اوپر چڑھ گیا۔ وہاں اُس نے ایک قلعہ دیکھا۔ قلعہ کیا تھا ایک عجائبات کی الگ دنیا تھی۔ شہزادے نے نئے سرے وضو تازہ کیا۔ ظاہری باطنی طہارت حاصل کی۔ اسمِ اعظم پڑھ کر قلعے کے تالے کو کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ قلعہ اندر سے ایک پورے شہر کی طرح آباد تھا۔ کھانوں سے بھرپور بازار، محلات، پرندے، انسانوں، جنوں کی تصاویر، سب کچھ تھا، بس کوئی انسان نظر نہ آرہا تھا۔

شہزادہ چلتا ہوا قلعے میں موجود ایک بنگلے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ دروازے پر زنجیر چڑھی ہوئی تھی۔ شہزادے نے بنگلے میں داخل ہونے ارادہ کیا تو کیا دیکھتا ہے کہ:

دو کلاں دے شیر وڈیرے رستہ مل کھلوتے
سُچلے شیر خونامی دِسن نال لہو مکھ دھوتے
ویکھن سات شہزادے اتے حملے کر کر آون
پر اُس دے گل پہندے ناہیں پاسوں پاس ڈروان
سیف ملوک ڈٹھے اک رتی پیر نہ اگے پاندے
اوسے ہکسے جائیوں مُڑ دے ہین اے بنے کلاں دے

(سیف الملوک صفحہ 139)

دو شیر، جن کا منہ خون سے بھرا ہوا ہے۔حملہ آور ہونا چاہ رہے ہیں۔لیکن تھوڑا غور کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ دور سے اچھل کود کر رہے ہیں۔لیکن شہزادے کے اوپر جھپٹ نہیں رہے۔ مزید غور کِیا تو یہ بات ظاہر ہوئی کہ یہ جادوگری کا کرشمہ ہیں۔ جو آنے والے کو ڈرانے اور دھمکانے کے لئے ایک جال کی صورت میں راہ پر بٹھائے گئے ہیں۔شہزادے نے اسمِ اعظم پڑھ کر پھونکا تو دونوں شیر ڈھیر ہو گئے۔شہزادہ آگے بنگلے میں داخل ہوگیا۔

دسواں عجوبہ (نِسناس):

سیف الملوک پڑھنے والے افراد صاعد کے حوالے سے بخوبی جانتے ہیں۔ یہ عاصم شاہ کے وزیر اعظم صالح ابن حمید کا بیٹا تھا۔شہزادے سیف الملوک اور صاعد کی پیدائش ایک ہی روز ہوئی تھی۔تعلیم وتربیت کے مراحل بھی اکھٹے ہی طے ہوئے تھے۔ دونوں گویا دو قالب یک جان تھے۔ جب شہزادے نے سفر کا فیصلہ

کِیا تو صاعد بھی شہزادے کے ساتھ روانہ ہوا۔راستے میں سمندری طوفان کی وجہ سے یہ دونوں بچھڑ گئے۔شہزادہ سینے پر بھاری پتھر رکھ کر یہ حقیقت قبول کر چکا تھا کہ صاعد ہمیشہ کے لئے مجھ سے جدا ہو چکا ہے۔لیکن وہ قدرتوں والا ہر لمحہ اپنی نئی شانوں کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے۔شہزادے سیف الملوک نے جب ملکہ خاتون کو آزاد کروا لیا اور سراندیپ شہر آیا تو انتہائی ڈرامائی انداز میں دوبارہ صاعد سے ملاقات ہوئی۔جو کہ اپنی جگہ ایک الگ،لیکن انتہائی دلچسپ اور پڑھے سنے جانے کے لائق داستان ہے۔شہزادے سیف الملوک نے صاعد سے بچھڑنے کے بعد کے جب احوال دریافت کئے تو صاعد نے بتایا کہ مجھے ایک عجیب وغریب قوم نے قید کر لیا تھا۔تجھ سے بچھڑ کر:

سرگرداں رہیوس نت پھردا ہر ٹاپو ہر بندر
نسناساں دی قومے پہلاں پائیوس قیدے اندر
پنجرے اندر پاء انہاں نے کیتا مینوں قیدی
نال درخت رکھن لٹکائی ناں گل سمجھ کسے دی

(سیف الملوک صفحہ 204)

میں بے حال ہر جزیرے اور بندرگاہ پر مارا مارا پھرتا رہا، یہاں تک کہ مجھے نسناسوں کی قوم نے قید کر لیا۔ مجھے ایک پنجرے میں ڈال ایک درخت سے لٹکا دیا۔نہ میں ان کی کوئی بات سمجھ پاتا نہ وہ میری بات کو سمجھتے تھے۔

یہاں اصل چیز جو عجائبات سے تعلق رکھتی ہے وہ ہے”نسناس“ ہم تفصیل کے ساتھ اس لفظ کا جائزہ لیں گے۔ یقیناً آپ تفصیلات جاننے کے بعد اسے قصہ سیف الملوک کا سب سے بڑا عجوبہ گردانیں گے۔

آئیں! جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ "نسناس" کیا ہے؟

شریف صابر مرحوم اپنی مرتبہ سیف الملوک کے حصہ الفاظ معانی میں نسناس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں:

اک پیر، اک اکھ، اک کن تے اک ناس رکھن والی قوم

یعنی: ایک پاؤں ایک آنکھ ایک کان اور ناک کا ایک سوراخ رکھنے والی قوم

(سیف الملوک مرتبہ شریف صابر صفحہ 204)

پروفیسر عاشق حسین صاحب کی مدونہ سیف الملوک کے حاشیے میں نسٹاس کی وضاحت مفتاح العلوم کے حوالے سے اس فارسی عبارت کے ساتھ کی گئی ہے۔

نسٹاس قومیکہ یک پا یک چشم یک گوش و یک سوراخ بینی دارد، لہجہ اش زبان عربی نزدیک کنارہ بلاد عرب جانب مغرب۔

(سیف الملوک 204)

مفہوم اس کا یہ ہے کہ نسٹاس ایک قوم ہے جو جس کا ایک پاؤں ایک آنکھ ایک کان اور ناک کا ایک سوراخ ہوتا ہے۔ ان کی زبان عربی ہے۔ یہ بلاد عرب کے مغربی کنارہ پر رہتے ہیں۔

اعتذار: مجھے فارسی زبان سے اچھی طرح شناسائی نہیں ہے اس لئے ترجمے کی اصلاح بلا جھجک کر سکتے ہیں۔

پروفیسر سعید احمد نے ابتدائی لغت سیف الملوک میں نسناس کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے۔

بن مانس دی قسم دا جنگلی آدمی جو اک اکھ، اک لت، اک کن، اک ہتھ، والا انسان نما جنور۔ ایک لت ہوون پاروں پھدک پھدک کے چلدا اے۔

(ابتدائی لغت سیف الملوک صفحہ 217)

مطلب یہ ہے کہ یہ بن مانس کی قسم کا جنگلی انسان ہے جو ایک آنکھ، ایک ٹانگ، ایک کان، ایک ہاتھ رکھتا ہے۔ جانوروں کی طرح کا انسان ہے۔ ٹانگ ایک ہونے کی وجہ سے اچھل اچھل کر چلتا ہے۔

پرفیسر علی عباس جلالپوری، نسناس کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ایک بدروح جو ویرانوں میں رہتی ہے۔ اصل میں نصف الناس (آدھا انسان) تھا۔ (خرد نامہ جلالپوری صفحہ 254)

مولانا محمد غیاث الدین نسناس کے حوالے سے بتاتے ہیں:

نوعی از حیوان کہ بر یک پائے جہد۔۔۔۔۔۔ و در تواریخ بہجت العالم نوشتہ کہ نسناس در نواحی عدن و عمان بسیار است وآن جانوری است مانند نصف انسان کہ۔۔۔۔۔ و مردم آنجا اُو را صید کردہ میخورند

(غیاث اللغات صفحہ 736,737 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مولانا غیاث الدین نسناس کو حیوان کے ایک قسم بتاتے جو ایک پاؤں رکھتا ہے۔ تاریخ بہجت العالم کے حوالے سے بتاتے ہیں کہ یہ عدن اور عمان کے نواح میں کثرت سے پایا جاتا ہے یہ آدھے انسان کی مانند ہوتا ہے۔ وہاں کے لوگ اس کا شکار کرتے ہیں اور کھاتے ہیں۔

مولانا غیاث الدین ایک طرف تو اسے ایک حیوان قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف بتاتے ہیں کہ "و بزبانِ عربی تکلم کنند" کہ عربی زبان میں کلام کرتا ہے۔ یہ چیز ہماری فہم سے بالاتر ہے۔

عجائب المخلوقات و غرائب الموجودات کے مصنف عماد الدین زکریا بن محمد بن محمود الکمونی قزوینی (المتوفی 682ھ) لکھتے ہیں:

از من جملہ بعض جزیرہ میں ایک گروہ نسناس نام ہوتا ہے
بصورت انسان، لیکن ہر ایک کے آدھا سر اور ایک ہاتھ اور
ایک پیر ہوتا ہے۔ اور یہ گروہ ایک ہی پیر سے بہت تیزی
کے ساتھ دوڑتا ہے۔

(عجائب المخلوقات صفحہ 396)

حیات الحیوان میں علامہ کمال الدین دمیری نے نسناس کے حوالے سے کافی مفصل کلام کیا ہے۔ ہم کچھ مفید چیزیں ذکر کرتے ہیں:۔

کہا جاتا ہے کہ یہ ارم بن سام جو عاد اور ثمود کے بھائی تھے، کی
نسل سے ہے۔ ان میں عقل نہیں ہوتی۔ یہ بحر ہند کے ساحل
میں جنگلوں میں رہتے ہیں۔ عرب ان کو شکار کر کے کھا جاتے
ہیں۔ اور یہ عربی بولتے ہیں اور اپنی نسل بڑھاتے ہیں۔ ان کے
انم بھی عربوں جیسے ہوتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ علامہ دمیری نے
اس کے کھانے کا شرعی حکم بھی ذکر کیا ہے۔ ہم اسے یہاں نقل
نہیں کر رہے۔

علامہ دمیری کے نزدیک اسے خواب میں دیکھنے سے ہلاکت میں پڑنا مراد لیا جاتا ہے۔

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں (حیات الحیوان جلد صفحہ 665 تا 667)

قابل توجہ:

سیف الملوک کے بعض نسخوں لفظ نسٹاس لکھا ہے بعض میں نسناس ہم نے "نقل بمطابق اصل" کی پیروی کی ہے اسے کمپوزنگ کی غلطی نہ سمجھیں۔

اس سلسلہ ہائے مضامین میں سب سے زیادہ محنت لفظِ نسناس کی تحقیق پر کرنا پڑی جو ہمارے لئے ایک روحانی اطمیان کو باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ عجائباتِ سیف الملوک کے حوالے جو مختصر سلسلہ شروع کیا گیا تھا، تکمیل کو پہنچا۔

اگر کوئی بات درست نہ لکھی گئی ہو تو ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ و رجوع کرتے ہیں۔ اور خلافِ تحقیق بات سے اظہار برات کرتے ہیں۔

محمد زاہد اکرم

قید اور قید خانہ، سیف الملوک کی روشنی میں

یہ ایک انتہائی دلچسپ عنوان ہے، جس کا خیال میرے دل میں آیا اور پھر آہستہ آہستہ میرے دماغ پر مکمل طور پہ چھا گیا۔ اب اسے لکھنے بیٹھا ہوں تو خود کو قدرے ہلکا محسوس کر رہا ہوں۔ قید اور قید خانے کے حوالے سے، ایک مختصر مگر دلچسپ اقتباس ملاحظہ فرمائیے؛

”جیل کا تصور ویسے تو بڑا بھیانک ہوتا ہے، لیکن میرا اپنا خیال ہے کہ تزکیہ نفس، روحانی بالیدگی، ذکر وفکر اور لکھنے پڑھنے کے لئے سکون اور تنہائی کے جو قابل رشک لمحات یہاں میسر ہیں، وہ باہر مشکل ہی سے نصیب ہوتے ہیں“ (زیر وزبر از رئیس التحریر)

لگے ہاتھوں رئیس المتغزلین سید فضل الحسن مولانا حسرت موہانی کا یہ شعر بھی سن لیں ہے مشق سخن جاری چکی کی مشقت بھی اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی قید خانے کی ویرانیوں کو انبیاء کرام نے اپنی تنہائیوں کا ساتھی بنایا۔ تاریخ کے صفحات ایسے نامور افراد کے ذکر سے بھرے پڑے ہیں، جن کی زندگیوں کے قیمتی سال قید خانے کی دیواروں سے باتیں کرتے گزر گئے۔ دانیال نبی، سیدنا یوسف ابن یعقوب، شعب ابی طالب کے مکین، اسیرِ کربلا امام سجاد، امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت، امام احمد بن حنبل، حضرت مجدد الف ثانی، ایک طویل فہرست ہے۔ اس وقت ہمارے پیشِ نظر میاں محمد بخش کی شہرہ آفاق تصنیف، سفر العشق المعروف قصہ سیف الملوک و بدیع الجمال ہے، جس سے ہم قید اور قید خانے کے

حوالے سے کچھ تصورات کا ذکر کریں گے۔

پہلا مقام:

قصہ سیف الملوک پڑھتے ہوئے جب آپ اس مقام پر پہنچتے ہیں، جہاں شہزادے سیف الملوک اور اس کے والد کے درمیان زور دار مکالمے ہو چکے ہیں۔ شہزادہ، بدیع الجمال پری کی تلاش میں سفر کے لئے بضد ہے اور والد اپنے زوردار دلائل سے، اُسے، اُس کے ارادے سے روکنے کے لئے کوشاں ہے۔ جب افہام وتفہیم کے تمام ابواب بظاہر بند ہو گئے اور شہزادے کا شوقِ سفر ایک جنون کی کیفیت اختیار کر گیا۔ اب شہزادہ جنون کی حالت میں اول فول کہتا، سب سے لڑتا جھگڑتا گلیوں میں بھاگتا دوڑتا، پھر حکیم، طبیب، دانا لوگ علاج سے عاجز آ چکے تھے تو انہوں نے ”جان کی امان“ طلب کرتے ہوئے عاصم شاہ سے عرض کی:

کیتی عرض حکیماں شاہا، قید کرو شہزادہ
سنگل پاء رکھو ہک جائی ہوئے نہ خوار زیادہ

بادشاہ نے حکیموں طبیبوں کے مشورے ہر عمل کیا اور شہزادے کو زنجیروں سے باندھ دیا۔ اس مقام پہ مصنفِ سیف الملوک نے ان تمام احوال کا بہت شاندار الفاظ میں تجزیہ پیش کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

سیف ملوک پھلاں دا دستہ نازاں دا پروردہ
سنگل گھت کرایا قیدی عشق ستم کی کردا
نوکر سبھ اوہدے وس آہے تابعدار نمانے
اج اوہ وس انہاں دے آیا پاسے ویکھ ربانے
لاہو سنگل جے سو آکھے کر کر منت زاری

نوکر کوئی نہ آکھے لگدا جھڑکن نال بیزاری
چت اوداس سجن نوں سکدا تن وچ بند قہاری
سرورتی تاں معلم ہووے کیڈ مصیبت بھاری
لکھے کون محمد بخشا ظلم عشق دے چنداں
ماپے آپ کراون قیدی فرزنداں دلبنداں
باپ زلیخا قید کرائی ندی رڑھائی سسی
پنوں بھائیاں بنھ چلایا گل نہ جاندی دسی

(سیف الملوک صفحہ 75 مطبوعہ 1869ء)

بتایا جا رہا ہے کہ شہزادہ سیف نرم گلابوں کے گلدستے جیسا تھا، لیکن عشق نے لوہے کی زنجیر سے قید کروا دیا۔ وہ نوکر چاکر جو اشارہ ابرو پر حرکت کرنے کے لئے تیار رہتے تھے اب منتیں کرنے پر بھی،سنی کو ان سنی کر رہے تھے۔عشق کیا کیا رنگ دکھاتا ہے بھلا کون بیان کرسکتا ہے۔ جہان جانتا ہے کہ زلیخا کو اسکے باپ قید کروا دیا اور سسی کو پیدا ہوتے ہی دریا برد کر دیا گیا۔قید کی حالت میں شہزادہ اپنے محبوب کو شدت سے یاد کرتا اور اس فریاد کرتا۔شہزادے کی حالت و کیفیت اور آہ زاری کو مصنفِ سیف الملوک کے لفظوں میں سُنیں:

پھر مورت نوں اگے دھر کے گلے الاہمیں کردا
ایویں لٹ لیائی ٹھگا پتہ نہ دتوئی گھر دا
نہ کوئی تیری دس نشانی ناں کوئی پندھ نہ رستہ
میں بیدل تو بے نشانی کون کرے بند بستہ
ہکو نام تساڈا جاناں تھاں مکان نہ کائی!
کتھے گزر کتھے گھر کتھے محرمیت آشنائی

قید کراء سنگل گھت سانوں آپ پھرو آزادے
عشقے بندیوان بنائے عادی دے شہزادے
کر ہن رحم اساں پر سجناں دیہ کجھ پتہ نشانی
کتول ڈھونڈ کچھیوے تیری مشکل ہوئے آسانی
ویکھاں حال کویہا کیتا طلب تیری مطلوبا
اجے نہیں کجھ مہر تسانوں بے پرواہ محبوبا

سیف الملوک محبوب کی تصویر سامنے رکھ کر، اس سے شکوے شکایتیں کرتا اور کہتا، اے میرے محبوب! تمہارا کوئی پتہ نشانی ٹھکانا، مجھے معلوم نہیں ہو رہا۔ اے میرے محبوب! میرا حال دیکھو! تمہاری خاطر مجھے زنجیروں میں قید کر دیا گیا ہے۔ اب مہربانی کرو، اپنا کچھ پتہ نشانی، خود تک پہنچنے کا کوئی راستہ مجھے بتاؤ۔ پھر، بلآخر محبوب نے کرم کر ہی دیا اور خود تک پہنچنے کا پتہ نشانی تفصیل سے بتا دیا۔

(سیف الملوک صفحہ ۵۸ مطبوعہ 1869ء)

قید اور قید خانہ سیف الملوک کی روشنی میں دوسرا مقام:

اقبال کی مشہور نظم "پرندے کی فریاد" آپ سب نے یقینا پڑھ،سن رکھی ہو گی۔اس کے دو اشعار پڑھ لیں:

آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانا
وہ باغ کی بہاریں وہ سب کا چہچہانا
آزادیاں کہاں وہ اب اپنے گھونسلے کی
اپنی خوشی سے آنا اپنی خوشی سے جانا

(بانگِ درا از علامہ محمد اقبال)

"پرندے کی فریاد" میں شاید کچھ قید انسانوں کا درد پنہاں ہے۔حقیقت یہ ہے کہ ہم میں سے ہر کوئی قیدی ہے۔سب سے بڑی قید خواہشات کی ہوتی ہے، جن کے چنگل میں پھنس کر انسان کبھی نکل نہیں پاتا۔شہزادہ سیف الملوک سفر کرتا ہوا اسفند باش قلعے میں جا پہنچا۔وہاں جب ایک بنگلے میں داخل ہوا تو دیکھا کہ طرح طرح کے ان گنت پرندے، پنجروں میں قید ہیں اور اپنی اپنی آواز میں فریاد کر رہے ہیں۔مصنفِ سیف الملوک نے آگے جا کر وضاحت کر دی ہے کہ اُن پرندوں سے کیا مراد ہے؟، پنجرے کس چیز کا استعارہ ہیں؟ بنگلے میں کیا رمز پنہاں ہے؟، قلعہ کس چیز کی طرف اشارہ کرتا ہے؟ یہ ساری چیزیں اپنی جگہ تفصیل طلب ہیں اور یہ "رموزِ سیف الملوک" کے موضوع سے مطابقت رکھتی ہیں۔ فی الحال ہم ان تمام پرندوں اور ان کی فریادوں کا ذکر کریں گے:

پنجریاں وچ پنکھی ٹنگے، بنگلے وچ چوفیرے
پنجرے جڑت جڑا جواہروں آہے گھنے گھنیرے

(سیف الملوک صفحہ 101 مطبوعہ 1869)

پنجرہ خواہ سونے کا ہی کیوں نہ ہو، قید کبھی بھی پُر مسرت نہیں ہو سکتی۔
حضرت مصنف نے پہلے اجمالاً اُن قید پرندوں کا ذکر کِیا ہے، پھر تفصیل کے ساتھ ان کی آہ وزاری اور قید کے دُکھ، درد کو بیان کیا ہے:

بلبل، کھرسو، طوطے، میناں، قمری گھگی بھائی
کونجاں، مور، لٹورے، کوئل، انت نہ آہا کائی

یہ مجموعی طور پہ دس پرندے ہیں، اصل میں یہ انسان کی دس ظاہری اور باطنی حسّوں کی طرف بھی اشارہ قرار دیا جا سکتا ہے:

بولن خوش آواز تمامی، رنگ رنگاں دی بولی
ہکناں کُوک اُچیری آہی، ہکناں دی گل ہولی

کچھ بلند آواز میں بول رہے تھے اوت کچھ ذرا ہلکی اور نیچی آواز میں اپنی بپتا سُنا رہے تھے۔قیدی بلبل(Bulbul) کی فریاد:

بلبل کر کے یاد بہاراں، بولے سخن ہزاراں
قید ہویاں وچ پنجر کاراں، کد ملاں گلزاراں
باغ ارم وچہ پھل گلاباں ہوسی نویں جوانی
جے رب قید پنجر دیوں کڈھے چل ملے دل جانی

بلبل بہار کو یاد کر کے فریاد کر رہی تھی۔کہ میں اپنے کاموں کی بدولت ہی یہاں قید میں آن پڑی ہوں، بھلا کب پھولوں سے جا مِلوں گی۔ باغِ ارم میں گلاب کے پھولوں پر نئی جوانی آئی ہو گی۔ رب تعالیٰ اگر رہائی عطا فرمائے، تو اپنے دل جانیوں سے جا ملوں۔ پہلے شعر میں بہاراں، ہزاراں، کاراں اور گلزاراں کے ہم قافیہ الفاظ سیف الملوک کے ادبی مقام کی بلندی کی گواہی دے رہے ہیں۔ ایسے سینکڑوں اشعار سیف الملوک کے صفحات پر موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے ہیں۔قیدی کُھرسو(Kharsu) کی فریاد:

کھرسو آکھے باغ ارم دی کھیتی ہری ہوئے گی
شاخ فراخ وساکھ مہینے چھلیں بھری ہوئے گی
اج کل کنڈے نرم ہوون گے، پتر لوے سمن دے
جے رب سانوں قیدوں کڈھے، کریئے سیر چمن دے

کھرسو پنجرے میں فریاد کر رہا تھا کہ آج کل باغ ارم کی کھیتیاں سرسبز و شاداب ہو رہی ہوں گی۔لمبی شاخیں بیساکھ کے مہینے میں پھل سے بھرپور ہو چکی

ہوں گی۔آج کل کانٹے اور پتے بالکل نرم ہوں گے، جو بآسانی چُگے جا سکتے ہیں۔ اگر رب العزت ہمیں آزادی عطا فرمائے تو ہم باغ کی سیر کو جائیں۔قیدی طوطے کی فریاد:

طوطے آکھن پکّے ہوسن میوے باغ ارم دے
ہائے ہائے ربا پائیو سانوں پنجریاں وچ جمدے
انب انار مزے وچہ ہوسن آن پئی رس مٹھی
دانے کڈھ اناروں کھاندے جے رب کردا چھٹی

پنجرے میں قید طوطے باغ ارم کو یاد کر کے فریاد کر رہے تھے۔ اے ہمارے رب ہمیں پیدا ہوتے ہی قید کر دیا۔آج کل تو آم اور انار کے پھلوں میں رس پڑنا شروع ہو چکی ہو گی۔ اگر ہم آزاد ہوتے تو، انار کے دانے نکال کر کھاتے۔ ایک انوکھی بات:۔کسی صوفی بزرگ نے مجھے بتایا تھا کہ اگر کوئی راہِ راست سے بھٹک کر منکرِ خدا ہو گیا ہو۔بس متعصب اور معاند نہ ہو۔دل میں بغض و کینہ کا روگ نہ پالے ہوئے ہو۔اسے چاندنی رات میں،کسی آم کے باغ میں لے جاؤ، خاص اُن دنوں میں جب آم کچے پن سے پکے پن کی طرف منتقل ہو رہے ہوں۔ چاندنی رات میں رات کے پچھلے پہر، اسے وہاں کی خوشبو اور ماحول سے روشناس کروا کر، رب تعالیٰ کے حضور دستِ دعا اٹھا کر، دامن مراد پھیلا دینا، وہ دستگیروں کا دستگیر، اُس کے دل میں نورِ ہدایت کی روشنی بھر دے گا، وہ منکرِ خدا سے، مومن پاکباز بن جائے گا۔قرآن پڑھیں تو یہ بات بالکل عین حقیقت معلوم ہوتی ہے:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ اَوَ لَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ

ابھی ہم اُنہیں آسمان و زمین کی وسعتوں میں اور خود اُن کی ذاتوں میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ اُن کے لیے بالکل واضح ہو جائے گا کہ بیشک وہ ہی حق ہے اور کیا تمہارے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں؟

(سورہ حم السجدہ آیت 53)

قید اور قید خانہ، سیف الملوک کی روشنی میں:

قید میں قمری (turtle dove) کی فریاد قمرے کُو کُو کُوک پُکارن اُوکو اُوکو مائے باغ ارم دیاں سرواں اتے ہوندے اسیں گمائے نال خوشی دے سیر کریندے ہر بوٹے ہر ڈالیراگ سہاگ چمن دے گائیے بھاگ جگائے والیقمری بلند آواز میں پکار رہا تھا اور فریاد کر رہا تھا باغِ ارم میں سرو کے درختوں پر ہم گول چکر میں اُڑ رہے ہوتے۔خوشی خوشی ہر درخت، ہر شاخ کی سیر کرتے۔ چمن میں خوشی کے گیت گاتے، اگر ہمارا مالک ہمارے بھاگ جگاتا یعنی ہم قید سے آزاد ہوتے۔قید میں مینا کی فریاد:

میناں آکھے میں ناں جمدی ماؤ دے گھر ستّی
رج نہ کیتا سیر چمن دا آن پنجر وچ گھتی
چوہ چوہ کردا اج ہوئے گا مکھ لالے تھیں لالہ
بھاء اساڈے پایوئی سائیاں داغ وچھوڑے والا

مینا کہہ رہی تھی، کاش!میں نصیبوں جلی ماں کے گھر پیدا نہ ہوئی ہوتی۔ ابھی تو جی بھر کے چمن کی سیر بھی نہ کی تھی کہ پنجرے میں قید ہوگئی۔لالہ کا پھول اپنی رس کی وجہ سے مزید سرخی اختیار کر چکا ہو گا اور اس کا رس نکلنے والا ہی ہو گا۔لیکن

ہماری قسمت میں قدرت کی طرف سے جدائی کا داغ لکھا گیا۔یعنی ہم قید کا شکار ہیں۔ایک باریک بات: "میناں" اور "میں ناں" میں کس قدر صوتی ہم آہنگی ہے جو شعر کی موسیقیت اور معنویت میں اضافہ کر رہی ہے۔قیدی فاختہ کی پکار:

گھگی آکھے کوہ گئی مینوں کیسی چھری امر دی
یوسف کھوہ پیا نہیں دسیا، طوق پیا ہن مردی
رُت بہار تیار چمن وچ یار ہوسی سنگ سیناں
میں بھی بولاں جے اج ہوواں چانیاں وچ ریناں

فاختہ کہہ رہی تھی، تقدیر کی چھری نے مجھے کیسے ذبح کیا ہے، کہ سیدنا یوسف کے کنویں میں ہونے کا، ان کے والد سے ذکر نہیں کیا، تو اب میرے گلے میں سزا کے طور پر سیاہ طوق ڈال دیا گیا ہے (ایک عوامی خیال کی طرف اشارہ ہے) موسم بہار کی آمد آمد ہے، محب اپنے محبوب کے پہلو میں لطف اندوز ہوں گے۔میں بھی اگر آزاد ہوتی تو چاندنی راتوں میں خوشی کے گیت گاتی۔قید میں کونج کی فریاد:

کونجاں بولن سد غماں دے اسیں نقابل مائیاں
بچے چھوڑ آیاں ہن ایتھے پنجر وچ پھسائیاں
جے اج دیس اپنے وچ ہوئیے اڈئیے بنھ قطاراں
باغ ارم ولّ پھیرا پائیے رل کے نال اڈاراں

کُونجیں پنجروں میں قید غم زدہ آواز میں کہہ رہی تھیں کہ ہم کس قدر نالائق اور ناقابل مائیں ہیں جو اپنے بچے چھوڑ کر یہاں پنجروں میں آکر پھنس گئی ہیں۔ اگر آج ہم اپنے وطن میں ہوتیں تو قطار در قطار اڑتیں۔اور اپنی سہیلیوں کے ساتھ باغ ارم کیطرف پرواز کرتیں۔اس فریاد میں ایک نہایت باریک نکتہ ہے، لیکن فرزندانِ تہذیب کے ڈر سے بیان نہیں کروں گا۔لیکن سمجھنے والے سمجھ ہی جائیں

گے۔مور کی فریاد:

مورے نوں پڑ کورے لگّے، اڑ اڑ کردا گلّاں
باغ ارم دے بوٹے ہوسن گھنے ہوئے جیئوں جھلّاں
پریاں سرخ پوشاکاں لاسن، جے میں اوتھے ہوندا
پائل پاندا، من پرچاندا، خوشئیں ہنجوں روندا

مور پنجرے میں رو رو کے ہلکان ہو رہا تھا، زیادہ رونے کی وجہ سے اس کے لئے بات کرنا بھی مشکل ہو رہی تھی، اس لئے وہ رک رک کر بات کر رہا تھا، وہ کہہ رہا تھا، باغِ ارم کے کے پودے، باڑ کی طرح گھنے ہو چکے ہوں گے۔پریوں نے سرخ پوشاکیں پہن رکھی ہوں گی۔اگر آج میں بھی وہاں ہوتا تو، ناچتا، لوگوں کا دل خوش کرتا اور فرطِ مسرت سے روتا۔لیکن میں تو یہاں قید ہوں، اب کیا کر سکتا ہوں۔اس میں ایک باریک سا اشارہ اس طرف بھی ہے کہ مور جب ناچتے ہوئے اپنے بدنما پیروں کو دیکھتا ہے تو رونا شروع کر دیتا ہے۔لٹورے کے پنجرے میں فریاد:

کہن لٹورے، مولی ٹورے بندیں اسیں بیچارے
اوڈن ہارے، باغ کنارے، خوشیاں دے بنجارے
باغ ارم وچ رونق ہوسی، دھوتی دھوڑ غباری
ہر خانے وچ خوب صفائی، وہڑے پھری بہاری

لٹورا فریاد کر رہا تھا کہ اے کاش ہم گرفتاروں کو مولی آزاد کروا دے۔ہم باغ کے کنارے اڑتے پھریں اور خوشیاں مناتے رہیں۔آج کل باغِ ارم میں خوب رونق لگی ہوئی ہو گی۔گرد وغبار صاف کر دیا گیا ہو گا۔ہر گھر اور ہر صحن میں جھاڑو لگا کر خوب صفائی کر دی گئی ہو گی۔

قید اور قید خانہ، سیف الملوک کی روشنی میں:

قیدی کوئل کی فریاد:

کوئل بول کہے اج ہوندی میں بھی کول چمن دے
سبزہ ویکھ ہوندا دل تازہ، بول سناندی غم دے
ڈاہڈے رب وچھوڑا پایا کد اسا نوں میلے
باغ بہاراں صحبت یاراں کرے نصیب ہر ویلے

کوئل کہہ رہی تھی آج اگر میں بھی باغ کے پاس ہوتی، تو باغ کا سبزہ دیکھ کر خوش ہوتی اور اپنی دکھ بھری آواز میں اپنا حالِ دل بیان کرتی۔ اللہ تعالی نے فراق مقدر میں لکھ دیا ہے، کبھی تو ہمیں باغ جانا نصیب ہو گا پھر ہم ہر گھڑی اپنی دوستوں اور باغ کی بہاروں میں گزاریں گے۔ متفرق پرندوں کی قید میں فریادیں:

خوش آواز پکھیرو بہتے ہور بغیر انہاں دے
پنجریاں وچ ٹنگے آہے ناں پچھ نام تنہا دے
آپو اپنی نال ادائے سبھو کرن پکاراں
ربا قیدوں دئیں خلاصی یار ملائیں یاراں
اسیں پرندے وچ ہوائیں اڈن والے ہیساں
آپو اپنیاں رنگاں والے خوب اجالے ہیساں
جتھے بھاوے اوتھے جاناں اچیں سچئیں جائیں
ایتھوں اٹھناں اوتھے بہناں کرنا سیر ہوائیں

پنجریاں وچ پیئے تڑفدے جاء نہیں مکلیری
پر بجھے سر گنجے ہوئے ظالم قید لمیری

(سیف الملوک صفحہ 102 مطبوعہ 1869ء)

حضرت مصنف فرماتے ہیں ؛ کہ مذکورہ پرندوں کے علاوہ بھی، بہت سارے خوش آواز پرندے پنجروں میں قید تھے، جن کے نام نہ ہی دریافت کرو۔ وہ سب اپنے اپنے انداز میں فریاد کرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ اے ہمارے رب! ہمیں رہائی نصیب فرما اور یار سے مِلا دے۔ ہم ہواؤں میں اڑنے والے آزاد پرندے تھے۔ اپنی رنگ ڈھنگ میں چمکتے دمکتے خوشی سے نہال تھے۔ جہاں چاہتے، صاف ستھرے اونچے مقامات پر جاتے۔ ایک جگہ بیٹھتے، پھر اڑتے سیر و تفریح سے لطف اندوز ہوتے۔ لیکن اب یہاں ان تنگ پنجروں میں آن قید ہوئے ہیں۔ قید کے درد سے تڑپ رہے ہیں۔ پر ٹوٹ چکے ہیں، سر کے بال جھڑ چکے ہیں۔ اور لمبی بے درد قید ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی۔ سیاہ تیتر کی قید میں فریاد:

کالے تتر کالے ہوئے کرن اچیاں فریاداں
سچ سبحان تیری ہے قدرت کرناں قید آزاداں
قید ہویاں چا کریں خلاصی ایہ بھی ہے کم تیرا
آپ وچھوڑیں آپ مِلائیں تکیہ ہر دم تیرا

سیاہ تیتر قید میں بے صبرے ہو کر فریادیں کر رہے رہے تھے۔ اے پاک ذات! تیری قدرتوں کے کیا کہنے، آزادوں کو قید کر دیتا ہے۔ لیکن قیدیوں کو آزادی بھی تو، تیرے ہی کرم سے میسر آتی ہے۔ تو ہی جدائی کا درد دینے والا ہے اور تُو ہی وصل کی راحت سے نوازنے والا ہے۔

قید اور قید خانہ، سیف الملوک کی روشنی میں تیسرا مقام:

شہزادہ سیف الملوک، جب بدیع الجمال سے مل چُکا، دونوں میں محبت کے قول و اقرار پکے ہو گئے۔ قربتیں بڑھ گئیں۔ تو دونوں نے شادی کا فیصلہ کِیا ہے۔ بدیع الجمال نے بتایا کہ اِس پہاڑ کو اگر کوئی سر کرسکتا ہے تو وہ میری دادی مہرافروز ہے۔ لہٰذا تم میرا خط لے کر اُس کے پاس جاؤ، اِسی بہانے تم اُس سے مِل بھی لو گے۔ مختصر یہ کہ شہزادہ، خاطف دیو کے ساتھ شارستان سنہری پہنچا۔ دادی مہرافروز نے ابتداء میں تو شدید غم وغصے کا اظہار کیا۔ بلآخر ملاقات پہ راضی ہوگئی، شہزادے کو پسند کرنے کے بعد، بدیع الجمال کے باپ سے حتمی ملاقات کے لئے باغ ارم کی طرف روانہ کر دیا۔ جب وہاں پہنچے تو شہزادہ تھوڑی دیر سستانے کے لئے، ایک درخت تلے لیٹ گیا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ شہزادے کو نیند آگئی اور وہ سو گیا۔ وہاں سرکار میاں صاحب نے معانی اور اسرار و رموز سے بھرپور شعر ارشاد فرمایا ہے۔ کبھی موقع ملا تو اس کی وضاحت عرض کروں گا۔ فرماتے ہیں:

بہتے سالک راہ چلیندے خوشیاں مانن لگے
ہوئے بند نہ پہتے کدھرے ناں اگے ناں پچھے

بہرحال شہزادے کو بہرام دیو کے والد ہاشم شاہ کی بھیجی ہوئی پریاں بہلا پھسلا کر ساتھ لے گئیں۔ ابتداء میں تو ہاشم شاہ نے ارادہ کیا کہ شہزادے کو قتل کروا دوں، پھر حیران کن طور پہ جلاد کی سفارش اور رائے سے اس ارادے سے باز آگیا اور شہزادے کو قید کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ حضرت مصنف قید خانے، جو کہ ایک کنواں تھا، کہ بارے میں اپنی لاجواب انداز میں لکھتے ہیں:

قلزم کوٹ اندر سی کھوہا، ڈوہنگا ودھ شماروں
بہت لمّاں تے باطن وچوں کالا تار زناروں

یا اوہ روز حشر دے والی آہی رات ہنیری
ویکھن سات کنارہ اُس دا جاندی بجھ دلیری
کی کجھ آکھاں تھلاّ اُس دا ڈھول مچھی تک پہتا
پیروں سِرا نہ نظری آوے جے سو تکئیے بہتا
جیکر پتھر اُتوں سٹئے رہے برس تک راہی
جیا جون اوہدے وچ مر کے گندی ترّکی آہی
جے سورج وچ جھاتی پاوے، ویکھ ہنیرا نسدا
کالکھ بری اوہدے وچ آیاں نور دیں دا کھسدا
برا وروگ دیواں دا آہا دوزخ دنیاں اتے
سپّ اٹھوئیں ہور خزندے وانگر کالے کتے

وہ کنواں حد و شمار سے زیادہ گہرا اور اندھیرے پن کا شکار تھا۔ گہرائی اتنی زیادہ کہ اگر ایک پتھر اس کے اوپر سے پھینکا جائے تو ایک سال میں اس کی تہہ تک پہنچے۔ اندھیرا اتنا کہ اگر سورج بھی وہاں جھانکے تو اندھیرا دیکھ کر بھاگ جائے۔ اِن اشعار کا تعلق صنعتِ مبالغہ کے سے ساتھ ہے اشعارِ مذکورہ کا صحیح لطف وہی بندہ اٹھا سکتا ہے جو نہ صرف پنجابی زبان بلکہ دیگر زبانوں کے ادبی سرمائے پر گہری نظر رکھتا ہو۔ شہزادے سیف الملوک کو کس انداز میں کنویں تک لایا گیا اور اِن مشکلات کی حکمتیں کیا تھیں۔ حضرت مصنف کی زبانی سنئے:

پیریں سنگل طوق گلے وچ شاہزادے نوں پا کے
اوس دروگے وچ وگایا بیٹھا تھلے جا کے
صورت سیرت ولوں آہا، مہتر یوسف ثانی
تدے ملی میراث انہاندی کھوہ پیا زندانی

اب کنویں کا منہ بند کس طرح کیا گیا، وہ بھی ملاحظہ ہو:

پٹ پہاڑ دتا چاء اتے، منہ کھوہے دا کجّیا
ویکھ عاشق دی بھکھ محمد اجے نہ عشقوں رجیا

شہزادہ کنویں کی تہہ تک پہنچ گیا، کچھ ہوش سنبھالا تو اُس نے:

جاں شاہ مہرے باہر کڈھے روشن وانگر اگی
اعظم اسم زبانوں پڑھیا لو کھوہے وچ لگی

شاہ مہرے باہر نکالے، اسمِ اعظم پڑھا تو کنواں روشن ہوگیا۔ مزید کیا ہوا:

سپّ اٹھوئیں ہور خزندے نس چھپے وچ دھرتی
مہتر یوسف والی حالت سبھ اوتھے ونجھ ورتی

شہزادہ ایک عرصے تک کنویں کے قید خانے میں بند رہا۔ ذکرِ الٰہی، نماز وتسبیح کے ساتھ اپنے محبوب کو یاد کرتا رہتا۔ وہ کیا کچھ کہہ رہا تھا وہ شاید ہر طویل قید والے کے دل کی آواز ہوتی ہو گی:

اے کی سخت زماناں آیا ہائے ہائے وے اسماناں
قدر بقدری موجاں مانے ہر کوئی وچ جہاناں
مینوں دن دن دکھ زیادہ ہوروں ہور سیاپے
کتھے وطن کتھے سنگ ساتھی کتھے دھیئے ماپے
کتھے صاعد کتھے ملکہ کتھے باغ ارم دا
کون کرے اج بھال محمد ہووے پنجھال اس غم دا

پھر شاعرانہ انداز میں آسمان کو مخاطب کر کے شکوہ وشکایت کرتا:

لسّے اُتّے زور لگاون کم نہ زورا ور دا
مویاں ہویاں نوں پھر کی ماریں بے انصافا مردا

پھر یہ خیال کر کے، کہ یہ تو سب شہزادی کے عشق کی وجہ سے بھگتنا پڑ رہا ہے۔ کہنے لگتا ہے:

خوشی رہو تم یار پیارے دور اسیں دکھیارے
سکھ نصیب تیرے میں چائیے بھر دکھاندے کھارے
دکھ سدا سکھ گاہ بگاہاں دکھاں تو سکھ وارے
دکھ قبول محمد بخشا، راضی رہن پیارے

پھر کہتا ہے اے میرے محبوب اگرچہ میں قریب المرگ ہوں، لیکن کیا ایک دفعہ دیدار کا حقدار نہیں ہوں اگر بعد از مرگ آؤ گے تو کیا فائدہ؟

حسن جمال تیرا کس کاری عاشق سکدا مرسی
جاں دیدے نابینے ہوئے پھر سرمہ کی کرسی
دنبہ جاں بگھیاڑاں کھاہدا آجڑیاں کی کرناں
کانگے نیں گھراں دی پٹی کس اتے چھت دھرناں
جاں کھیتی دا ککھ نہ رہیا نہ سُکّا نہ ہریا
کس کم دُھپ سکاون والی کس کم بدل ورہیا

پھر آخر کار شہزادے کو اس سخت مشکل قید سے نجات ملی۔ یہ اپنی جگہ طویل مگر انتہائی دلچسپ داستان ہے۔ کاش کبھی آپ کو پڑھنی نصیب ہو۔

الحمد للہ! یہ مضمون "قید اور قید خانہ سیف الملوک کی روشنی میں" یہاں مکمل ہوا۔ آگے دیکھئے، نصیبوں میں کیا لکھا ہے۔

۲۹ شوال المکرم ۱۴۴۵ھ
8 مئی بروز بدھ 2024ء

سید محمد عبداللہ قادری

حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت قاضی سلطان محمود قادری قدس سرہ

حضرت میاں بخش (کھڑی شریف) حضرت قدوۃ السالکین حضرت قاضی سلطان محمود قادری آوان شریف ضلع گجرات کے نیاز مندوں میں شامل تھے۔

حضرت قاضی سلطان محمود قادری ﷫ جب کھڑی شریف دربار پر تشریف لے جاتے تو حضرت میاں محمد بخش ﷫ کے ہاں ٹھہرتے تھے۔ اس سلسلہ میں نامور محقق و نقاد سید نور محمد قادری چک نمبر 10 شمالی گجرات اپنے پیر و مرشد حضرت صاجزادہ محبوب عالم ادری ﷫ کی زبانی تحریر کرتے ہیں:

> ''حضرت صاجزادہ محبوب عالم ﷫ فرمایا کرتے تھے کہ میاں صاحب کے پاس رہائش کے لیے دو کمرے تھے جن میں سے ایک بہت بڑا تھا اور اس کے درمیان سجاوٹ کے لیے لکڑی کا ایک منقش ستون لگا ہوا تھا۔ اس میں آپ رہتے اور ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں گھوڑی کا سامان، کاٹھی وغیرہ اور خوراک ہوتی تھی۔ جب حضرت قاضی غازی قلندر کے مزار کی زیارت کے لیے کھڑی شریف جاتے تو کئی دن قیام فرماتے اور میاں صاحب بڑا کمرہ حضرت قاضی صاحب کے

> لیے خالی کر دیتے تھے۔ کبھی حضرت صاجزادہ محبوب عالم بھی ساتھ ہوتے جو ابھی بچے تھے اور خود گھوڑی کے سامان والے کمرہ میں منتقل ہو جاتے۔ حضرت قاضی صاحب کے ہمراہ دس بارہ عقیدت مند بھی ہوتے جو اپنے کھانے پینے کا انتظام اجتماعی شکل میں خود کرتے لیکن قاضی صاحب اور صاجزادہ صاحب کے خورد و نوش کا انتظام میاں صاحب بڑے اصرار سے اپنے ذمہ لیتے اور جب حضرت قاضی صاحب رخصت ہونے لگتے تو میاں صاحب دریا کے پتن تک ساتھ آتے۔
> حضرت صاجزادہ محبوب عالم فرماتے تھے کہ میاں صاحب کی وفات سے چند ماہ پہلے حضرت قاضی صاحب کھڑی شریف گئے تو میاں صاحب بہت کمزور ہو چکے تھے اور قاضی صاحب کو رخصت کرنے کے لیے جب ساتھ چلے تو تھوڑی دور جا کر لڑ کھڑا گئے تو قاضی صاحب نے کہا آپ کمزور ہیں براہِ کرم واپس تشریف لے جائیں اور ہمیں اجازت دیں۔ یہ سن کر میاں صاحب آبدیدہ ہو گئے اور کہنے لگے یہ سعادت شاید میرے نصیب میں نہیں اور جب تک قاضی صاحب آنکھ سے اوجھل نہ ہو گئے وہیں کھڑے رہے۔''

(قطب العارفین۔ سید نور محمد قادر۔ مطبوعہ لاہور 1985ء صفحہ 106-105)

مذکورہ بالا باتوں کو ایک اور حوالہ سے دیکھتے ہیں جو ان سے ملتی ہیں۔ سیف الملوک از میاں محمد بخش ﷫، ناشر مکتبہ دانیال غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور مترجم میاں ظفر مقبول ہیں۔ سیف الملوک کے اس ایڈیشن کے صفحہ نمبر 987 میں

تحریر کرتے ہیں:

''ایک دفعہ حضرت قاضی سلطان محمودؒ دربار شریف (کھڑی شریف) سلام کرنے کی غرض سے تشریف لائے تو اس وقت حضرت میاں محمد بخش صاحبؒ بیمار تھے۔حضرت صاحب کو آپ کی بیماری سے بڑی پریشانی لاحق ہوئی اور واپسی پر اعوان شریف سے مولوی احمد الدین صاحب برنالوی جو حضرت میاں صاحبؒ کے رشتہ دار ہونے کے علاوہ آپ کے حکیم حاذق اور خلیفہ تھے کو دربار شریف میں بھیجا کہ حضرت بیمار ہیں اور جا کر ان کا علاج کرو۔مولوی احمد دین صاحبؒ جب دربار شریف حاضر ہو کر قدم بوسی سے فارغ ہوئے تو بڑی محبت سے عرض گزاری اور اس پر حضرت میاں صاحب نے ایک رقعہ پر یہ شعر لکھے اور اجازت دے دی:

کس طبیب لگاونے پانی خیر سقیم
شربت کون پلاوسی کر کے لطف عمیم
روندے ای مر جان گے عاجز نین یتیم
رکھ اُمید محمدا کرسی کرم کریم

(سیف الملوک۔مترجم میاں ظفر مقبول۔مکتبہ دانیال اُردو بازار لاہور صفحہ 987)

''ایک دفعہ حضرت قاضی سلطان محمودؒ دربار شریف (کھڑی شریف) سے رخصت ہونے لگے تو آپ اس وقت شیشم کے درخت جو دربار شریف سے مغرب کی جانب اب تک ایستادہ ہے وداع کی غرض سے تشریف لائے اس وقت حضرت میاں صاحبؒ کے پاؤں میں وجہ ایستادگی وشب بیداری ورم تھا آپ

یہاں تک سہارا لے کر پہنچے اور درج ذیل رباعی ارشاد فرمائی:

سجن ودا کریندیاں نیناں چائے وین
نہ رووو نینوں بھیڑیو ویکھن دیو نین
سکھ چلے دُکھ آ ملے درد اٹھائے چین
میلے پھر محمدا خبر نہیں کد ہین!

(سیف الملوک۔مترجم میاں ظفر مقبول۔مکتبہ دانیال اُردو بازار لاہور صفحہ 987)

حضرت میاں محمد بخشؒ، حضرت قاضی سلطان محمود قادری قدس سرہ کو ملنے آوان شریف آتے تو آوان شریف سے دو میل دور ایک گاؤں ''مل'' گھوڑی باندھ جاتے تاکہ اس کی لید اور پیشاب سے آوان شریف کی پاک سرزمین آلودہ نہ ہو۔

جب حضرت قاضی صاحب کا گرامی نامہ میاں صاحب تک پہنچا تو باوضو ہو کر آنکھوں سے لگاتے اور پڑھتے۔یہ عقیدت کا عالم تھا۔ملک محمد صاحب نے سیف الملوک میں ایک ایڈیشن شائع کیا۔آخر میں حضرت میاں محمد بخشؒ کی مفصل سوانح عمری ترتیب دے کر شائع کی۔اس میں حضرت قاضی صاحبؒ اور حضرت میاں صاحبؒ کے تعلقات کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے۔چند مقامات ملاحظہ ہوں:

''حضرت قبلہ ہر ایک بزرگ عالم دین، فاضل درویش کا ادب کیا کرتے تھے۔کسی کی نسبت نکتہ چینی نہ کرتے۔حسن ظن غالب تھا لیکن معاصرین صوفیاء میں سے جناب قبلہ قاضی سلطان محمود صاحبؒ سجادہ نشین آوان شریف کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ'' قاضی صاحب بلا شبہ ولی ہیں'' اور قاضی صاحب آپ کو شیر

کھڑی فرمایا کرتے۔ تاہم دونوں بزرگوں میں دلی اتحاد تھا۔
جناب قبلہ نے انتقال فرمایا تو خاکسار کی نظروں میں جہاں
تاریک ہوگیا اور آرام جاتا رہا۔ دل میں سخت درد اور عالم پیدا
ہوگیا۔ اس غم سے دو ہفتہ کے بعد سخت بیمار ہوگیا۔ ایک ہفتہ
تک بے ہوش رہا۔ ڈاکٹر اور یونانی حکیم علاج کرتے رہے۔
خاکسار کی موت کی خبر شہر و اطراف میں پھیل گئی۔ آخر ڈاکٹر
ہدایت صاحب اسٹنٹ سرجن نے میرے ورثا کو مایوسی سے خبر
دی کہ اب زندگی کی اُمید کم ہے۔کسی سے حساب کتاب کا معاملہ
ہوتو دریافت کرلو۔تمام گھر میں گریہ وزاری آرہی تھی۔

ناگاہ حضرت جناب قدوۃ الصالحین فخر الدین والاخرین حضرت قاضی صاحب آوان شریف سے جہلم تشریف لائے۔ اسٹیشن ریل پر کسی نے آپ کو خاکسار (ملک محمد) کی بیماری کی خبر دی۔آپ نے سیدھے خاکسار کے غریب خانے پر قدم رنجہ فرمایا۔ میں سخت بے ہوش تھا۔ میرے شانے پر دست شفقت پھیر کر فرمایا۔ یہ میاں صاحب کی نشانی ہے اور پانی پر دم کر کے مجھے پلایا۔ اسی وقت بیماری کی حالت رو بہ صحت ہوتی گئی۔ بعدازاں چند روز ہی میں تندرست ہوگیا۔ یہ سب کرم بخش جناب کی بطفیل حضرت قبلہ مرحوم تھی۔''

''سد چراغ شاہ جو دربار جموں میں معزز عہدہ دار تھے کسی بے اعتدالی کی وجہ سے خان بہادر غلام احمد صاحب مشیر مال ریاست کی عدالت سے ملازمت سے برخاست کئے گئے جو بارہا دربار مہاراجہ صاحب کی طرف سے قبلہ کی خدمت میں نذرو ہدایا لے کر آتے تھے۔ خان بہادر مشیر مال جب کھڑی شریف حضرت قبلہ کی زیارت کے واسطے آئے تو حضرت نے ان کی ملاقات سے انکار فرمایا۔ صاف بتلا

دیا کہ میں اہل بیت نبوی ﷺ کے بے ادب سے ملاقات نہیں کرنا چاہتا۔ اس وقت خان صاحب نے بعد انتظار ناچار خود حضرت کی خدمت میں آ کر عرض کیا۔ حضرت ہمارا مقصود کچھ نہیں۔ چراغ شاہ نے خاص بیت المال میں خیانت کی تھی اس وجہ سے بڑی سزا کا مستحق تھا۔ صرف سزائے موقوفی اس کے واسطے رعایت کی گئی ہے۔ فرمایا! اس کی تاویلات یزید پلید نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے برخلاف کر لی تھیں۔ الغرض قبلہ کی ناراضگی کی وجہ سے خان صاحب بمقام آوان شریف تشریف لائے۔ خان صاحب کو بھی تشریف آوری سے قبل ازیں اطلاع دے رکھی تھی۔ اس روز ایک آدمی خان صاحب کی طرف سے خاکسار راقم اور چودھری سلطان محمد خان صاحب بیرسٹر کے نام ایک خط لایا۔ خاکسار اور چوہدری صاحب کو بھی دربار شریف طلب فرمایا تھا۔ جب وہاں پہنچے تو دربار شریف کے جنوبی طرف خان صاحب کا مقام ہے۔ وہاں بہت سے خیمے لگے ہوئے تھے۔ چونکہ مشیر مال صاحب جناب قاضی صاحب کے مرید خاص تھے۔ بعد نمازِ مغرب جناب قاضی صاحب نے خاکسار کو فرمایا تم حضرت قبلہ صاحب کی خدمت میں جا کر عرض کرو کہ خلوت گاہ سے باہر تشریف لائیں تا کہ خان صاحب کا سلام ہو۔ خاکسار ڈرتا ہوا اندر گیا۔ چونکہ وہ وقت حضرت کی مصروفیات کا تھا لیکن قاضی صاحب کا ارشاد تھا اس کی تعمیل کے واسطے جانا پڑا۔ حضرت قبلہ تاریکی میں تھے اس واسطے میں دیکھ نہ سکا۔ ایک جگہ قریب جا کھڑا ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کون ہے؟ خاکسار نے اپنا نام لے کر عرض کیا کہ قاضی صاحب نے مجھے بھیجا ہے کہ حضور کو اطلاع کروں کہ وہ آپ کے منتظر ہیں۔ ذرا تامل کے بعد فرمایا چل میں آتا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد آپ مسجد میں تشریف لائے۔ قاضی صاحب نے خان صاحب کی طرف سے کچھ نقدی بطور نذرانہ پیش کی۔ چند بار واپس کرتے لیکن قاضی صاحب کے اصرار پر قبول فرمائی اور خان صاحب کو شاہ صاحب

سے عمدہ سلوک کے واسطے سے سفارش کی۔آپ کو سادات کا نہایت احترام تھا۔اگر جناب قاضی صاحب کی سفارش نہ ہوتو تو آپ کبھی رضامندی ظاہر نہ کرتے۔“

مندرجہ بالا واقعہ سے جہاں حضرت قاضی صاحب ﷫ کی وہ قدر و منزلت ظاہر ہوتی ہے جو یہاں میاں صاحب کے دل میں تھی وہاں سادات کرام کی محبت اور ان کا احترام بھی نمایاں ہے۔ایک ماتحت سید اہل کار سے مناسب سلوک نہ کرنے کی بنا پر ریاست جموں وکشمیر کے ریونیو منسٹر کو حاضر خدمت ہونے کی اجازت نہ دی۔میاں صاحب اہل بیت اطہار کی محبت کو صوفیائے کرام کی طرح جزوِ ایمان سمجھتے تھے

ایک دفعہ ایک سید نے میاں صاحب محمد بخش ﷫ کی روانگی کے قریب ان کی جوتیاں ان کے سامنے پہننے کے لیے رکھیں تو آپ نے ان جوتیوں کو پہننے کی بجائے سر پر رکھ لیا کہ ان کو ایک سید کا ہاتھ لگ چکا ہے اور تمام سفر پا برہنہ پورا کیا۔

(قطب العارفین۔قاضی سلطان محمد از ......سید انور محمود قادری مطبوعہ لاہور 1985ء صفحہ 102 تا106)

حضرت مولانا حافظ محمد فاضل قادری ﷫ دربار ڈہانگری شریف (والد ماجد مولانا حبیب الرحمن ،مولانا عتیق الرحمن فیض پوری) اپنی تالیف میں مختصر حالات بمعہ کشف و کرامات حضرت قاضی صاحب قدس سرہ میں تحریر کرتے ہیں :

☆ چکوڑی شریف کے صاحبزادہ صاحب آوان شریف حاضر ہوئے تو عرض کی کہ مجھے لنگر کا کام بتایا جائے کہ اس وظیفے میں شامل ہوں گا۔سرکار غریب نواز ﷫ نے فرمایا کہ تم شیر کے بیٹے ہو۔انہوں نے اصرار کیا کہ لنگر کا کام کروں گا تو آپ نے حضرت قبلہ عالم صاحبزادہ خواجہ قاضی محبوب عالم کو بھی حکم صادر فرمایا کہ تم دونوں ایک چکی دانے پیسو۔دونوں

صاحبوں نے دانے پیسے۔کچھ دنوں بعد چکوڑی شریف کے صاحبزادہ صاحب پر بہت مہربانی فرمائی اور ساتھ حکم دیا کہ دو سال کے اندر اندر حضرت میاں محمد بخش سجادہ نشین کھڑی شریف کے پاس جانا۔انہوں نے گھر جا کر اپنے والد ماجد سے بیان کیا۔وہ فرمانے لگے کہ دو سال کے بعد جانا۔جب دو سال پورے ہوئے تو صاحبزادہ صاحب چکوڑی شریف کے ارادے سے گھر سے آئے۔جب جہلم پہنچے تو معلوم ہوا کہ میاں صاحب کا وصال ہو چکا ہے۔بہت پریشان ہوئے اور افسوس کرنے لگے کہ والد صاحب نے میرا باطنی بہت نقصان کیا ہے۔سرکار آوان شریف کا حکم تھا کہ دو سال کے اندر اندر کھڑی شریف جانا اور والد صاحب نے فرمایا کہ دو سال بعد جانا۔صاحبزادہ صاحب ہر وقت بے قرار اور پریشان رہتے پھر سیال شریف عرس تھا۔والد صاحب انہیں ساتھ لے گئے اور حضرت سیال شریف سے شکایت کی کہ یہ ہر وقت پریشان رہتا ہے اور کوئی کام وغیرہ لنگر کا دلچسپی سے نہیں کرتا۔

حضرت سیالوی ﷫ نے جب صاحبزادہ صاحب سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کیوں پریشان رہتے ہو،صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا کہ سرکار آوان شریف نے مجھ پر بہت مہربانی فرمائی اور ساتھ ہی حکم دیا کہ دو سال کے اندر اندر کھڑی شریف میاں صاحب کے پاس جانا اور والد صاحب سے عرض کی تو فرمایا کہ دو سال بعد جانا۔میرا بہت نقصان ہوا۔حضرت سیالوی نے پوچھا کہ آپ نے کیوں ان کو کھڑی شریف جانے نہیں دیا۔عرض کی ایک غوث نے دوسرے غوث کے اس کو سپرد کیا کہ وہاں جانا تو اس کو دونوں غوثوں کی توجہ نے بے ہوش کر دینا تھا۔آپ کا مجھے بھی حکم ہے کہ لنگر دیا کرو تو میرا لنگر کا کام کون کرتا تو اس وقت حضرت سیالوی

کی توجہ سے صاحبزادہ چکوڑی کی پریشانی ختم ہوئی۔(صفحہ 36 تا 37)۔مختصر حالات بمعہ کشف و کرامات۔حافظ محمد فاضل)

☆ حضرت میاں محمد بخش صاحبؒ سجادہ نشین درگاہ دمڑیاں والی سرکار کے پالک خلیفہ راجا عصیم اللہ بیان کرتے ہیں کہ میری تلی بڑھ گئی۔سرکار میاں صاحبؒ نے فرمایا کہ جب سرکار آوان شریف (قاضی سلطان محمود قادری) دورہ پر یہاں تشریف لائیں گے تو مجھے یاد دلانا۔میں تم کو مولی دم کرا دوں گا۔جب حضور سرکار آوان تشریف لائے تو میاں صاحب نے مولی منگوائی اور دم کرا دی۔پھر حاضرین کو فرمایا کہ تم یہاں سے اُٹھو۔میں تنہائی میں بات کروں گا۔جب سب دور چلے گئے،میں تھوڑا قریب تھا۔میاں صاحب نے عرض کیا غریب نواز میں جاتا ہوں تو ایک قبر مجھے پیاری سی لگتی ہے۔معلوم نہیں ہے کہ کس کی قبر ہے۔حضور چشمہ نور سرکار آوان شریفؒ نے جواب فرمایا کہ پشاور کے ایک سید زادے دورہ کرتے کرتے یہاں پہنچے تو یہاں ان کا وصال ہو گیا۔

دوسری بات یہ پوچھی کہ غریب نواز قبر میں پہلے دن میت سے کون سا سوال ہو گا۔آپ نے فرمایا حقوق اللہ سے نماز کا پہلے سوال ہو گا اور حقوق العباد سے کہ تم نے اپنے ہمسائیگیاں (پڑوسی) اور قریبیوں سے کون سا سلوک کیا۔ان کے حقوق ادا کئے ہیں یا کہ نہیں۔پھر زیادہ شاید کچھ پوچھتے لیکن زیارت کرنے والے لوگ آ گئے پھر پوچھنے کا سلسلہ ختم کر دیا۔(مختصر حالات بمعہ کشف و کرامات صفحہ 44)

حضرت میاں محمد بخشؒ نے حضرت قاضی سلطان محمود قادری قدس سرہ، آوان شریف گجرات کی مدح میں ایک رباعی تحریر کی۔

ناں میں سوہنی تے نہ من موہنی جوبن روپ لپیٹی او یار
ناں کوئی لعل جواہر موتی ہیرا ہیر سلیٹی او یار
ناں میں سسی جوبن رتی آدم جائی بیٹی او یار
ناں سلطاناں نہیوں کی جاناں گجر دی گجری او یار

(قطب العارفین۔سید نور محمد قادری۔مطبوعہ لاہور 1985ء صفحہ 105)

حضرت قاضی سلطان محمود قادریؒ (م۔مئی 1919ء) کے برادرِ اصغر حضرت میاں محمد مسعودؒ (م 1915ء) کی ذاتی ڈائری سے بھی رباعی "نہیں سوہنی تے نہ من موہنی جوبن روپ لپیٹی او یار" کے علاوہ بھی ایک اور رباعی درج ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

نہ کوئی مان نمانیاں نہ کوئی حق نہ زور
نہ کجھ پلے اپنے نہ کوئی سنگی ہور
نیچ نکاری بندیاں بہت کچجی طور
نام دے صاحبا کر جے کرنی غور

(میاں محمد بخشؒ)

نام صاحب: اشارہ بلقب غوثِ زماں صوابؒ (حضرت خواجہ اخوند عبدالغفور قادری والی سوات قدس سرہ مرشد، حضرت قاضی سلطان محمود قادریؒ)

ڈاکٹر واصف لطیف
گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

میاں محمد بخشؒ کا فلسفۂ عشق

پنجابی زبان و ادب کی خوش قسمتی ہے کہ اس میں صوفیانہ شعری روایت نہایت مضبوط اور جان دار ہے۔ پہلے معلوم پنجابی شاعر حضرت بابا فرید الدین مسعودؒ سے میاں محمد بخشؒ تک یہ روایت تسلسل کے ساتھ موجود ہے۔ عارف کھڑی حضرت میاں محمد بخشؒ معرفت الٰہی سے سرفراز صوفی بزرگ اور قادر الکلام پنجابی شاعر تھے۔ اُن کی کم و بیش ڈیڑھ درجن تصانیف میں ''سفر العشق'' المعروف سیف الملوک فکری فنی اعتبار سے وہ شاہکار ہے جس میں قارئین کے لیے ہر وہ پہلو موجود ہے جس کا وہ طلب گار ہو۔ عوامی رنگ میں تخلیق کیا گیا یہ شاہکار بظاہر تو شہزادہ سیف الملوک اور بدیع الجمال کی عشقیہ داستان ہے مگر علامتی حوالے سے میاں محمد بخشؒ اس کو لاٹھی میں چھپی تلوار کہتے ہیں:

بات مجازی رمز حقانی، ون وناں دی کاٹھی
سفر العشق کتاب بنائی، سیف چھپی وچ لاٹھی

''سفر العشق'' مجازی رنگ میں لکھی عشقِ حقیقی کی وہ داستان ہے جو مختلف تماثیل و استعارات میں دِلبر یعنی محبوب حقیقی کی وہ بات ہے جس سے پڑھنے والا بخوبی آشنا ہوتا جاتا ہے:

دِلبر اپنے دی گل کریئے، ہوراں نوں مُکھ دھر کے
گل سُنا محمد بخشا، عاشق تے دِلبر دی

''سفر العشق'' کے ہزاروں اشعار میں ہزار ہا رموز و اسرار ہیں اور ہر ہر شعر میں پڑھنے، سُننے اور سمجھنے والوں کے لیے معانی کا جہان آباد ہے جن کے بارے میں میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں:

قصہ سارا دے اشارہ، جے کوئی سمجھن ہارا
کاہنوں ظاہر کریں محمد! گجھا بھید نیارا

''سفر العشق''، عشق حقیقی کی وہ داستان ہے جس میں میاں محمد بخشؒ نے شہزادہ سیف الملوک اور پری بدیع الجمال کے استعارے میں اپنی ذاتی روحانی واردات بیان کی ہے۔ یعنی تصوف کی منازل طے کرتے حقیقت ازلی یا عشقِ حقیقی کے حصول کے لیے کی جانے والی کوششوں، محنتوں، عبادتوں اور ریاضتوں کا بیان ہی اصل میں ''سفر العشق'' ہے۔

عشق پاک محبت کا نام ہے۔ محبت جب خود غرضی اور نفس پرستی سے پاک اور بالاتر ہو تو عشق کا درجہ حاصل کر لیتی ہے جس کی اعلیٰ ترین صورت اللہ تعالیٰ کی ذات سے محبت ہے اور اسی کو عشقِ الٰہی یا عشقِ حقیقی کہا جاتا ہے۔ منزلِ عشق کا مسافر سفرِ عشق پر گامزن تمام تر برائیوں، بدیوں اور بری عادات و خصلا ت سے پاک ہوتا ہوا آخر کار اُس حقیقت اعلیٰ تک جا پہنچتا ہے جو تمام اچھی صفات و خوبیوں کی مالک ہے۔ یوں عاشق سفرِ عشق کی مشکلوں اور دشوار گزاریوں کے دوران اپنے ظاہر و باطن کو پاک صاف کرتا ہوا نہ صرف اپنی ذات بلکہ مالک حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت بھی حاصل کر لیتا ہے۔

صوفیائے کرام کے مطابق عشق کی دو اقسام عشقِ مجازی اور عشقِ حقیقی

ہیں۔مجازی عشق سے مراد دنیا اور دنیاوی مادی اشیا سے محبت ہے جبکہ عشق حقیقی سے مراد ربّ تعالیٰ سے عشق ہے۔صوفیا کے مطابق عشق مجازی ہی وہ سیڑھی ہے جو محب کو محبوب تک پہنچانے کا ذریعہ بنتی ہے۔

میاں محمد بخشؒ کی شاعری میں عشق سب سے اہم اور نمایاں موضوع ہے۔ پنجابی صوفی شعرا اس موضوع پر بے حد لکھا اور زیادہ تر وہ شعرا ہیں جنھوں نے مجازی عشق سے عشق حقیقی کا سفر کیا۔عشق کرنا گناہ نہیں۔عشق پاکیزہ جذبے اور اعلیٰ سوچ کا نام ہے۔عشق ذات کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔عشق کائنات کی بنیاد ہے۔عشق کے بغیر بندہ کچھ نہیں۔میاں محمد بخش کی ساری شاعری میں فلسفۂ عشق بالعموم اور ’’سفر العشق‘‘ میں بالخصوص بیان ہوا ہے۔اُن کے مطابق حضرتِ انسان کو ’’انسان‘‘ ہونے کے لیے عشق کرنا اور عشق کی آگ میں جلنا ضروری ہے:

خاص انسان اوہناں نوں کہیئے، جیہناں عشق کمایا
دھڑ، سر نال نہ آدم بن دا، جاں جاں سَر نہ پایا
اُپّر جُلّی، مُونہوں جَلّی، اندر نہیں تجلّی
جب لگ عشقوں جان نہ جَلّی، بھَٹھ جُلّی کیا جَلّی

میاں محمد بخشؒ عشق کو ایک آفاقی جذبہ قرار دیتے ہیں۔اُن کے خیال میں عاشق ہی اصل انسان کہلانے کے حق دار ہیں۔جو انسان اِس لطیف احساس و جذبے سے ہمکنار نہیں ہوتے گویا وہ جانوروں کی سی زندگی بسر کر کے دنیا سے چلے جاتے ہیں۔انسان اور دوسری مخلوقات میں سب سے نمایاں فرق عشق کا ہے اور یہی فرق انسان کو اشرف المخلوقات بناتا ہے۔میاں محمد بخشؒ عشق کی دولت سے محروم انسان کو حیوان سے بھی بدتر قرار دیتے ہیں:

جس دل اندر عشق نہ رچیا، کتے اُس تھیں چنگے
خاوند دے در راکھی کردے، صابر بھُکھے ننگے
جیہناں عشق خرید نہ کیتا، ایویں آن بگتے
عشقے باجھ محمد بخشا، کیا آدم کیا کتے

میاں محمد بخشؒ ربّ کے سچے عاشق تھے۔اُنھوں نے عشق حقیقی تک پہنچنے کے لیے بے شمار تکالیف برداشت کیں اور عشق حقیقی کی ساری واردات کا عملی مظاہرہ ’’سفر العشق‘‘ کے مجازی رنگ میں کیا۔اُن کے مطابق عشق حقیقی کے حصول کے لیے انسان کو اپنی ذاتی انا اور خودی قربان کر کے،نفسانی خواہشات اور مَن مرضیوں کو بالائے طاق رکھ کر اپنے آپ کو مکمل طور پر عشق کے رحم و کرم پر چھوڑنا پڑتا ہے:

عشق مُہار پھڑی ہتھ پکی، جنگل جُوہ پھراندا
نک نکیل پئی ہُن ایسی، منّاں جو فرماندا

’’سفر العشق‘‘ کے آغاز میں منازلِ عشق کا تفصیلی ذکر ہے۔جن کے مطابق عشق کی پہلی منزل استغنا ہے۔جس سے مراد بے نیازی ہے۔یعنی نہ اچھے پر اِترانا اور نہ برے پر گھبرانا اور ہر طرف بے نیاز ہو جانا:

بے پرواہی منزل ناہیں، جس وچ سُود سوداگر
بے نیازی دے چھِک اگے، دو جگ ککھ برابر

اگلی منزل توحید ہے جس کی بابت میاں صاحب فرماتے ہیں:

اگوں منزل آوے بھائی، وچ وادی توحیدے
عابد تے معبود ملیندے، دُوئی نہ پیر مریدے

توحید کے بعد اگلی منزل حیرت ہے:

فیر اگوں اِک منزل آوے، حیرت والی وادی
درد افسوس ہوئے گم اوتھے، ہرگز خوشی نہ شادی

جبکہ آخری منزل فقر ہے:

وادی فقر فنا دے اندر، اگلی منزل آئی
فقر فناہ اندر چُپ بہتر، گل نہ جاندی بائی

میاں محمد بخشؒ مولانا رومؒ سے متاثر ہیں۔ ''مثنوی'' مولانا رومؒ میں عشق اور عاشق کی جو خوبیاں بیان ہوئی ہیں وہ ہوبہو ''سفر العشق'' میں بھی ملتی ہیں۔ مولانا رومؒ کے مطابق ''عشق وہ آگ ہے جو محبوب کے علاوہ ہر چیز کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ عشق کی وسعتیں باتوں میں بیان نہیں ہو سکتیں۔ عشق وہ سمندر ہے جس کی گہرائی کو ماپا نہیں جا سکتا۔'' میاں محمد بخشؒ اس حوالے سے فرماتے ہیں:

پل صراط عشق دا پینڈا، سو جانے جو ٹُردا
آس بہشت دلیری دیندا، نرگ وچھوڑا کھردا
عاشق بنن سکھالا ناہیں، ویکھاں نیونہہ پتنگ دے
خوشیاں نال جلن وچ آتش، موتوں ذرا نہ سنگدے

مولانا رومؒ کے فلسفۂ عشق کی ہی تعبیر ''سفر العشق'' ہے۔ میاں محمد بخشؒ کے مطابق عشق وہ مسلسل عمل ہے جو عاشق انجام دیتا ہوا، عشق کی مختلف منزلیں طے کرتا محبوب حقیقی سے واصل ہوتا ہے۔ سیف الملوک کے استعارے میں فرماتے ہیں:

سیف ملوک پری رل بیٹھے، نال محبت دِل دی
جس چیزے نوں لوڑن چڑھیئے، اوڑک اِک دن ملدی

''سفر العشق'' کے ہر ہر بیت میں عشق اور فقر کی بے شمار رمزیں موجود ہیں مگر شرط یہ ہے کہ پڑھنے والا عاشق اور دِلبر کی ان رمزیہ باتوں کو سمجھنے کی قدرو

استطاعت رکھتا ہو:

ہر بیتے وچ رمز فقر دی، جے تُدھ سمجھ اندر دی
گل سُنا محمد بخشا، عاشق تے دِلبر دی

میاں محمد بخشؒ کے مطابق عشق کی تفہیم کوئی عارف کامل ہی کر سکتا ہے۔ جو بندہ منزلِ عشق کا مسافر ہی نہ ہو اُس کو عشق کی مشکلات کا احساس کیونکر ہو سکتا ہے۔ اسی طرح سفرِ عشق کا حقیقی بیان بھی وہی کر سکتا ہے جو محبوب کی تلاش میں دنیا سے بے نیاز محوِ سفر رہا ہو۔ وہ عشق کو آگ کے بہتے دریا سے تشبیہ دیتے فرماتے ہیں:

کیہہ کجھ بات عشق دی دساں، قدر نہ میرا بھائی
ایہہ دریا اگّے دا وگدا، جس دا لانگھ نہ کائی

سائنسی حوالے سے انسان کے خیالات و افعال کا ذمہ دار خواہ دماغ ہے مگر تصوف اور دنیائے عشق میں دل کو بنیادی اہمیت حاصل اے۔ سلطان باہو انسانی دل کو دریاؤں اور سمندروں سے وسیع تر گردانتے نیں جس میں چودہ طبق سما سکتے ہیں مگر جب تک دل آلائشوں اور نفسانی خواہشات سے پاک نہیں ہو گا، اس میں ربی عشق ہرگز نہیں سما سکتا۔ وہ ''سفر العشق'' میں دل کی کشادگی کے حوالے سے یوں رقمطراز ہیں:

بال چراغ عشق دا میرا، روشن کر دے سیناں
دل دے دیوے دی روشنائی، جاوے وچ زمیناں

میاں محمد بخشؒ عشق کی انتہا وصل کو قرار دیتے ہیں۔ عاشق اور معشوق جب عشق کے امتحان سے گزرتے ہیں تو اُن پر عشق کے سارے بھید ظاہر ہو جاتے ہیں اور یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ عشق کا راستہ ایک ایسی تربیت یا ریاضت ہے

جسے مکمل کر کے ہی عشق حقیقی کی منزل تک پہنچا جا سکتا ہے۔ فرماتے ہیں:

جے لکھ زہد عبادت کریئے، بن عشقوں کس کاری
جاں جاں عشق نہ ساڑے تینوں، تاں تاں نبھے نہ یاری

عشق کی منزل وصال ہے۔ میاں محمد بخش ؒ اُس موت کو معراج قرار دیتے ہیں جس کے بعد عاشق کو ابدی زندگی اور خالق حقیقی کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔ یوں عاشق کے لیے موت یعنی وصال کسی نعمت سے کم نہیں ہوتا کیونکہ موت ہی محبوبِ حقیقی سے وصل کا ذریعہ ہے۔ وہ عشق کے راستے میں آئی موت کو شہادت قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ اس کے بعد ہمیشہ رہنے والی زندگی عاشق کی منتظر ہوتی ہے:

پاک شہادت قتل ہووے گا، جے کر اس تلواروں
سدا حیاتی جان محمد، مرنا ایس آزاروں

حاصل بحث یہ کہ میاں محمد بخش ؒ کے مطابق عشق اِس دنیا کا سب سے اعلیٰ اور لطیف جذبہ ہے جو مجازی سے ہوتا ہوا عاشق کو عشق حقیقی کی منزل تک لے جاتا ہے۔ اُنہوں نے فلسفہ عشق کو ''سفر العشق'' میں سیف الملوک اور بدیع الجمال کی عشقیہ کہانی کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ اُن کا عشق صرف فکری اور فلسفیانہ نوعیت کا نہیں بلکہ عملی ہے۔ کیونکہ وہ سفرِ عشق میں بذاتِ خود مسافر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کا عملی عشق مؤثر اور قابل تقلید ہے۔ اُن کے خیال میں عشق کے بغیر ایمان

اور زہد و عبادت کی کوئی حیثیت نہیں۔ بلکہ صحیح معنوں میں عشق حقیقی تبھی نصیب ہوتا ہے جب عاشق اپنے محبوب کی خاطر جان قربان کر کے ابدی زندگی حاصل کرتا اور خالق حقیقی سے جا ملتا ہے۔ وصل کا یہی جذبہ عشق مجازی سے عشق حقیقی تک کے سفر کا حقیقی جواز ہے۔

شیخ الحدیث مفتی حسن رضا یلدرم

فتنوں کی علمی سرکوبی میں حضرت عارفِ کھڑی محدث کشمیری

میاں محمد بخش ؒ کا کردار

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم اما بعد

فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

موجودہ زمانہ میں فتنوں کی بھرمار ہے بالخصوص سوشل میڈیا فتنوں کی اماج گاہ بن چکا ہے۔ مختلف طریقوں سے مسلمانوں سے ان کا تیقن چھیننے کی ناکام کوششیں جاری ہیں اور اس پر مزید یہ کہ ان فتنوں کے بانی علم کے نام پر مسلمانوں کو ان کے قدیم علم وعمل سے دور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ ان حالات میں موجودہ خانقاہوں کی حالتِ زار کسی صاحبِ فہم وفراست سے مخفی نہیں۔ مسلمانوں کے درمیان انتشار و افتراق پیدا کرنے کے لیے قرآن اور حدیث کو بطور ہتھیار استعمال کیا جا رہا ہے۔ امر بالحدیث کی آڑ میں مسلمانوں کو ان کے بزرگوں سے دور کرنے کی ناکام کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں اسلام 23 ہجری سے موجود ہے اور اس خطہ پر اسلام پھیلانے والے معروف بزرگانِ دین یعنی صالحین امت ہی ہیں۔ مسلمان صدیوں سے ان بزرگانِ دین سے عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے آ رہے ہیں اور بحمد اللہ تعالیٰ یہ سلسلہ جاری ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ ہمارے پیشِ نظر حضرت محدثِ کشمیر میاں محمد بخش ؒ کی تصنیف لطیف بنام ''ہدایۃ المسلمین'' ہے (جس کی شرح کی سعادت احقر کو حاصل ہو رہی ہے)۔ یہ کتاب موجودہ زمانے کے علماء کرام اور

بالخصوص پیرانِ عظام کے لیے بہترین تحفہ اور مشعل راہ ہے کہ علماء ومشائخ کی شرعی ذمہ داری کیا ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ فتنوں کا علمی تدارک صرف علماء کی ذمہ داری ہے اور پیرانِ عظام دم اور تعویذات کے لیے ہیں اور بعض کم علموں کے منہ سے یہ بات تک سننے کو ملتی ہے کہ فقیروں کا کوئی مسلک نہیں ہوتا۔ اس کتاب کے مطالعے سے جہاں یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ مسلک کے بغیر فقیر (ولی) نہیں بنتا وہاں یہ بات بھی واضح ہو جائے گی کہ فقیر کی شرعی ذمہ داری اپنے زمانے کے فتنوں کا علمی رد اور مخلوقِ خدا کو ان فتنوں سے بچانا بھی ہے۔

حضرت میاں صاحب ﷫ نے اپنی کتاب کی ابتداء میں کتاب لکھنے کی وجہ بیان کی عنوان بنایا "دربیاں باعثِ تالیف ایں کتاب" (اس کتاب کے لکھنے کی وجہ) اس سلسلے میں میاں صاحب ﷫ نے ایک حدیث شریف بحوالہ تاریخِ دمشق نظم فرمائی جس کا متن مع ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

إذا ظهرت البدع، ولعن آخر هذه الأمة أولها؛ فمن كان عنده علم فلينشره؛ فإن كاتم العلم يومئذ ككاتم ما أنزل الله على محمد ﷺ

ترجمہ: جب بدعات ظاہر ہوں اور اس امت کے موجودہ افراد پچھلوں پر لعنت کریں تو اس وقت صاحبِ علم پر ضروری ہے کہ وہ اپنے علم کو پھیلائے (فتنوں کا رد کرے) اسے وقت میں علم کو چھپانے والا رسول اللہ ﷺ پر نازل شدہ دین کا انکار کرنے والے کی طرح ہوگا۔

حضرت محدث کشمیر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

قصد میرا اِس نظم کرَن تھیں ناہیں شِعر دکھاون

ناں کوئی بحث جِدال کِسے سَنگ ناں کجھ وَیر کماوَن
ابن عساکر کہندا اِک دن حضرت سی فرمایا
اِک زمانے جاں اِس جگ تے بدعت جھنڈا لایا
طعن کریسَن اگلیاں تائیں اُس سَنویں دے بندے
تُہمت نال بزرگاں کرسَن بوک زبانوں مَندے
اُس ویلے وِچ جس نُوں ہوسی دِینی علم ربانی
نشر اِظہار کرے اُس تائیں رَدے قوم زِیانی
جے اُوہ علم نورانی اُس دِن ظاہر مُول نہ کرسی
کسے طرح دَے ضَرر تکلیفوں کَر اندیشہ ڈَرسی
جے کُجھ نازل ہویا نبی تے جیسا اُس لُکایا
ایسا ہے تَد علم چُھپاوَن خُود سرور فرمایا

مفہوم: میاں صاحب ﷫ فرماتے ہیں کہ اس نظم کو لکھنے کا مقصد کسی سے لڑائی جھگڑا اور ذاتی عناد نہیں بلکہ حدیث شریف محدث حافظ ابن عساکر ﷫ نے اپنی کتاب تاریخِ دمشق میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ایک وقت آئے گا جب (عقیدے میں بدعت) ظاہر ہوگی اور بزرگانِ دین پر لعن طعن اور زبان درازیاں کی جائیں گی (سوشل میڈیا پر ایک آواز "بابے تے شے ای کوئی نہیں" کی صورت میں سنائی دے رہی ہے) تو اس وقت علمائے ربانیین پر واجب ہوگا کہ وہ اپنے علم کے ذریعے علمی رد کریں اگر صاحبانِ علم کسی دنیوی مصلحت کی بنا پر خاموش رہیں گے تو ان کا شمار دین مصطفوی ﷺ کے منکروں میں ہوگا۔

میاں صاحب ﷫ فرماتے ہیں:

اس نظم کو لکھنے سے میرا ارادہ فن شاعری کا مظاہرہ کرنا نہیں اور نہ ہی کسی کے ساتھ لڑائی جھگڑا اور دشمنی مول لینا ہے بلکہ میرا ارادہ اس حدیث شریف جس کو امام ابن عساکر ﷫ نے اپنی کتاب تاریخ دمشق میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

إذا ظهرت البدع؛ ولعن آخر هذه الأمة أولها؛
فمن كان عنده علم فلينشره؛ فإن كاتم العلم
يومئذ ككاتم ما أنزل الله على محمد ﷺ

اس حدیث شریف کی روشنی میں صاحبانِ علم پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنے دور کے اندر پیدا ہونے والے فتنوں کا علمی تدارک کریں چونکہ حضرت میاں صاحب ﷫ اپنے زمانے کے متبحر عالم دین تھے اور آپ کے زمانے میں فتنہَ وہابیت سر اٹھا رہا تھا اس لیے آپ نے اپنے فرضِ منصبی کو سمجھتے ہوئے اس گروہ کے علمی رد کے لیے قلم اٹھایا۔

مذکورہ بالا اشعار دراصل اس حدیث شریف کا منظوم ترجمہ ہیں اور یہ اشعار حضرت مصنف نے تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے نظم فرمائی۔ موجودہ زمانے کے فتنوں کو دیکھتے ہوئے اس حدیث شریف کی سمجھ ہر خاص و عام کو بآسانی آ سکتی ہے۔ سوشل میڈیا پر بزرگانِ دین پر زبان درازی عام ہو چکی ہے۔ موجودہ زمانہ کے فتنہ گروں سے نہ صرف بزرگانِ دین بلکہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کی ذواتِ مقدسہ بھی محفوظ نہیں لہٰذا اس زمانہ کے علماءِ حقہ پر واجب ہے کہ وہ تمام تر اندیشوں اور تکلیفوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حق کی سربلندی کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔

میاں صاحب ﷫ وہ ہستی ہیں جنہوں نے اپنے زمانے میں اپنے

منصب کا لحاظ رکھتے ہوئے حق کو واضح فرمایا اور زمانہ کے سامنے عام فہم اشعار کی صورت میں فتنوں کی نقاب کشائی فرمائی۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

یعنی اوہ وہابی منکر خائن شرع نبی دے
فاسد مفسد منکر حاسد ہر اک مرد ولی دے

ترجمہ: وہ وہابی جو نبی پاک کی شریعت کے منکر اور خائن ہیں فسادی اور اللہ کے ولیوں سے حسد کرنے والے ہیں۔

مشرک تے معتزلی ہو کے آپ مواحد بن دے
ہر مومن نوں مشرک کہندے الٹا تانا تندے

ترجمہ: وہ ہر مومن کو مشرک کہتے ہیں درحقیقت وہ مومن کو مشرک کہنے کی وجہ سے خود مشرک ہیں۔

نہیں تواضع مول جنہاں وچ پائے فخر فراخی
آدم صورت شیطان سیرت کم جنہاں گستاخی

ترجمہ: یہ ایسے بدبخت ہیں جن کے اندر ذرا برابر عاجزی نہیں ہوتی بلکہ تکبر سے لبریز ہیں صورتاً انسان سیرتاً شیطان ہیں اور گستاخی ان کا شیوہ ہے۔

اہل حق نوں طعنے مارن حقوں آپ کنارے
رب دیاں یاراں دے جو منکر قہر الٰہی مارے

ترجمہ: یہ اہلِ حق کو مشرک اور بدعتی ہونے کے طعنے دیتے ہیں درحقیقت خود حق سے دور ہیں اور اللہ کے ولیوں کے منکر اور اللہ کے غضب کا شکار ہیں۔

قارئین عظام ان اشعار کو بغور پڑھیں اور سوشل میڈیا پر موجود زبان دراز مفسدین اور منکرین کے قدیم اور کثیر مسلمانوں کے حوالے سے دیے گئے بیانات سے موازنہ کریں۔